جموّں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں

جی ایم میر

رائل
پبلشنگ
کمپنی

Royal Publishing Company,
Rawalpindi, Pakistan

اشاعت اوّل ۱۹۸۹ء | اشاعت دوم ۱۹۹۱ء
اشاعت سوم ۱۹۹۶ء | اشاعت چہارم ۱۹۹۸ء
اشاعت پنجم ۲۰۰۱ء | اشاعت ششم ۲۰۱۱ء

میر، جی ایم
جموں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں / جی ایم میر۔
راولپنڈی: رائل پبلشنگ کمپنی، ۲۰۱۱ء
۳۵۱ ص

Mir, G. M.
Jammu wa Kashmir ki Jughrafiyae Haqiqatein/ by G. M. M
Rawalpindi: Royal Publishing Company, 2011
351 p.

مندرجات

فہرست نقشہ جات

جرائد کی نظر میں

ہفت روزہ "انصاف"، راولپنڈی، ۶ تا ۱۲ ارنومبر ۱۹۹۱ء

کتاب میں سیاست کم اور معلومات زیادہ ہیں۔ اگرچہ اس کی اشاعت کا مقصد قارئین کو صرف یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ ریاست جموں کشمیر آبادی کے لحاظ سے دنیا کے ۱۱۵ ملکوں اور رقبہ کے لحاظ سے دنیا کے ۸۳ ملکوں سے بڑی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ یہ ریاست خودمختار بھی رہ سکتی ہے۔ کتاب بہت ہی پُر از معلومات ہے۔ اس میں زیادہ تر ریاست کے قدرتی اور طبعی حالات درج ہیں۔ ریاست کے شہروں، دریاؤں، جھیلوں، اضلاع، پیداوار، معدنیات اور صنعتوں کا ذکر ہے۔ گویا یہ کتاب کشمیر کے بارے میں ایک چھوٹا سا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مؤلف نے یہ کتاب لکھ کر کشمیر کی بہت بڑی خدمت کی ہے اور کتاب اس قابل ہے کہ اسے آزاد کشمیر کے سکولوں اور کالجوں میں رائج کیا جائے۔ لیڈر لوگ بھی اسے خرید کر پڑھیں تو بہتر ہوگا کیونکہ عام طور پر لیڈر حضرات کی معلومات بھی محدود ہوتی ہیں۔

بہر صورت میر صاحب کی کتاب خوب ہے اور کشمیر کے بارے میں معلومات میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

میر عبدالعزیز

ماہنامہ "حکایت"، لاہور، دسمبر ۱۹۹۱ء

جہاں تک ریاست جموں کشمیر کی جغرافیائی اہمیت اور حقیقت کا سوال ہے تو اس

بارے میں ہمارے دانشور حضرات نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ تاہم زیرِ تبصرہ کتاب، جس کا دوسرا ایڈیشن ترامیم اور اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اس میں بڑی تفصیل اور حقائق کی روشنی میں مذکورہ موضوع پر تبادلۂ خیال کیا گیا ہے جس سے پڑھنے والوں کی کشمیر کے حوالہ سے معلومات میں کافی اضافہ ہوتا ہے۔ کتاب کے مصنف جی ایم میر کشمیر کے حوالے سے خصوصی دسترس رکھتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً ان کے مضامین اور تبصرے کتابوں اور اخباری تبصروں کی صورت میں عوام تک پہنچتے رہتے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں انہوں نے ریاست جموں کشمیر کی جغرافیائی اہمیت کے بارے میں مختلف تاریخی حوالوں سے بات کی ہے۔ فاضل مصنف نے ریاست جموں کشمیر کے حدود اربعہ، آبادی کی صوبہ وار تقسیم، ریاست کا نسلی اور لسانی جائزہ تفصیل سے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ کشمیر کے مشہور دریاؤں، جھیلوں، چشموں، مشہور سڑکوں، درّوں اور چوٹیوں کے بارے میں بھی غیر معمولی معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ریاست کی اقتصادی اور صنعتی ترقی پر بھی تجزیے پیش کیے ہیں۔ اس سلسلے میں مضامین کے ساتھ جہاں ضروری نقشہ جات کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، انہیں بھی شامل کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب ریاست جموں کشمیر کے حوالے سے ایک مستند دستاویز ہے جس سے پڑھنے والوں کی خاطر خواہ رہنمائی ہوتی ہے۔

عنایت اللہ

The "FRONTIER POST", 12 April 1992

Mr. G. M. Mir's book is a modern classic so far as the geography of Kashmir is concerned. The explosive political situation in Kashmir has enhanced the value of the book manifold. Political activists, lawyers, journalists, students, teachers and friends of Kashmir should certainly study it.

ترجمہ: جہاں تک کشمیر کے جغرافیہ کا تعلق ہے، جی ایم میر کی کتاب اس علم میں ایک جدید کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے۔ کشمیر کی موجودہ دھماکہ خیز صورتِ حال نے اس کتاب کی قدر و قیمت کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ سیاسی کارکنوں، قانون دانوں، صحافیوں، طلبہ، اساتذہ اور کشمیر کے بہی خواہوں کو اس کتاب کا لازماً مطالعہ کرنا چاہیے۔

مراد بلوچ

ہفت روزہ "دورِ جدید" سیالکوٹ، ۲۱رمئی ۱۹۹۲ء

سب کو معلوم ہے کہ ۱۹۴۷ء تک ریاست (جموں کشمیر) اپنی پولیٹیکل حیثیت کے لحاظ سے ایک ناقابلِ تقسیم وحدت تھی، مگر پیش آمدہ سیاسی مدوجزر کے باعث یہ وحدت بھارتی مقبوضہ کشمیر، آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات (گلگت بلتستان) کی صورت میں تین حصوں میں بٹ چکی ہے۔ لہٰذا گذشتہ ۴۵ سالوں میں اس ریاست میں طبعی اعتبار سے نہ سہی، سیاسی اور انتظامی لحاظ سے کئی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے ریاست کی مجموعی آبادی ۴۲ لاکھ کے قریب تھی، اب ایک کروڑ ۴۰ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ان تبدیلیوں کے پیشِ نظر اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ ریاست کے پرانے جغرافیہ سے قطع نظر نئے سرے سے ریاست کی جیوپولیٹیکل صورتِ حال کا جائزہ لیا جاتا۔ اس ضرورت کو زیرِ نظر کتاب نے کماحقہٗ پورا کر دیا ہے۔

جے کے این ایل ایف کے قائد جی ایم میر صاحب کی اس لائقِ ستائش کاوش کا سب سے بڑا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ریاست جموں کشمیر اپنے رقبہ، اپنی تہذیب و تمدن، اپنی ثقافت، اپنے محلِ وقوع اور اپنے قدرتی وسائل کے لحاظ سے ایک ایسی جغرافیائی اور سیاسی اہمیت کی وحدت ہے جو ہر اعتبار سے ایک آزاد، خود مختار ملک بننے کی پوری اہلیت رکھتی ہے۔ اس کی اس اہمیت کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

آزاد کشمیر یا پاکستان سے جو خود مسئلہ کشمیر کو عالمی برادری میں اجاگر کرنے کے لیے

وقتاً فوقتاً بیرونی دنیا میں جاتے رہتے ہیں، ان کے لیے اشد ضروری ہے کہ وہ اس کی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کا جغرافیائی علم بھی پوری طرح رکھتے ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان وفود کے اکثر ارکان ریاست کے جغرافیہ سے بالکل نابلد ہوتے ہیں اور اپنی اس خامی کی وجہ سے بیرون ملک مضحکہ خیز صورت حال کا باعث بنتے ہیں۔

''جموں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں'' لکھ کر جی ایم میر صاحب نے بہت بڑی قومی خدمت سرانجام دی ہے۔ ہم اس تالیف پر اُن کو مبارکباد دیتے ہیں، اور آزاد کشمیر اور پاکستان کی درس گاہوں اور دیگر اداروں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ایک درسی اور معلومات کی کتاب کی حیثیت سے اپنے نصاب اور لائبریریوں میں شامل کریں۔ کتاب کی گیٹ اپ اور طباعت دیدہ زیب ہے۔

عبدالحمید نظامی

ماہنامہ ''کاشر''، گوجرانوالہ

میر صاحب نے دنیا کے سرخیلوں اور اپنے ہمدردوں کو، جن کا کہنا ہے کہ کشمیر جغرافیائی لحاظ سے خود مختار ملک کی حیثیت سے قائم نہیں رہ سکتا، بڑا ہی مسکت جواب دیا ہے کہ اگر دنیا کے ۹۳ ممالک جو رقبہ کے لحاظ سے اور ۱۱۵ ممالک جو آبادی کے لحاظ سے کشمیر سے چھوٹے ہیں، اپنی آزاد حیثیت برقرار رکھ کر زندہ رہ سکتے ہیں تو کشمیر کیوں نہیں؟

میر صاحب کا انداز بیان ادیبانہ نہیں بلکہ یہ کسی فلسفی کی تحریر لگتی ہے۔ انہوں نے رقبے اور آبادی کی ہی بات نہیں کی بلکہ کشمیر میں رہنے والے لداخی، بانجی، ڈوگرہ، گوجر بکروال، چب راجپوت، سدھن، ڈھونڈ اور دوسرے قبائل پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ انہوں نے میدانی اور پہاڑی علاقوں کی کہانی نہیں سنائی، جھیلوں، چشموں، نہروں اور دریاؤں کی روانی کا ذکر بھی کیا ہے۔ انہوں نے آمد و رفت کے ذرائع ہی نہیں دکھائے، درّوں، چوٹیوں کی سیر بھی کرائی ہے۔ وہ فصلوں اور معدنیات کے علاوہ صنعتوں کی بات بھی کرتے ہیں۔

انہوں نے جنگلات کو ہی نہیں کھنگالا، وہ تاریخی مقامات تک بھی گئے ہیں۔ غرضیکہ میر صاحب نے کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ کتاب کی چھپائی کمپیوٹرائزڈ ہے۔ خوبصورت کاغذ پر چھپی ہوئی یہ کتاب طالب علم کے علم میں یقیناً اضافہ کرے گی۔

ازور نسیم

ہفت روزہ ''کشمیر''، راولپنڈی

جی ایم میر ایک بالغ نظر سیاسی راہنما اور محب وطن کشمیری ہیں۔ سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے کتابوں کی تصنیف اور ترتیب کا کام بھی سنبھالا ہے۔ زیر نظر کتاب ریاست جموں و کشمیر کے بارے میں معلومات اور اطلاعات پر مشتمل ایک مفید دستاویز ہے اور نوجوانوں کے لیے یہ کتاب جموں و کشمیر کے بارے میں عام معلومات کو جاننے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس کتاب میں جموں و کشمیر کے بارے میں مختلف کتابوں، جرائد اور اخبارات میں شائع شدہ تمام ضروری معلومات کو یک جا کر کے کتابی صورت دی گئی ہے۔ اس کتاب میں جموں و کشمیر کے بارے میں ہر طرح کی معلومات کو تفصیل کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ ریاست جموں و کشمیر کے سیاسی راہنماؤں، دانشوروں، صحافیوں اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے یہ جموں و کشمیر کے بارے میں معلومات عامہ کا اہم اور بنیادی ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ یہ کتاب ترتیب دے کر جی ایم میر نے کشمیر، تحریک آزادیٔ کشمیر اور کشمیر کاز کی بڑی خدمت کی ہے۔

ع۔ص۔ وائی

عرضِ مؤلف

ریاست جموں کشمیر کو اپنی آزادی سے محروم ہوئے چار صدیاں گزر گئی ہیں لیکن گذشتہ چار دہائیوں سے یہ اپنی وحدت و سالمیت بھی گنوا بیٹھی ہے۔ ان چار دہائیوں میں کئی حصوں میں منقسم کشمیری قوم کو اپنی شناخت، اپنے ماضی و حال، اپنے ورثے اور اپنی حیثیت سے بیگانہ کرنے کی برابر کوششیں ہوتی رہی ہیں اور آج صورت حال یہ ہے کہ ریاست کے تینوں حصوں (ہندوستانی زیر تسلط کشمیر، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان) کے تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی مختلف مضامین کی کتابیں نوجوان نسل میں بجائے علم و آگہی کے گمراہی اور بے علمی پھیلا رہی ہیں۔ ان کتابوں میں بالالتزام اس قسم کا مواد پیش کیا جا رہا ہے جو طلبہ کو ریاست کے صرف اپنے ہی حصے تک محدود معلومات فراہم کرتا ہے اور ریاست کے دوسرے حصوں کے بارے میں انہیں دانستہ بے خبر رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ریاست کے ان تینوں حصوں کے اکثر طلبہ کی ریاست کے بقیہ دو حصوں کے بارے میں علمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔

ریاست جموں کشمیر کے دونوں پڑوسی ممالک ہندوستان اور پاکستان کا اپنی اپنی جگہ یہ دعویٰ ہے کہ ریاست ان کا حصہ ہے۔ بھارت والے اسے اپنا "اٹوٹ انگ" قرار دیتے ہیں جبکہ پاکستان والے اسے "پاکستان کی شہ رگ" کا نام دیتے ہیں۔ بھارت میں شائع ہونے والے تمام نقشوں میں ریاست کو بھارت کا حصہ ظاہر کیا جاتا ہے لیکن تمام معلومات صرف اپنے زیر قبضہ علاقے تک فراہم کی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہاں (مثال کے طور پر)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے بی اے کے نصاب میں شامل "مطالعۂ پاکستان" کی کتاب کے صفحہ ۳۶ پر پاکستان کا رقبہ ۸۶۸۵۹۱ مربع کلومیٹر ظاہر کیا گیا ہے۔ اس میں گلگت بلتستان کا رقبہ شامل کیا گیا ہے۔ جبکہ اقوام متحدہ کے نقشوں کے مطابق پاکستان کا رقبہ ۸۰۳۹۴۳ مربع کلومیٹر ہے۔ اسی طرح متذکرہ کتاب میں پاکستان کے محل وقوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ "چین کے ساتھ پاکستان کی ۶۰۰ میل سرحد ملتی ہے۔" جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عوامی جمہوریہ چین کی سرحد پاکستان سے نہیں بلکہ کشمیر کے علاقہ گلگت بلتستان سے ملتی ہے۔ اس حقیقت کو ۱۹۶۲ء کے پاک چین سرحدی سمجھوتے میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے کرۂ ارضی کے جتنے بھی نقشے شائع ہوتے رہے ہیں ان میں ریاست جموں کشمیر کو ہندوستان و پاکستان دونوں ممالک سے الگ تھلگ دکھایا جاتا ہے اور رقبہ و آبادی کے اعداد و شمار ظاہر کرتے وقت یہ واضح صراحت کی جاتی ہے کہ اس میں جموں کشمیر کے اعداد و شمار شامل نہیں ہیں۔

حد متارکہ جنگ کے دونوں جانب ریاست میں درجنوں سیاسی جماعتیں موجود ہیں جن کے شور شرابے اور غوغا آرائی سے اخبارات کے صفحوں کے صفحے بھرے رہتے ہیں لیکن ان جماعتوں میں سے کسی نے آج تک یہ زحمت گوارا نہیں کی کہ ریاست میں قومی وحدت فکر کو پارہ پارہ کرنے والی اس بیرونی یلغار کی جانب توجہ کرتیں اور نوجوان نسل کی ذہنی تربیت کے لیے صحیح سمت میں کوئی ٹھوس قدم اٹھاتیں۔

راقم الحروف نے اس کمی کا احساس کرتے ہوئے کشمیر کی نوجوان نسل کی ذہنی تربیت کے مقصد کو سامنے رکھ کر "کشمیر سٹڈیز" کے سلسلہ کے تحت قدم اٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن احباب نے ہاتھ بٹایا ہے میں ان کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ علی الخصوص محب مکرم ممتاز احمد ہاشمی نے نہایت قیمتی مواد فراہم کرنے میں بڑی مدد کی

اور مسودہ کی تیاری میں گراں قدر مشوروں سے نوازا ہے۔ عزیز گرامی جاوید مقبول بٹ نے مسودہ صاف کرنے میں بہت محنت سے کام کیا، میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔ مجھے امید ہے میری اس حقیر کاوش سے وطن عزیز سے محبت رکھنے والے نوجوانوں کو اپنی علمی پیاس بجھانے میں کچھ نہ کچھ مدد ملے گی اور ان میں وطن شناسی کی ایک تحریک پیدا ہو گی۔ اس جنتِ ارضی کے مستقبل کی تابناکی کا دارومدار ان ہی نوجوانوں سے وابستہ ہے۔

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

جی۔ ایم۔ میر

سرزمینِ کشمیر کا ظہور

ماہرین ارضیات کے مطابق سرزمین کشمیر کو وجود میں آئے دس کروڑ سال گزرے ہیں۔ کروڑوں سال پہلے یہ علاقہ سمندر کے نیچے ڈوبا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ طبعی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے کوہ ہمالیہ کی اونچی چوٹیاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں اور رفتہ رفتہ گھاٹیاں اور وادیاں ظہور میں آئیں۔

طبقات الارض کے ماہرین کے مطابق جب کشمیر میں ہر طرف پانی ہی پانی تھا تو خشکی کا پہلا سرا، جو آتش فشاں جزیرے کی صورت میں نمودار ہوا، کوہ سلیمان تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پہاڑ اونچائی حاصل کرتے گئے اور وادیٔ کشمیر جھیل کی صورت اختیار کر گئی جسے چاروں طرف سے اونچے پہاڑوں نے گھیر رکھا تھا۔ نیلہ مت پران کے مطابق اس جھیل کو ''ستی سر'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ جھیل کے اندر ''جلد بھو'' (Jalodbhava) ایک آدم خور دیو تھا جو جھیل سے نکل کر کناروں پر آباد بستیوں میں لوگوں کو تنگ کرتا تھا۔ لوگوں نے کشپ رشی سے فریاد کی تو کشپ رشی نے برہما، وشنو اور شیو جیسے دیوتاؤں سے مدد مانگی۔ ان دیومالائی داستانوں کے مطابق ''جلد بھو'' جھیل کے پانی کے اندر چھپ گیا تو کشپ رشی نے بارہ مولہ کے مقام پر ایک پہاڑی درّہ کاٹ کر جھیل کا پانی باہر نکالا جس سے موجودہ وادیٔ کشمیر ظہور میں آ گئی۔ نیلہ مت پران میں لکھا ہے کہ پہاڑی درّہ کاٹنے سے جھیل کا پانی اتنی تیزی اور اتنی طاقت سے باہر نکلا کہ میدانی علاقوں میں

زبردست سیلاب آ گیا جس کے نتیجہ میں وسیع علاقے زیر آب آ گئے اور بستیوں کا نام و نشان نہ رہا۔

نیلہ مت پران کے ان دیو مالائی قصوں کے علی الرغم علم طبقات الارض کے ماہرین ان روایتوں کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ عظیم ارضیاتی تبدیلیوں اور طاقت ور زلزلوں کے نتیجہ میں بارہ مولہ کے قریب سلسلہ کوہ میں ایک شگاف ظہور پذیر ہوا جس سے جھیل کا سارا پانی پوری طاقت سے بہہ نکلا اور یہ بات بہت حد تک قرین قیاس خیال کی جاتی ہے کہ موجودہ پنجاب کے میدانوں میں ہڑپہ (Harappa) نامی تہذیب کا نام ونشان مٹ جانے کا سبب یہی عظیم سیلاب تھا۔

رگ وید کے مطابق موہنجوڈارو اور ہڑپہ کی تہذیب، جسے عرف عام میں وادئ سندھ کی تہذیب لکھتے ہیں، ۲۵۰۰ قبل مسیح سے ۱۵۰۰ قبل مسیح تک عروج پر رہی۔ اس تہذیب کے زوال کے اسباب میں اور باتوں کے علاوہ دریاؤں میں سیلاب کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ رگ وید کی تصنیف کا زمانہ کم سے کم ۱۲۰۰ قبل مسیح ہے۔ اس کتاب میں دریائے سندھ کو سندھو، جہلم کو وتستہ، چناب کو اسکنی اور راوی کو ایراوتی کا نام دیا گیا ہے۔ رگ وید کے مطابق آریوں کا ہیرو اندر بہت طاقت ور دیوتا تھا۔ اس کا کام بارش برسانا، طوفان لانا اور بادلوں میں چمکنا ہے۔ اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے راکشسوں کو قتل کر کے پانی کو آزاد کر دیا۔ رگ وید کے مطابق:

> "راکشس (بند) کالے ناگ کی طرح دریا کے اس پار سے اُس پار تک لیٹا ہوا تھا...... اندر نے اژدھے (دریا کے بند) کو ہلاک کر کے پانی کو آزاد کر دیا...... پہاڑی چشمے تیزی سے بہنے لگے اور دھارے کا شور ایسا تھا جیسے بچھڑے ڈکارتے ہوں......"

(پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، ص ۶۸، ۸۹)

نیلہ مت پران کے مطابق:

''جب پہاڑ کو کاٹ دیا گیا تو پانی اتنی طاقت سے بہنے لگا کہ تمام ذی حیات اس کی دہشت ناک آواز اور رفتار کے خوف سے دہل اُٹھے۔ پانی کی لہریں پہاڑوں کی چوٹیوں کے اوپر سے اس طرح گزرنے لگیں جیسے ہمالیہ آسمان کو چھو رہا ہو۔''

(مائی فروزن ٹربولینس، جگ موہن، ص ۳۷)



نقشہ ریاست جموں کشمیر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے

وجہ تسمیہ

(الف) کشمیر

ایک روایت کے مطابق قدیم زمانہ میں جب کشمیر "ستی سر" کے نام سے ایک وسیع جھیل کی صورت میں موجود تھا تو اس کے کناروں پر آباد لوگوں کو "جلد بھو" (Jalod Bhava) نامی آدم خور دیو سے نجات دلانے کے لیے بارہ مولہ کے مقام پر کشپ رشی نے پہاڑ کاٹ کر جھیل کا سارا پانی باہر نکالا۔ اس طرح وادیٔ کشمیر ظہور میں آ گئی اور یہاں آبادی شروع ہو گئی۔ چونکہ کشپ رشی کی کوشش سے وادی وجود میں آ گئی تھی اس لیے اس کا نام کشپ بر یعنی کشپ کی جگہ پڑ گیا جو بعد میں بدلتے بدلتے کشمیر ہو گیا۔ "میر" سنسکرت زبان میں کسی اونچی جگہ یا سطح مرتفع کو کہتے ہیں جیسے "اجمیر"، "جیسلمیر"، "پامیر"، "دیامیر" وغیرہ اسی نسبت سے ترتیب پائے ہیں۔

دوسری روایت یوں ہے کہ کشپ رشی کی محبوبہ کا نام میر تھا۔ دونوں کے نام ملا کر یہ جگہ کشپ میر کہلائی، جو بعد میں کشمیر ہو گئی۔

تیسری روایت ہے کہ ۵۵۸ قبل مسیح میں بنی اسرائیل کے کچھ قبائل ہجرت کر کے افغانستان، گلگت اور کشمیر وغیرہ علاقوں میں آباد ہو گئے۔ ان میں جو قبیلہ وادیٔ کشمیر میں وارد ہوا اُسے اس سرزمین کی خوبصورتی نے بہت مسحور کیا اور انہوں نے اس کا نام "کشیر" رکھا، جو "ک" اور "اشیر" کا مرکب ہے، یعنی اشیر جیسا۔ اشیر عبرانی زبان میں شام کو کہتے ہیں۔



انگریزی میں بھی اسے سیریا(Syria) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ گویا بنی اسرائیل کو یہ سرزمین شام جیسی سرسبز و شاداب اور خوبصورت نظر آئی اور انہوں نے اس کا نام ''کشیر'' یعنی شام جیسا رکھا۔ یاد رہے کہ وادیٔ کشمیر اور گلگت بلتستان میں اب بھی اسے کشیر (Kasheer) کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے۔

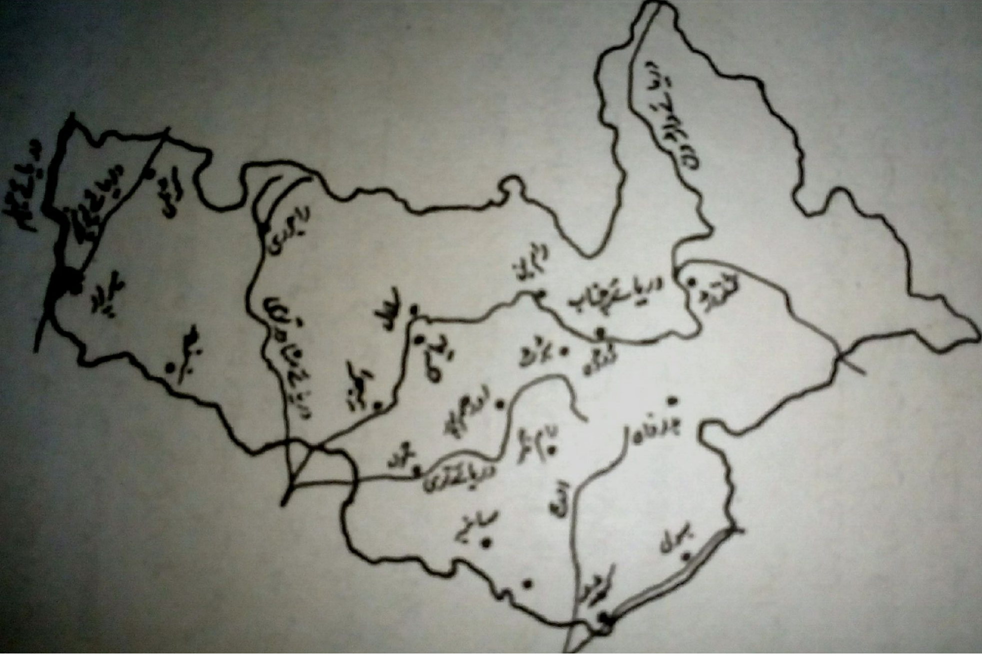
چارلس ایلی سن بیٹس (Charles Ellison Bates) نے اپنی مشہور کتاب اے گزیٹیئر آف کشمیر (A Gazettier of Kashmir) میں لکھا ہے کہ برہموں کے خیال میں یہ نام کس یا کش بہ معنی روشنی اور میر بہ معنی سمندر کا مرکب ہے، یعنی روشنی کا سمندر...... ایک اور قدیم روایت یہ بھی ہے کہ یہاں کبھی ''کش'' قبائل کے لوگ آباد تھے اس لیے اسے کشمیر کا نام دیا گیا۔

مسلمانوں کی روایت کے مطابق جھیل ستی سر کو خشک کرنے کا کام حضرت سلیمان پیغمبر کے حکم پر ''کاشف'' نامی جن نے سرانجام دیا تھا اور اس جگہ کا نام کاشف میر پڑ گیا تھا جو بعد میں کشمیر ہو گیا۔ ہیون تسانگ جس نے ۶۳۱ء میں کشمیر کی سیاحت کی، اس کا نام کیا شی می لو (Kia-Shi-Mi-Lo) لکھا ہے۔

(باجوہ: ص۳)

(ب) جموں

کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں توی کے اس پار کا علاقہ جہاں اب جموں شہر آباد ہے، گھنا جنگل تھا اور جنگلی جانوروں کا مسکن تھا...... ایک بار ریاست باہو کا راجہ ''جامبولوچن'' شکار کے لیے اس علاقے میں آیا۔ شکار کی گھات میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ اس کی نظر ایک تالاب پر جا پڑی جہاں ایک طرف شیر اور ساتھ ہی چند قدم پر ایک بکری پانی پی رہی تھی۔ دونوں پانی پی کر اپنی راہ ہو لیے۔ یہ نظارہ دیکھ کر جامبولوچن کو شکار کا خیال بھول گیا۔ وہ تالاب پر آیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہا: ''یہ بہت امن و امان کی جگہ ہے جہاں شیر اور بکری



دریائے چناب

ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ میں یہاں ایک محل بناؤں گا اور نگر آباد کروں گا۔" چنانچہ اسی جامبولوچن نے "جامبونگر" کے نام سے ایک شہر بسایا جو کثرت استعمال اور تغیر زبان کے ساتھ "جموں" ہو گیا۔

جامبولوچن راجہ باہولوچن کا بھائی تھا، جس نے دریائے توی کے کنارے قلعہ باہو کی تعمیر کی تھی۔ یہ قلعہ جموں کے تاریخی مقامات میں اہم ترین تصور کیا جاتا ہے۔

جموں شہر تاریخی شہادتوں کے مطابق تقریباً تین ہزار سال قبل آباد ہوا تھا۔ ابتدا میں یہ صرف شہر کا نام تھا۔ بعد میں رفتہ رفتہ اس نام کی ایک ریاست وجود میں آ گئی اور آخرکار یہ ریاست جموں کشمیر کا ایک اہم صوبہ بن گیا۔

(ج) گلگت اور بلتستان

زمانہ ماقبل تاریخ (Pre Historic Age) میں یہ خطہ دردستان کے نام سے موسوم رہا ہے۔ اس کی صداقت کا یہ ثبوت ہے کہ مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے اس خطہ اور یہاں کے رہنے والوں کو "دردی" کے نام سے یاد کیا ہے۔۔۔۔ ہماری قدیم تاریخی کتاب راج ترنگنی کے مصنف پنڈت کلہن نے اس علاقے کو "دردو دیش" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی میں یہاں ایک نئی سلطنت قائم ہوئی جس کا نام "بلور" (Bolor) تھا۔ مشرقی حصہ یعنی موجودہ بلتستان کو بلور کلان اور مغربی حصہ یعنی گلگت کو بلور خورد کا نام دیا گیا۔ چودھویں صدی عیسوی میں مورخ مرزا حیدر نے اپنی کتاب تاریخ رشیدی میں اس علاقہ کا ذکر بلورستان کے نام سے کیا ہے۔

(بلورستان، ص ۳۴)

ایک روایت یہ ہے کہ ۳۲۶ قبل مسیح میں جب چینی سیاح "فاہین" نے سنکیانگ سے اسکردو کا سفر کیا تو اس علاقے کا نام پلول تھا۔ اب تک گلگتی لوگ بلتیوں کو "پلوئی" کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دور میں اس علاقہ کو بلتستان کا نام دیا جانے لگا کیونکہ یہاں



بولی جانے والی زبان بلتی کہلاتی تھی۔

گلگت کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں اس کا نام گری گرت تھا یعنی پہاڑوں میں گھرا ہوا..... یہی نام بگڑتے بگڑتے گلگت بن گیا۔

ایک اور روایت ہے کہ گلگت اصل میں گل گد تھا جو ترکی زبان کے الفاظ ہیں اور جن کے معنی ''آنا جانا'' ہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا پڑاؤ تھا جہاں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ یہی نام بدل کر گلگت ہو گیا۔ ویسے اس کا اصل نام گلیت ہے۔ گلگت میں اب بھی اسے گلیت (Gilit) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ شینا ادب میں گلگت کے لیے گلیت کا نام ہی استعمال ہوتا ہے۔

(شینا زبان، ڈاکٹر ناموس، ص ۴۳)

(د) پونچھ

نامور چینی سیاح ہیون تسانگ نے ۶۳۳ عیسوی میں کشمیر کا تفصیلی دورہ کیا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں اس علاقے کا، جسے اب پونچھ کے نام سے پکارا جاتا ہے، تفصیلی ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ مقامی باشندے اس کو پنس یا پرونس یا پونچھ کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ کشمیری زبان میں اس علاقے کو اب بھی پرونس یا ''پرونژھ'' ہی کہتے ہیں۔ سنسکرت زبان میں کسی مملکت کے سرحدی علاقے کو پونچھ کہا جاتا ہے۔

مختلف تواریخ میں اس علاقے کا نام لوہارا یا لوہر کوٹ بھی ملتا ہے۔ لوہر کوٹ نام کے کھنڈرات اب بھی پونچھ شہر سے مشرق کی جانب چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہیں۔ غالباً یہ قدیم زمانہ میں سلطنت لوہارا کا صدر مقام تھا۔ پنڈت کلہن کے مطابق پونچھ کا شہر للتا دت نے ۶۹۵ء کے بہار میں تعمیر کیا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کشمیر کے راجہ نے یہاں گنڈریوں کے خاندان کی ایک حسین و جمیل لڑکی سے شادی کی تھی جس کا نام پونچھ تھا۔ یہ شہر اس کے نام پر تعمیر کیا گیا تھا چنانچہ اس کے آس پاس کا علاقہ بھی پونچھ کہلانے لگا۔

۱۸۴۶ء میں ریاست جموں کشمیر میں ڈوگرا اقتدار قائم ہونے کے بعد ۱۸۵۰ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے بھتیجے موتی سنگھ کو راجہ کا خطاب دے کر پونچھ کا علاقہ عطا کیا۔ ۱۸۸۸ء میں راجہ بلدیو سنگھ اور ۱۹۱۸ء میں راجہ سکھ دیو سنگھ نے گدی سنبھالی۔ ۱۹۲۷ء میں سکھ دیو سنگھ کی وفات پر پونچھ کا درجہ گھٹا کر جاگیر کر دیا گیا اور اس کا ایڈمنسٹریشن حکومت جموں کشمیر نے براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سکھدیو سنگھ کے بھائی جگت دیو سنگھ کو راجہ کا خطاب دے کر پونچھ کا جاگیردار بنا دیا گیا۔



نقشہ پونچھ جاگیر

محل وقوع

ریاست جموں کشمیر براعظم ایشیا کے تقریباً وسط میں اور برصغیر ہندو پاکستان کے عین شمال میں واقع ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے اسے ''ایشیا کا دل'' اور ''برصغیر کا تاج'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ریاست کے شمال میں تاجکستان اور چینی ترکستان (سنکیانگ) کا علاقہ ہے۔ مشرق میں تبت (چین)، جنوب میں بھارت اور پاکستان اور شمال مغرب میں افغانستان اور پاکستان کا شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے۔ اس طرح ریاست کی سرحدیں دنیا کے پانچ ممالک عوامی جمہوریہ چین، ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور جمہوریہ تاجکستان سے ملتی ہیں۔ پامیر کی بلند سطح مرتفع، جسے دنیا کی چھت کہا جاتا ہے (Roof of the World)، کشمیر کے شمال میں واقع ہے۔

ریاست کی ۷۵۰ میل سرحدیں عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ، ۳۰۰ میل بھارت کے ساتھ، ۷۰۰ میل پاکستان کے ساتھ اور ۵۰ میل افغانستان کے ساتھ ملتی ہیں۔ وسط ایشیا کی ریاست تاجکستان کو جموں کشمیر سے واخاں کی ایک تنگ پٹی جدا کرتی ہے۔ اس پٹی کو روس اور برطانوی سامراج نے ۱۸۹۰ء میں افغانستان میں شامل کرلیا تھا تاکہ زار روس کی افواج کو ریاست جموں کشمیر اور ہندوستان کی طرف پیش قدمی سے روکا جاسکے۔ ایک سمجھوتے کے تحت زار روس کی افواج نے پامیر سے آگے پیش قدمی نہ کرنے کا عہد کیا۔ ۲۰ میل چوڑی ''واخان'' کی پٹی کو ایک بفر زون (Buffer Zone) کی حیثیت سے افغانستان کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اس پٹی کی چوڑائی بعض مقامات پر صرف دس میل رہ جاتی ہے۔

قازقستان
الماآتا
فرونزے
کرغیزیہ
ازبکستان
تاشقند
فرغانہ
بخارا
سمرقند
ترکمانستان
عشق آباد
دوشنبہ
تاجکستان
کاشغر
یارقند
ختن
مشہد
ایران
افغانستان
کابل
اسلام آباد
پاکستان
جموں کشمیر
سرینگر
بھارت

جموں کشمیر ۔ گل وڑی حدود اربعہ

چوتھا باب

رقبہ

ریاست جموں کشمیر کا کل رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے۔ رقبہ کی صوبہ وار تقسیم ۱۵ ر اگست ۱۹۴۷ء کو حسبِ ذیل تھی:

صوبہ جموں	۱۲۳۷۸ مربع میل
صوبہ کشمیر	۸۵۳۹ مربع میل
سرحدی صوبہ لداخ و گلگت	۶۳۵۵۴ مربع میل
کل رقبہ	۸۴۴۷۱ مربع میل

رقبہ کے لحاظ سے ریاست جموں کشمیر دنیا کے ۱۱۰ آزاد ممالک سے بڑی ہے۔ ان ممالک کے رقبوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

نمبر شمار	نام ملک		رقبہ (مربع میل)
۱۔	گیانا	Guyana	83,000
۲۔	بیلا روس	Belarus	80,134
۳۔	کرغیزستان	Kyrghyzstan	76,642
۴۔	سینی گال	Senegal	75,750
۵۔	شام	Syria	71,498
۶۔	کمبوڈیا	Combodia	70,238

68,037	Uraguay	۷۔ یوراگوئے
63,170	Tunis	۸۔ تیونس
63,037	Suriname	۹۔ سری نام
55,813	Bangladesh	۱۰۔ بنگلہ دیش
55,136	Nepal	۱۱۔ نیپال
54,019	Tajikistan	۱۲۔ تاجکستان
51,146	Greece	۱۳۔ یونان
50,193	Nicaragua	۱۴۔ نکاراگوا
46,540	North Korea	۱۵۔ شمالی کوریا
45,747	Malavi	۱۶۔ ملاوی
44,365	Bulgaria	۱۷۔ بلغاریہ
44,218	Cuba	۱۸۔ کیوبا
43,490	Benin	۱۹۔ بنین
43,277	Hondoras	۲۰۔ ہنڈوراس
42,042	Guatemala	۲۱۔ گوئٹے مالا
39,769	Iceland	۲۲۔ آئس لینڈ
38,250	Liberia	۲۳۔ لائبیریا
38,025	South Korea	۲۴۔ جنوبی کوریا
37,737	Jordon	۲۵۔ اردن
36,390	Portugal	۲۶۔ پرتگال
36,170	Eritrea	۲۷۔ اریٹیریا

۲۸۔ ہنگری	Hungary	35,919
۲۹۔ آذربائی جان	Azerbaijan	33,400
۳۰۔ آسٹریا	Austria	32,375
۳۱۔ متحدہ عرب امارات	U.A.E	32,010
۳۲۔ چیک ری پبلک	Czech Republic	30,449
۳۳۔ پانامہ	Panama	29,765
۳۴۔ سیارالیون	Sierraleon	27,925
۳۵۔ آئرلینڈ	Ireland	27,136
۳۶۔ جارجیا	Georgia	26,911
۳۷۔ سری لنکا	Srilanka	25,332
۳۸۔ لتھوانیا	Lithuania	25,170
۳۹۔ لاتویا	Latvia	24,900
۴۰۔ کروایشیا	Croatia	24,819
۴۱۔ ٹوگو	Togo	21,622
۴۲۔ بوسنیا	Bosnia	19,741
۴۳۔ کوسٹاریکا	Costarica	19,652
۴۴۔ سلوواکیہ	Slovakia	18,932
۴۵۔ ڈومینکن ری پبلک	Dominican Republic	18,704
۴۶۔ بھوٹان	Bhutan	18,147
۴۷۔ اسٹونیا	Estonia	17,413
۴۸۔ ڈنمارک	Denmark	16,633

15,943	Switzerland	۴۹۔ سوئٹزرلینڈ
15,770	Netherlands	۵۰۔ نیدرلینڈ
13,948	Guinea Bissa	۵۱۔ گنی بساؤ
13,885	Taiwan	۵۲۔ تائی وان
13,012	Moldova	۵۳۔ مالدووا
11,780	Belgium	۵۴۔ بلجیم
11,720	Lesotho	۵۵۔ لیسوتھو
11,306	Armenia	۵۶۔ آرمینیا
11,100	Albania	۵۷۔ البانیہ
10,747	Burundi	۵۸۔ برونڈی
10,640	Soloman Islands	۵۹۔ جزائر سلیمان
10,579	Haiti	۶۰۔ ہیٹی
10,169	Ruwanda	۶۱۔ روانڈا
9,928	Macedonia	۶۲۔ مقدونیہ
8,950	Djibouti	۶۳۔ جبوتی
8,867	Belize	۶۴۔ بلائزے
8,124	El-Silvador	۶۵۔ ال سلواڈور
7,847	Israel	۶۶۔ اسرائیل
7,819	Slovenia	۶۷۔ سلووینیا
7,055	Fiji	۶۸۔ فجی
6,880	Kuwait	۶۹۔ کویت
6,705	Swazi Land	۷۰۔ سوازی لینڈ

5,700	Vanwatu	۷۱۔ وان واتو
5,380	Bahamas	۷۲۔ بہاماز
4,247	Qatar	۷۳۔ قطر
4,232	Jamaica	۷۴۔ جمیکا
4,127	Gambia	۷۵۔ گیمبیا
4,015	Lebanon	۷۶۔ لبنان
3,752	Cyprus	۷۷۔ قبرص
2,226	Brunai	۷۸۔ برونائی
1,980	Trinidad	۷۹۔ ٹرینی داد
1,557	Cape Verde	۸۰۔ کیپ وردی
1,133	Western Samova	۸۱۔ مغربی ساموا
999	Luxem Bourg	۸۲۔ لکسمبرگ
838	Comoros	۸۳۔ کوموروز
720	Mauritious	۸۴۔ ماریشس
372	Saotome	۸۵۔ ساؤتامے
290	Dominica	۸۶۔ ڈومی نیکا
270	Micronesia	۸۷۔ مائیکرونیزیا
270	Tonga	۸۸۔ ٹونگا
268	Bahrain	۸۹۔ بحرین
266	Kiribati	۹۰۔ کیری باتی
238	St. Lucia	۹۱۔ سینٹ لوشیا
224	Singapore	۹۲۔ سنگاپور



نقشہ وادی کشمیر

نواں باب

ریاست کی انتظامی تقسیم

ا۔ بھارت کے زیر کنٹرول علاقے

حالیہ اعداد وشمار کے مطابق بھارت کے زیر قبضہ جموں کشمیر کا علاقہ انتظامی طور پر ۱۴ اضلاع میں منقسم ہے۔ جس کی ضلع و تحصیل وار تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) صوبہ جموں

۱۔ ضلع جموں

اس ضلع کی چار تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل جموں، (۲) تحصیل سانبہ، (۳) تحصیل رنبیر سنگھ پورہ، (۴) تحصیل اکھنور

۲۔ ضلع کٹھوعہ

اس ضلع کی بھی چار تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل کٹھوعہ، (۲) تحصیل ہیرانگر، (۳) تحصیل بسوہلی، (۴) تحصیل بلاور

۳۔ ضلع اودھم پور

یہ ضلع چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل اودھم پور، (۲) تحصیل رام نگر، (۳) تحصیل ریاسی، (۴) تحصیل گلاب گڑھ

۔ ضلع راجوری

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل راجوری، (۲) تحصیل نوشہرہ، (۳) تحصیل بدھل

۔ ضلع پونچھ

اس ضلع کو تین تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱) تحصیل حویلی، (۲) تحصیل مینڈھر، (۳) تحصیل سُرن کوٹ (پونچھ)

۱۔ ضلع ڈوڈہ

ضلع ڈوڈہ چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل ڈوڈہ، (۲) تحصیل رام بن، (۳) تحصیل کشتواڑ، (۴) تحصیل بھدرواہ

(ب) صوبہ کشمیر

۱۔ ضلع سری نگر

اس ضلع میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل سری نگر، (۲) تحصیل گاندربل، (۳) تحصیل کنگن

۔ ضلع اننت ناگ

یہ ضلع چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل اننت ناگ (اسلام آباد)، (۲) تحصیل کلگام، (۳) تحصیل ڈورو، (۴) تحصیل کولگام

۔ ضلع بڈگام

اس ضلع کو چار تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱) تحصیل بڈگام، (۲) تحصیل پیرہ، (۳) تحصیل چاڈورا، (۴) تحصیل ماگام

ترال، (۴) تحصیل پامپور

۵۔ ضلع بارہ مولہ

ضلع بارہ مولہ کی ۷ تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل بارہ مولہ، (۲) تحصیل سوپور، (۳) تحصیل اوڑی، (۴) تحصیل بانڈی پورہ، (۵) تحصیل ٹنگمرگ، (۶) تحصیل سوناواری، (۷) تحصیل پٹن

۶۔ ضلع کپواڑہ

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل کپواڑہ، (۲) تحصیل ہندواڑہ، (۳) تحصیل کرناہ

(ج) صوبہ لداخ

۱۔ ضلع لداخ

ضلع لداخ کی دو تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل لیہ، (۲) تحصیل چوم

۲۔ ضلع کرگل

اس ضلع کی بھی دو تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل کرگل، (۲) تحصیل دراس

۲۔ پاکستان کے زیر کنٹرول علاقے

(الف) آزاد کشمیر

آزاد کشمیر کا خطہ سات اضلاع پر مشتمل ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ضلع میرپور

اس ضلع کی دو تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل میرپور، (۲) تحصیل ڈڈیال

۲۔ ضلع کوٹلی

ضلع کوٹلی تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل کوٹلی، (۲) تحصیل سہنسہ

(۳) تحصیل نکیال (فتح پور)

۳۔ ضلع پونچھ

ضلع پونچھ دو تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل راولا کوٹ، (۲) تحصیل ہجیرہ

۴۔ ضلع باغ

ضلع باغ میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل باغ، (۲) تحصیل حویلی، (۳) تحصیل دھیر کوٹ

۵۔ ضلع مظفر آباد

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل مظفر آباد، (۲) تحصیل ہٹیاں، (۳) تحصیل اٹھمقام

۶۔ ضلع سدھنوتی

یہ ضلع دو تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل پلندری، (۲) تحصیل تراڑکھل

۷۔ ضلع بھمبر

ضلع بھمبر میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل بھمبر، (۲) تحصیل سماہنی، (۳) تحصیل برنالہ

(ب) گلگت بلتستان

۱۔ ضلع گلگت

اس ضلع میں تین تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل گلگت، (۲) تحصیل نگر، (۳) تحصیل ہنزہ

۲۔ ضلع دیامر

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل چلاس، (۲) تحصیل استور، (۳) تحصیل داریل تانگیر

۳۔ ضلع غذر

ضلع غذر چار تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل پنیال، (۲) تحصیل اشکومن، (۳) تحصیل گوپس، (۴) تحصیل یاسین

۴۔ ضلع اسکردو

اس ضلع کی پانچ تحصیلیں ہیں: (۱) تحصیل سکردو، (۲) تحصیل رونددو، (۳) تحصیل شگر، (۵) تحصیل گلتری، (۵) تحصیل کھرمنگ

۵۔ ضلع گھانچی

یہ ضلع تین تحصیلوں پر مشتمل ہے: (۱) تحصیل خپلو، (۲) تحصیل سیاچن، (۳) تحصیل ماشربروم



نقشہ جموں کشمیر۔ سیاسی و انتظامی تقسیم

دسواں باب

موسم اور آب وہوا

ریاست جموں کشمیر کی آب وہوا کو مختلف خطوں میں تقسیم کر کے ہی بیان کیا جاسکتا ہے۔ ایک ایسی سرزمین جس کی سطح سمندر سے بلندی ۱۲۰۰ فٹ (جموں) سے ۲۵۵۶۱ فٹ (راکاپوشی) اور ۲۸۱۰۰ فٹ (گیشر بروم) تک جاری ہو، وہاں آب وہوا کا متنوع ہونا قدرتی امر ہے۔ چنانچہ اسے الگ الگ ڈویژنوں میں بیان کیا جائے گا۔

جموں ڈویژن

جموں کے پہاڑی علاقوں کو چھوڑ کر بقیہ میدانی علاقے استوائی گرمی اور مون سون کی حدود میں آتے ہیں۔ یہاں موسم کے لحاظ سے سال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔	موسم سرما	نومبر سے فروری تک
۲۔	موسم گرما	مارچ سے وسط جون تک
۳۔	موسم برسات	وسط جون سے اکتوبر تک

سردیوں کے موسم میں یہاں اوسط درجہ حرارت کم سے کم ۵ ڈگری اور زیادہ سے زیادہ ۲۶ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ گرمیوں میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ لو چلتی ہے اور اوسط درجہ حرارت کم سے کم ۱۸ درجے اور زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجے سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ برسات کے موسم میں گرمی کی شدت اور برسات مل کر قیامت کا حبس پیدا کرتی ہیں اور بعض اوقات ہوا میں نمی کا تناسب (Humidity) ۸۵ فیصد تک بڑھ جاتا ہے۔ جموں کے علاقے میں بارش

سالانہ اوسط ۹۶ سینٹی میٹر ہے۔

صوبے کے پہاڑی علاقوں جن میں بھدرواہ، ڈوڈہ، کشتواڑ، بنوت، رام بن وغیرہ علاقے شامل ہیں۔ آب وہوا وادی کشمیر سے ملتی جلتی ہے۔

کشمیر ڈویژن

کشمیر میں سال کو چھ موسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ سونتھ یا سونت کال	(Sonth)	(بہار)	وسط مارچ سے وسط مئی تک
۲۔ گریشم	(Grisham)	(گرما)	وسط مئی سے وسط جولائی تک
۳۔ وہرات	(Wahrat)	(برسات)	وسط جولائی سے وسط ستمبر تک
۴۔ ہرد	(Harud)	(خزاں)	وسط ستمبر سے وسط نومبر تک
۵۔ وندہ	(Wandh)	(سرما)	وسط نومبر سے وسط جنوری تک
۶۔ ششر	(Shishur)	(سخت سردی)	وسط جنوری سے وسط مارچ تک

بقول سر والٹر لارنس وادی کشمیر کی آب وہوا کا موازنہ موسم بہار میں سوئٹزرلینڈ سے اور جولائی اگست میں جنوبی فرانس سے کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کوئی خطہ اس کرۂ ارض پر نہیں ہے جس کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہا جا سکے کہ وہاں کی آب وہوا مکمل طور پر کشمیر جیسی ہے۔

غیر ملکی سیاحوں میں سے لارنس (Lawrence) کے علاوہ برنیئر (Bernier)، فورسٹر (Forster)، وائین (Vigne)، سٹین (Stein)، فریڈرک ڈریو (Fredrick Drew)، گوڈون آسٹن (Godwin Austin)، اولڈھم (Oldham)، جوشوا ڈیوک (Joshua Duke) اور بہت سے دوسرے مورخین اور محققین نے کشمیر کے ارضیاتی حسن اور آب وہوا کی پاکیزگی کی تعریف کی ہے۔

موسم سرما میں یہاں کا درجہ حرارت کم سے کم ۶ درجہ اور زیادہ سے زیادہ ۱۴ درجہ سینٹی گریڈ رہتا ہے۔ جھیلیں جم جاتی ہیں۔ جنوری کا مہینہ سرد ترین مہینہ ہوتا ہے۔ سرما میں شدید

برف باری ہوتی ہے۔ بہار کا موسم خوبصورت ترین موسم ہے جس میں اوسط درجہ حرارت کم سے کم ۱۲ درجہ اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ ڈگری رہتا ہے۔ اس موسم میں ساری وادی سبزہ اور پھولوں سے مزین ہو جاتی ہے۔ موسم گرما میں جولائی گرم ترین مہینہ ہوتا ہے جس میں درجہ حرارت ۳۷ ڈگری سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ سری نگر میں بارش کا سالانہ اوسط ۸۴ سینٹی میٹر ہے۔

لداخ ڈویژن

اس خطہ کی آب و ہوا خشک لیکن صحت بخش ہے۔ بارش بالکل معمولی ہوتی ہے۔ لیہ میں بارش کا سالانہ اوسط صرف ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔ برف باری بہت ہوتی ہے۔ بادل کے چمکنے اور گرجنے کا یہاں کوئی نشان نہیں۔ درجہ حرارت میں اتار چڑھاؤ روپشو کے علاقہ میں بہت شدید ہوتا ہے۔ والٹر لارنس نائٹ (Knight) کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "فضا اتنی بلکی اور نمی سے عاری ہوتی ہے کہ درجہ حرارت کا اتار چڑھاؤ بہت شدید ہوتا ہے۔ دن کے وقت چٹانیں سورج کی گرمی سے اس قدر تپ جاتی ہیں کہ انہیں ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا لیکن سائے میں ہوا انتہائی خنک ہوتی ہے۔ ایک جانب دھوپ کی تمازت سے شدید گرمی اور دوسری جانب تکلیف دہ حد تک سردی یہاں کے عام معمولات میں سے ہے۔ لیہ میں گرمیوں میں درجہ حرارت کا اوسط کم سے کم ۷ ڈگری اور زیادہ سے زیادہ ۲۸ درجہ سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔

- لداخ کا کوئی بھی حصہ سطح سمندر سے آٹھ ہزار فٹ سے کم بلندی پر واقع نہیں ہے۔ آبادی عام طور پر سطح سمندر سے بارہ ہزار سے پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتی ہے۔ پندرہ ہزار فٹ کی بلندی تک فصلیں بوئی اور کاٹی جاتی ہیں لیکن اس سے اوپر نہ تو کوئی ہریالی ملتی ہے نہ ہی کوئی جنگلی جانور۔ لداخ کے بعض پہاڑ ایسے ہیں جہاں ہمیشہ تازہ برف موجود رہتی ہے۔ بعض وادیاں ایسی ہیں جہاں قطعاً برف باری نہیں ہوتی البتہ وہاں صرف سرد و خشک ہوائیں چلتی ہیں۔ ایسے علاقوں میں آبادی کا نام و نشان نہیں۔

گلگت

گلگت کے میدانی علاقوں میں آب وہوا گرمیوں میں خشک اور گرم رہتی ہے۔ آس پاس کے پہاڑ چونکہ جنگل سے بالکل خالی ہیں، اس لیے سورج کی تپش سے چٹانیں بہت گرم ہو جاتی ہیں اور درجہ حرارت ۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔ سردیوں میں برف پڑتی ہے لیکن گلگت شہر میں چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتی۔ بارش بہت کم ہوتی ہے۔ گلگت شہر کا علاقہ سطح سمندر سے ۴۸۰۰ فٹ بلند ہے۔ جبکہ وادی ہنزہ ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں کا زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت گرمیوں میں ۲۸ درجہ سینٹی گریڈ ہوتا ہے جبکہ سردیوں میں کم سے کم صفر درجہ تک گر جاتا ہے۔ گلگت کا زیریں علاقہ بونجی اور چیلاس وغیرہ گرمیوں میں بہت گرم ہوتا ہے جبکہ وادی استور کی آب وہوا کشمیر سے ملتی ہے۔

بلتستان

بلتستان کا خطہ چھ وادیوں پر مشتمل ہے، شگر، سکردو، خپلو، روندو، کھرمنگ اور گلتری۔ سکردو اور شگر کی وادیاں سطح سمندر سے ۷۵۰۰ فٹ اور خپلو کی وادی ۸۴۰۰ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ سردیوں میں یہاں کا درجہ حرارت منفی ۱۵ ڈگری سینٹی گریڈ تک گر جاتا ہے جبکہ گرمیوں میں بھی ۴۰ درجہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ البتہ گرمیوں میں دریائے سندھ کے کنارے ریتلے علاقوں میں، خاص طور پر روندو میں بہت گرمی پڑتی ہے۔ سکردو اور شگر میں وسط دسمبر سے وسط مارچ تک برف رہتی ہے۔ بہار اور خزاں کے موسم بہت خوشگوار ہوتے ہیں۔

بلتستان پھلوں کی سرزمین ہے۔ یہ خطہ سیاحوں کی جنت کہلاتا ہے کیونکہ قطبین کے بعد دنیا کے بڑے بڑے گلیشیرز مثلاً سیاچن، بالتورو، بیافو، سنولیک، چھوغولنگما اور گونڈوگورو کے علاوہ دنیا کی بلند ترین چوٹیاں کے۔ٹو، براڈ پیک، گاشابروم، چھوغولنگما، گولڈن تھرون، ماشابروم اور مستاغ ٹاور اسی علاقہ میں واقع ہیں۔ بلتستان میں دنیا کا خوبصورت ترین اور

بلند ترین سطح مرتفع میدان دیوسائی بھی واقع ہے جسے قدرت نے انواع و اقسام کے پھولوں اور جڑی بوٹیوں سے نواز رکھا ہے۔ اس میدان میں کئی خوبصورت جھیلیں بھی ہیں۔ بلتستان کو مختلف تواریخ میں تبت خورد، بیالتے، بلورستان اور بالتی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

گیارھواں باب

کوہستانی سلسلے

سلسلہ پیر پنجال

یہ سلسلہ رام بن سے شروع ہو کر وادیٔ کشمیر کے جنوب مغرب میں مظفر آباد کے آخری سرے تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ سلسلہ ۲۸۸ کلومیٹر لمبا اور ۳۰ سے ۵۰ کلومیٹر تک چوڑا ہے۔ اس سلسلے میں درۂ پیر پنجال، درۂ بانہال، درۂ حاجی پیر، درۂ رتن پیر، درۂ پیر ام گلہ اور درۂ گلاب گڑھ شامل ہیں جن کا تفصیلی ذکر مشہور دروں کے ضمن میں آئے گا۔ اس سلسلہ کا سب سے اونچا پہاڑ تتہ کوٹی ہے جو ۱۵۵۲۴ فٹ بلند ہے۔ گل مرگ کے قریب اس سلسلہ کوہ کی اونچائی ۱۲۵۰۰ فٹ ہے۔

سلسلہ شوالک (Shivalak)

کم تر بلندی کے پہاڑوں کا یہ سلسلہ صوبہ جموں کے جنوبی میدانی علاقے اور سلسلہ پیر پنجال کے درمیان ۲۴۰ کلومیٹر تک (۱۵۰ میل) پھیلا ہوا ہے۔ اودھم پور، ریاسی، رام نگر، میر پور اور پونچھ کے علاقے اسی سلسلہ کوہ میں واقع ہیں۔ اس کی بلندی ۲۰۰۰ فٹ اور ۳۰۰۰ فٹ کے درمیان ہے۔

کوہستان زنسکار (Zanskar)

یہ سلسلہ کوہ ریاست کی جنوب مشرقی سرحد سے شمال مغرب کی طرف بلتستان کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ وادی چناب اور وادیٔ کشمیر کو لداخ سے جدا کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ

میں یہ جموں اور کشمیر کے صوبہ جات اور لداخ کے درمیان حد فاصل کا کام دیتا ہے۔ ۲۳۴۰۰ فٹ بلند چوٹی نونکنہ (Nunkun) اسی سلسلے میں واقع ہے اور لداخ کو جموں اور کشمیر سے ملانے والے درۂ ماربل سمیت کئی درّے اس میں موجود ہیں۔ درۂ زوجیلا، جس کی بلندی ۱۳۰۰۰ فٹ ہے زنسکار کے انتہائی شمال مغرب میں واقع ہے۔ زنسکار کا سلسلہ کوہ عظیم تر سلسلہ ہمالیہ کا ایک حصہ ہے۔ کوہستان زنسکار سے کئی دریا نکل کر شمال کی طرف بہتے ہوئے دریائے سندھ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جن میں دریائے ہانلے، دریائے کھرنا، دریائے زنسکار، دریائے سورو اور دریائے شنگو شامل ہیں۔

سلسلہ قراقرم (Karakoram)

سلسلہ قراقرم پامیر کے قریب کوہ ہندوکش کے انتہائی شمال سے شروع ہو کر بلتستان کے شمال سے ہوتا ہوا شمال مشرق میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی کل لمبائی ۴۸۲ کلومیٹر (۳۰۰ میل) ہے۔ چوڑائی ۳۶ کلومیٹر (۶۹ میل) سے ۴۸ کلومیٹر (۳۰ میل) ہے۔ قراقرم کا یہ سلسلہ ریاست جموں کشمیر کو تبت، چین اور ترکستان کی ریاستوں سے جدا کرتا ہے۔ سائبیریا کی سرد ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ سلسلہ قراقرم میں ۳۰۰ چوٹیاں ۵۲۰۰ فٹ سے ۲۸۰۰۰ فٹ تک بلند ہیں جن میں سے ۱۵۰ چوٹیاں بلتستان میں واقع ہیں۔ کے ٹو (K-2) کی چوٹی، جو دنیا کی بلند چوٹیوں میں دوسرے نمبر پر ہے (۲۸۲۵۰ فٹ)، اسی سلسلے میں واقع ہے۔ ماشربروم، گیشربروم اور سیاچن سمیت بڑے بڑے گلیشیر اسی سلسلۂ کوہستان میں واقع ہیں۔ کئی پہاڑی جھیلیں اور گرم پانی کے چشمے مختلف وادیوں میں موجود ہیں جن کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ سلسلہ قراقرم کی وادیاں کئی دریاؤں اور ندی نالوں کو جنم دیتی ہیں جو آخرکار دریائے سندھ میں شامل ہو کر اس کا حجم بڑھاتے ہیں۔ ۱۸۳۰۰ فٹ بلند درۂ قراقرم کشمیر اور وسط ایشیا کی دوسری ریاستوں کے درمیان ایک تاریخی گزرگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں درۂ شلکسگام، درۂ آغل اور درۂ خنجراب اسی سلسلے میں واقع ہے۔ قراقرم ترکی زبان کا

(۲) کوہستانی سلسلے

ہے جس کے معنی ہیں "کالی چٹانیں"۔

سلسلہ ہندوکش

یہ سلسلہ کوہ گلگت کے شمال میں پامیر کے قریب سے شروع ہو کر جنوب مغرب کی جانب پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) میں دور تک چلا گیا ہے۔ اس سلسلہ کوہ کے مغرب میں واخان کی ایک تنگ پٹی جموں کشمیر کے صوبہ گلگت کو وسط ایشیا سے جدا کرتی ہے۔ یہ پٹی زار روس کی حکومت اور حکومت برطانیہ کے مابین ۱۸۹۰ء میں طے پانے والے ایک معاہدہ کے تحت افغانستان میں شامل کی گئی تھی تاکہ دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان غیر جانبدار علاقہ کا کام دے سکے۔

سلسلہ ہندوکش میں واقع درہ مِنتکا، درہ کلک، درہ چلینجی اور درہ کرمبر کشمیر کو وسط ایشیا کی دیگر ریاستوں سے ملاتے ہیں۔ اس سلسلہ کوہ کے دامن سے دریائے چترال، دریائے اشکومن، دریائے غذر، دریائے گلگت اور دریائے شندور نکلتے ہیں جو آگے جا کر باہم اکٹھے ہو کر دریائے سندھ میں شامل ہوتے ہیں۔

سلسلہ نانگا پربت

شمال مغرب سے جنوب مشرق کی جانب یہ سلسلہ کوہ چیلاس اور استور کے درمیان واقع ہے۔ دس میل تک اس کی بلندی ۲۲۰۰۰ فٹ ہے۔ پھر ۲۰ میل تک اس کی بلندی ۱۴۰۰۰ فٹ رہ جاتی ہے۔ ۸۰ میل کے بعد اس کی بلندی پھر ۱۷۰۰۰ فٹ اور ۱۷۰۰۰ فٹ کے درمیان ہو جاتی ہے۔ جبکہ اس کی چوٹیاں ۲۰۰۰۰ فٹ تک چلی جاتی ہیں۔ اس طرح نانگا پربت کا یہ سلسلۂ کوہ ۱۲۰ میل لمبائی اور ۱۲ تا ۲۴ میل چوڑائی پر پھیلا ہوا ہے۔ مشرق میں جا کر یہ سلسلہ پیر پنجال سے مل جاتا ہے۔ نانگا پربت اس سلسلہ کی سب سے اونچی چوٹی ہے جس کی بلندی ۲۶۶۶۰ فٹ ہے۔

کوہستان دیوسائی

ریاست کے صوبہ کشمیر اور گلگت بلتستان کے درمیان کوہستان دیوسائی کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ اس سلسلہ میں اسی نام کا ایک میدان ہے جس کا رقبہ ۵۸۰ مربع میل ہے۔ یہ سارا علاقہ غیر آباد ہے اور چاروں طرف سے سنگلاخ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے جن کی بلندی ۱۶۰۰۰ فٹ سے ۱۷۰۰۰ فٹ تک ہے۔ گریز سے اسکردو جانے والی سڑک دیوسائی سے گزر کر جاتی ہے۔ درۂ تراگ بل اور درۂ برزل اس سلسلہ کے دو اہم درّے ہیں جو وادیٔ کشمیر کو بلتستان اور گلگت سے ملاتے ہیں۔

کوہ ہرمکھ

کوہستان ہمالیہ کی ایک شاخ ہے جو وادیٔ جہلم اور وادیٔ نیلم (کشن گنگا) کے درمیان واقع ہے۔ یہ وادیٔ کشمیر کے شمال مشرقی حصہ میں سری نگر سے بالکل شمال کی جانب واقع ہے۔ صبح اور شام کو چھوڑ کر باقی سارا دن بادل چھائے رہتے ہیں۔ چوٹی کا نام بھی ہرمکھ ہے جو ۱۶۹۸۰ فٹ بلند ہے۔ چوٹی مربع شکل کی ہے اور ہر طرف سے نظر آتی ہے اسی لیے اس کا نام ہرمکھ پڑ گیا ہے۔

کوہ گوشہ براری

پہل گام سے شمال مشرق کی جانب دریائے لدر کے دائیں کنارے کی جانب گوشہ براری کا پہاڑ واقع ہے۔ اس کی بلندی ۱۷۸۰۰ فٹ ہے۔ کولاہائی گلیشیر اسی پہاڑ پر واقع ہے۔

آتش فشاں پہاڑ

اوتر مچھی پورہ (ہندواڑہ) میں ایک آتش فشاں پہاڑ واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۶۰۰۰ فٹ بلند ہے۔ ۱۷۷۸ء میں پورے ایک سال تک اور ۱۸۳۸ء میں ایک ماہ تک یہ پہاڑ آگ اگلتا رہا۔ سربل ناگ ہرمکھ کی چوٹی میں واقع ہے۔ یہاں سے جھیل ولر کے شمال مشرقی حصے کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

بارہواں باب

ریاست کے بڑے اور چھوٹے دریا

ریاست کے بڑے دریاؤں کی تعداد آٹھ ہے۔ اور ان کے چھوٹے معاون دریاؤں کی ۳۶۔ اگلی سطور میں ان تمام دریاؤں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ چھوٹے معاون دریاؤں کو ندی کا نام دیا گیا ہے۔

ا۔ دریائے سندھ

اس کا انگریزی نام انڈس (Indus)، سنسکرت نام سندھو، یونانی نام سنتھوس (Sinthos)، تبتی نام سنگے کھا ب (Sanghe Khabab) یعنی شیر کے دہانے والا ہے۔ ایک انگریز مصنف نے اس پر کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "شیر دریا" ہے۔ اس کی کل لمبائی اپنے منبع سے دہانے تک ۲۸۸۰ کلو میٹر یعنی ۱۸۰۰ میل ہے۔

یہ دریا مغربی تبت میں ۱۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر جھیل مانسرور سے جنم لیتا ہے۔ لداخ میں داخل ہو کر ۳۰۰ میل تک شمال مغرب کی جانب لداخ اور زنسکار کے درمیان سفر جاری رکھتا ہے۔ گلگت میں داخل ہونے کے بعد اس کا رخ اچانک جنوب کی جانب ہو جاتا ہے۔ دریائے زنسکار، شیوک، شگر اور گلگت کو ساتھ لے کر پاکستان میں داخل ہو جاتا ہے جہاں تربیلہ کے مقام پر اس پر ایک عظیم بند تعمیر کیا گیا ہے۔ اٹک کے قریب دریائے کابل اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ آگے جا کر پاکستان کے سارے ہی دریا اس میں ضم ہو جاتے ہیں۔ کراچی کے مقام پر یہ عظیم دریا بحیرۂ عرب میں گر جاتا ہے۔

دنیا کا کوئی اور دریا ایسا نہیں ہے۔ جس کی اتنے بہت سارے گلیشیرز نے پرورش کی ہو۔ کسی بھی دریا کو دنیا کی مشہور ترین چوٹیوں سے بہہ کر آنے والی ندیوں کی مدد حاصل نہیں ہے، جن میں کے ٹو، ترچ میر، گیشیر برووم، راکاپوشی، نانگا پربت وغیرہ شامل ہیں۔ لداخ میں داخل ہونے سے سزین کے مقام پر ریاست کی حدود سے نکلنے تک اس میں ۲۵ چھوٹے دریا (ندیاں) شامل ہوتے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) ہانلے ندی (Hanle)

لداخ کی انتہائی جنوب مشرقی سرحد سے نکل کر شمال کی طرف بہتی ہوئی سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ب) کھرنا ندی (Khurna)

جنوب مشرقی زنسکار سے نکل کر شمال مغرب کی طرف بہتی ہوئی زنسکار ندی میں اور شمال کی طرف سٹوک اور سپل کوسپا کے درمیان سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ج) زنسکار ندی (Zanskar)

اس کی ایک شاخ جنوب مشرقی زنسکار میں روپشو کے علاقے سے نکل کر مغرب کو بہتی ہوئی زنسکار کے صدر مقام پر پہنچتی ہے۔ دوسری شاخ وسطی زنسکار کے مختلف گلیشیرز سے نکل کر جنوب مشرق کو بہتی ہوئی پدم پہنچتی ہے۔ یہاں سے اس کا رُخ شمال کو ہو جاتا ہے اور یہ کھرنا ندی کو ساتھ ملاتی ہوئی سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔ زورا ندی جنوبی سرحد کے علاقہ سے نکل کر شمال کو بہتی ہوئی زنسکار ندی میں شامل ہو جاتی ہے۔

(د) سورو ندی (Suru)

وسطی زنسکار میں نون کن چوٹی (Nunkun) کے دامن میں جنم لیتی ہے اور بالکل شمال کی طرف بہتی ہوئی کرگل کے شمال میں دریائے سندھ میں شامل ہوتی ہے۔

(ر) دراس ندی (Dras)

دراس ندی کی مختلف شاخیں مغربی زنسکار میں مختلف گلیشیرز سے جنم لے کر شمال کی طرف بہتی ہوئی کرگل کے قریب سرو ندی سے مل جاتی ہے اور پھر شمال میں مارول کے مقام پر سندھ میں گر جاتی ہے۔

(س) شنگو ندی (Shingo)

شنگو ندی کی شاخیں دیوسائی کے برفیلے میدان میں جنم لے کر جنوب مشرق کو بہتی ہوئی اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پھر دراس اور سورو سے مل کر شمال میں سندھ میں شامل ہوتی ہیں۔

(ص) دریائے شگر

شگر ندی کی ایک شاخ میشر بروم اور ستورو گلیشیر میں جنم لے کر مغرب کی سمت بہتی ہوئی ننڈورا کے مقام پر دوسری شاخ میں شامل ہو جاتی ہے جو چوغولنگمو گلیشیر میں پیدا ہو کر مشرق کی جانب بہتی ہے۔ یہاں سے یہ دونوں مل کر شگر سے ہوتے ہوئے اسکردو کے مقام پر سندھ میں شامل ہو جاتی ہیں۔

(ط) استور ندی (Astore)

اس کی ایک شاخ دیوسائی کے علاقہ سے مغرب کی طرف استور پہنچتی ہے اور دوسری شاخ رگو کی طرف سے شمال کی جانب بہتی ہوئی اس سے آ کر مل جاتی ہے۔ استور سے شمال مغرب کی جانب بہتی ہوئی یہ بونجی کے جنوب میں دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ع) تانگیر ندی (Tangir)

صوبہ گلگت اور پاکستان کی سرحد پر سزین کے مقام پر تانگیر کے علاقہ سے تانگیر ندی آ کر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

۲۔ دریائے شیوک (Shyok)

لداخ کے شمال میں واقع شیوک ڈیم سے ایک دریا جنم لیتا ہے جو جنوب مشرق کی

(ر) دراس ندی (Dras)

دراس ندی کی مختلف شاخیں مغربی زنسکار میں مختلف گلیشیرز سے جنم لے کر شمال کی طرف بہتی ہوئی کرگل کے قریب سرو ندی سے مل جاتی ہے اور پھر شمال میں مارول کے مقام پر سندھ میں گر جاتی ہے۔

(س) شنگو ندی (Shingo)

شنگو ندی کی شاخیں دیوسائی کے برفیلے میدان میں جنم لے کر جنوب مشرق کو بہتی ہوئی اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پھر دراس اور سورو سے مل کر شمال میں سندھ میں شامل ہوتی ہیں۔

(ص) دریائے شگر

شگر ندی کی ایک شاخ میشر بروم اور ستورو گلیشیر میں جنم لے کر مغرب کی سمت بہتی ہوئی ٹنڈورا کے مقام پر دوسری شاخ میں شامل ہو جاتی ہے جو چوغولنگمو گلیشیر میں پیدا ہو کر مشرق کی جانب بہتی ہے۔ یہاں سے یہ دونوں مل کر شگر سے ہوتے ہوئے اسکردو کے مقام پر سندھ میں شامل ہو جاتی ہیں۔

(ط) استور ندی (Astore)

اس کی ایک شاخ دیوسائی کے علاقہ سے مغرب کی طرف استور پہنچتی ہے اور دوسری شاخ رگو کی طرف سے شمال کی جانب بہتی ہوئی اس سے آ کر مل جاتی ہے۔ استور سے شمال مغرب کی جانب بہتی ہوئی یہ بونجی کے جنوب میں دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ع) تانگیر ندی (Tangir)

صوبہ گلگت اور پاکستان کی سرحد پر سزین کے مقام پر تانگیر کے علاقہ سے تانگیر ندی آ کر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتی ہے۔

۲۔ دریائے شیوک (Shyok)

لداخ کے شمال میں واقع شیوک ڈیم سے ایک دریا جنم لیتا ہے جو جنوب مشرق کی

طرف بہتا ہوا شیوک ٹاؤن پہنچتا ہے۔ یہاں سے دریا کا رُخ شمال مغرب کی طرف ہو جاتا ہے اور یہ دوسرے ندی نالوں کو ساتھ لیتا ہوا چلو سے گزرتا ہوا کیرس (Kiris) کے مقام پر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے معاون دریاؤں/ندیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) چپ چاپ ندی (Chip Chap)

اس کی ایک شاخ لداخ کی شمال سرحد کے قریب چپ چاپ گلیشیر سے نکل کر مغرب کی سمت بہتی ہوئی گپشان (Gapshan) پہنچتی ہے۔ یہاں اس میں ریمو Rimo گلیشیر کی طرف سے دوسری شاخ مل جاتی ہے اور یہ جنوب کی طرف بہتی ہوئی شیوک ڈیم کے قریب دریائے شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ب) گلوان ندی (Galwan)

اقصائے چین کے جنوب میں سام زگ لنگ (Samzugling) کے علاقے سے شروع ہو کر مغرب کی جانب بہتی ہوئی دریائے شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ج) چنگ چن مو (Chang Chenmo)

لداخ کے میدان چنگ چن مو میں پامزل کے جوار میں مختلف چھوٹی ندیوں سے مل کر بنتی ہے اور مغرب کو بہتی ہوئی دریائے شیوک میں داخل ہو جاتی ہے۔

(د) نوبرا ندی (Nubra)

نوبرا ندی سیاچین گلیشیر سے نکلتی ہے اور جنوب مشرق کو سفر کرتی ہوئی دوسری ندیوں کو ساتھ ملاتی ہوئی تیگور کے مقام پر شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ر) سلتورو ندی (Saltoro)

اس کی ایک شاخ سلتورو کنگری چوٹی کے دامن سے شروع ہو کر جنوب مغرب کی طرف بہتی ہے۔ دوسری شاخ شمال میں ماشیر بروم چوٹی کے دامن سے نکل کر جنوب کی

طرف بہتی ہے اور سلتورو ندی میں شامل ہوتی ہے۔ خپلو کے قریب یہ ندی شیوک دریا میں شامل ہو جاتی ہے۔

(س) پانگ کانگ

پانگ کانگ جھیل کے نواح میں ایک ندی نکل کر شمال مغرب کو بہتی ہوئی دریائے شیوک میں شامل ہو جاتی ہے۔

۳۔ دریائے گلگت

دریائے گلگت صوبہ گلگت کے انتہائی شمالی اور شمال مغربی علاقوں کے مختلف گلیشیرز اور وادیوں سے بہہ کر آنے والے مختلف چھوٹے دریاؤں اور ندیوں کے اجتماع سے بنتا ہے۔ اس لیے ہم اس کا ذکر اس کے معاون دریاؤں اور ندیوں سے کریں گے۔

(الف) خنجراب ندی (Khunjerab)

گلگت کی شمالی سرحد میں واقع درہ خنجراب کے شمال اور جنوب میں برف پوش پہاڑوں کی وادیوں اور گلیشیرز سے وجود میں آتی ہے اور کچھ دور مغرب کی جانب سفر کر کے جنوب کا رُخ کرتی ہے۔

(ب) گوجراب ندی (Gujerab)

گوجراب کے سلسلہ کوہ میں برفانی گھاٹیوں اور چھوٹے گلیشیرز سے جنم لے کر ایک بڑی ندی کی شکل دھار لیتی ہے اور مغرب کی جانب بہتی ہوئی دریائے خنجراب میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ج) مسگر ندی (Misgar)

گلگت کی شمالی سرحد پر درہ منتکا اور درّہ کلک کی گھاٹیاں اس کا منبع ہیں۔ جنوب مشرق کی طرف بہتی ہوئی خنجراب ندی میں شامل ہو جاتی ہے۔

(د) چپرسن ندی (Chapursan)

گلگت کے شمال مغرب میں درہ چلنجی اور ''کمپیری دیور'' چوٹی کے دامن سے جنم لیتی ہے اور مشرق کی سمت بہتی ہوئی خدا آباد کے قریب خنجراب ندی میں ضم ہو جاتی ہے۔

(ر) شمشال ندی (Shimshal)

گلگت کے شمال مشرقی خطہ میں درہ شمشال کے جنوب میں واقع ورجراب گلیشیر اور دوسرے گلیشیرز سے جنم لے کر مغرب کی جانب بہتی ہوئی پاسو (Pasu) کے مقام پر دریائے خنجراب میں شامل ہو جاتی ہے۔ یہاں سے اس کا نام دریائے ہنزہ ہو جاتا ہے۔

(س) ہنزہ ندی (Hunza)

شمال سے مختلف سمتوں سے بہہ کر آنے والی ندیاں پاسو تک ایک بڑی ندی یا دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یہاں سے اس کا نام ہنزہ ندی پڑ جاتا ہے۔ نگر تک جنوب کی سمت سفر کرنے کے بعد مغرب کا رُخ اختیار کر لیتی ہے۔ ہنزہ سے گزر کر چھلت تک مغرب میں بہنے کے بعد یک لخت جنوب کا رُخ کر لیتی ہے اور وادی نومل سے ہوتی ہوئی گلگت شہر میں آ کر دریائے گلگت میں شامل ہو جاتی ہے۔ ہنزہ ندی کی ریت سے سونا نکالا جاتا ہے۔

(ص) اشکومن ندی (Ishkuman)

گلگت کے شمال مغرب میں صوبہ سرحد کی سرحد کے قریب کوہ ہندوکش کے دامن میں مختلف مقامات پر جنم لے کر اشکومن کے مقام پر ایک ندی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور جنوب کی طرف بہتی ہوئی چٹر کھنڈ سے گزر کر گاکوچ کے مقام پر مغرب سے آنے والے دریائے غذر سے مل جاتی ہے۔ یہاں سے اس دریا کا نام دریائے گلگت پڑ جاتا ہے۔

(ط) یاسین ندی (Yasin)

یہ ندی درہ درکوٹ کے قریب شمال مغربی سرحد پر واقع گلیشیرز سے جنم لے کر چھوٹے ندی نالوں کو ساتھ ملاتی ہوئی جنوب کی طرف بہتی ہوئی گوپس کے مقام پر دریائے غذر میں

شامل ہو جاتی ہے۔

(ع) دریائے غذر (Ghizar)

اس کا منبع گلگت کی مغربی سرحد پر واقع درۂ شندور کے جنوب کا علاقہ ہے۔ مختلف ندی نالوں کی شکل میں شمال کی طرف بہتا ہوا چھاشی کے مقام پر ایک دریا کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور شمال مشرق کی جانب رُخ کر کے گوپس میں اشکومن ندی کو ساتھ لے کر گاکوچ پہنچتا ہے۔ یہاں سے اس کا نام ''دریائے گلگت'' ہے۔ یہ شیر قلعہ سے ہوتا ہوا گلگت شہر میں پہنچتا ہے جہاں اس میں شمال کی طرف سے آنے والا دریائے ہنزہ شامل ہو جاتا ہے۔

گلگت شہر سے جنوب مشرق کی سمت ۳۰ کلومیٹر کے بعد یہ دریا دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔

۴۔ دریائے نیلم (کشن گنگا)

دریائے نیلم کا پرانا نام کشن گنگا ہے۔ یہ صوبہ کشمیر میں وادئ تلیل کے مشرقی حصہ سے نکل کر مغرب کی جانب بہتا ہوا برزل نالہ کو ساتھ لے کر وادئ نیلم میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں سے اس کا رُخ جنوب مغرب کی طرف ہو جاتا ہے۔ مظفرآباد پہنچ کر یہ دریائے جہلم میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کی لمبائی ۱۸۰ میل ہے۔ ساری گزرگاہ پہاڑی ہے اس لیے اس میں کسی بھی مقام پر کشتی رانی نہیں ہوتی تاہم اس دریا میں برقی قوت پیدا کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔

دریائے نیلم کے معاون نالوں اور ندیوں میں راٹن ندی وادئ تلیل کے جنوب میں شامل ہو جاتی ہے۔ برزل ندی وادئ گریز کے شمال مشرق سے آ کر شامل ہو جاتی ہے۔ مزحل نالہ دریا کے بائیں جانب سے اور کیلاب دائیں جانب سے شامل ہوتا ہے۔ دراوہ میں شاردا کے قریب سرگن نالہ شامل ہو جاتا ہے۔ جاگراں نالہ بھی دائیں جانب سے آ کر اس دریا میں گرتا ہے۔ نیلوال کے قریب وادئ کرناہ کی ندیوں کا پانی قاضی ناگ ندی میں

جمع ہو کر نیلم میں شامل ہو جاتا ہے۔

۵۔ دریائے جہلم (Jhelum)

رگ وید میں اس دریا کا نام وِتستا (Vitasta) آیا ہے۔ کشمیری میں اسے وِتھ (Veth) اور یونانی اسے ہیڈسپس (Hidaspes) کہتے ہیں۔ اس کی کل لمبائی ۴۵۰ میل ہے۔

جہلم کا منبع چشمہ ویری ناگ ہے جو سطح سمندر سے ۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ شاہ آباد ڈورو، اسلام آباد، بج بہارہ، اونتی پورہ، سری نگر، سوپور، بارہ مولہ، اوڑی، مظفر آباد اور کوہالہ کے شہر اور قصبے اسی دریا کے کنارے آباد ہیں اور پاکستان میں جہلم، پنڈ دادنخان، بھیرہ اور خوشاب جہلم کے کنارے آباد ہیں۔ وادیٔ کشمیر میں ۹۰ میل تک اس میں کشتی رانی ہوتی ہے۔ اسلام آباد میں سطح سمندر سے اس کی بلندی ۵۴۰۰ فٹ، سری نگر میں ۵۲۳۵ اور ولر جھیل میں ۵۱۸۰ فٹ ہے۔ یعنی پہلے ۳۰ میل میں اس میں ۱۶۵ فٹ کی Fall اور دوسرے ۲۴ میل میں ۵۵ فٹ کی فال (Fall) بنتی ہے۔ بارہ مولہ سے ۱۴۰ میل کا سفر طے کر کے منگلا پہنچنے تک سطح سمندر سے اس کی بلندی میں ۴۰۰۰ فٹ کا فرق پڑتا ہے۔ مورخ یوسف صراف، وائن (Vigne) اور پری براؤن نے اس کی زبردست تعریف کی ہے:

"What a Tremendous Potentiality for Hydro Electricity!" (Saraf, p.7)

منگلا کے مقام پر اس پر بند باندھ کر بجلی گھر بنایا گیا ہے جس میں ۱۰۰۰ میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

وادیٔ کشمیر کے اندر بھی مہورہ کے مقام پر اس کے پانی سے ۱۵ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ یہ بجلی گھر ۱۸۵۷ء میں تعمیر ہوا تھا۔

چند سال قبل خبر آئی تھی کہ جھیل ولر کے قریب حکومت اس پر ایک بیراج تعمیر کرنے کا

منصوبہ بنا رہی ہے جس پر حکومت پاکستان نے احتجاج کیا تھا۔

منگلا کے مقام پر اس دریا سے "اپر جہلم" نہر نکالی گئی، جو پنجاب کو سیراب کرتی ہے۔ اس نہر کے بارے میں حکومت پنجاب اور ڈوگرہ حکومت کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا جس کے تحت حکومت جموں کشمیر کو سالانہ ۱۷ لاکھ روپے رائلٹی ملتی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ منگلا بند کی تعمیر بھی آزاد کشمیر حکومت سے کسی معاہدے کے بغیر عمل میں آئی ہے چنانچہ یہاں پر پیدا ہونے والی بجلی، آبپاشی کے لیے حاصل ہونے والے پانی اور حقوق ماہی گیری وغیرہ آزاد کشمیر حکومت کے دیئے اختیارات سے باہر ہیں۔

حال ہی میں وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان نے اسلام آباد میں صحافیوں کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے بتایا ہے کہ منگلا بند کی رائلٹی کے سلسلہ میں حکومت پاکستان کے ذمے ۵ کھرب روپے رقم واجب الادا ہے۔

(ہفت روزہ "کشیر" (Kasheer) ۲۹ ستمبر تا ۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

جہلم کے معاون دریاؤں/ندیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) آرہ پتھ (Arapath)

اسلام آباد سے شمال مشرق کی طرف "کوٹہ ہار" پرگنہ سے نکل کر اور جنوب مغرب کی طرف بہتے ہوئے اسلام آباد شہر کے قریب جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ب) سانڈرن (Sandran)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مشرقی حدود میں ورہ ننڈ مرگ کے قریب پیدا ہو کر شمال مغرب کو بہتی ہوئی اسلام آباد کے مغرب میں "آرہ پتھ" اور "برنگی" کے ساتھ جہلم میں شامل ہوتی ہے۔ جہلم یہاں سے ایک دریا کی شکل اختیار کرتا ہے۔

(ج) برنگی (Brangi)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مشرقی خطہ میں "برماری مال" پہاڑ کے دامن میں جنم لیتی ہے

اور شمال مغرب کی طرف آگے بڑھتی ہوئی وادی نوبگ کی ایک اور ندی کو ساتھ ملاتی ہے۔ ہیلر گاؤں کے قریب گگز ناگ چشمے کا پانی اس میں شامل ہو جاتا ہے اور یہ اسلام آباد کے قریب ''آرہ پتھ'' اور ''ساندرن'' سے مل کر دریائے جہلم کو وجود میں لاتی ہے۔

(د) لدر (Liddar)

شہر اسلام آباد سے تین میل کے فاصلے پر ایک اور ندی جس کا نام ''لدر'' ہے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

پہل گام کے نواح میں پنج ترنی سے ایک ندی نکلتی ہے۔ ایک اور ندی شیش ناگ جھیل سے برآمد ہوتی ہے۔ یہ دونوں مل کر ''لدر'' کا نام اختیار کرتی ہیں۔ کولاہائی گلیشیر سے ایک اور ندی ان سے آملتی ہے۔ اسلام آباد سے چند میل شمال میں یہ دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ر) ویشو ندی (Vishau)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مغرب میں پیر پنجال کے دامن میں کوثر ناگ نامی چشمے سے ایک ندی شمال کی جانب بہتی ہے۔ اس کے دائیں کنارے ایک اور ندی ''چنی ندی'' آملتی ہے۔ اہربل کی آبشار اسی مقام پر واقع ہے۔ میدانی علاقہ میں داخل ہو کر ایک اور ندی ''رمبی آرہ'' کو ساتھ ملا کر بج بہاڑہ سے شمال کی جانب دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔ ''رمبی آرہ'' کا پانی دو جھیلوں نندن سر اور بھاگ سر سے آتا ہے۔

(س) دودھ گنگا ندی

یہ ندی سلسلہ پیر پنجال کی شرقی ڈھلوان سے جنم لیتی ہے۔ یہاں اسے سنگ سفید ندی کے نام سے پکارتے ہیں۔ شمال مشرق کی طرف بہتی ہوئی چرار شریف سے چند میل کے فاصلے پر میدانی علاقے میں داخل ہو کر شمال کا رُخ اختیار کر لیتی ہے اور ہمہامہ اور بچھہ بل کے قریب سے گزرتے ہوئے صفا کدل کے مقام پر دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(س) سندندی (Sind)

درۂ زوجیلا کی ڈھلوان سے ایک ندی جنم لے کر جنوب مغرب کی سمت بہتی ہوئی ایک اور ندی سے، جو وچھن پارہ کی طرف سے آتی ہے مل کر ایک بڑی ندی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور مغرب کی سمت بہتی ہوئی وادئ سندھ کو عبور کر کے شادی پور کے مقام پر جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

(ط) پوہرو ندی (Pohru)

یہ ان تمام چھوٹی چھوٹی ندیوں کے اجتماع سے بنی ہے جو وادئ کشمیر کی شمالی سرحد کی پہاڑی ڈھلوانوں سے نکلتی ہیں۔ مغل پورہ کے قریب اس میں لولاب ندی شامل ہوتی ہے۔ یہاں سے یہ جنوب کو آگے بڑھتے ہوئے سوپور سے ۳ میل کے فاصلے پر ''دب گاؤ'' گاؤں کے پاس دریائے جہلم میں شامل ہوتی ہے۔

(ع) کنہار ندی

اسے دریائے کاغان اور ''نین سکھ'' کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ درّہ بابوسر کی ترائی میں جنم لے کر وادئ کاغان میں سے گزرتی ہوئی اور تمام ندی نالوں کا پانی سمیٹتی ہوئی مظفر آباد کے جنوب میں دریائے جہلم میں شامل ہو جاتی ہے۔

دریائے جہلم یہاں سے جنوب کی جانب کشمیر اور پاکستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا منگلا جھیل میں داخل ہو جاتا ہے جہاں شمال مشرق کی طرف سے دریائے پونچھ بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔

۶۔ دریائے پونچھ

دریائے پونچھ سلسلہ پیر پنجال کی مغربی ڈھلوانوں پر نیل کنٹھ گلی اور جمیاں گلی سے نکلتا ہے اور شمال مغرب کا رُخ کرتا ہے۔ یہاں اس کا نام سرن ہے۔ وادئ پونچھ کے مغرب میں منڈی کی طرف سے آنے والی ایک ندی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر شہر پونچھ کے مغرب

میں اس سے ایک اور ندی "بیتاڑ" شامل ہو جاتی ہے۔ یہاں سے یہ باقاعدہ ایک دریا کی صورت اختیار کر کے جنوب کا رُخ اختیار کر لیتا ہے۔ وادیٔ پونچھ سے نکلتے وقت شمال مغرب کی طرف سے سواں نالہ اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ آخر کار جنوب کی طرف سفر کرتا ہوا یہ دریا چوکھ کے مقام پر منگلا جہیل میں شامل ہو جاتا ہے۔

پونچھ شہر، سہیڑا، حتہ پانی اور کوٹلی شہر اس کے کنارے آباد ہیں۔

۷۔ دریائے چناب

بھارت کے صوبہ ہماچل پردیش میں لاہول کے علاقے میں دو نمایاں چندرا اور بھاگا مختلف مقامات سے جنم لے کر کیلانگ کے مقام پر آپس میں مل جاتی ہیں اور ایک دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یہاں سے اس دریا کا نام چندر بھاگا ہو جاتا ہے اور یہ شمال مغرب کا رُخ اختیار کر کے ریاست جموں کشمیر میں داخل ہو جاتا ہے۔ ریاست میں پیاڑ تھل سے ہوتا ہوا کشتواڑ پہنچتا ہے اور یہاں سے اپنا رُخ موڑ کر جنوب کی سمت بہنے لگتا ہے۔ کشتواڑ میں شمال کی طرف سے آنے والا دریا "وارڈون" اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ ۲۵ میل تک جنوب کی طرف بہنے کے بعد یہ جنگوار سے مغرب کا رُخ اختیار کرتا ہے۔ رام بن سے چند میل آگے یہ جنوب مغرب کا رُخ اختیار کر کے سلال کے مقام پر پہنچتا ہے۔ سلال سے ایک بار پھر یہ جنوب کی سمت مڑ جاتا ہے اور ریاسی ہوتا ہوا اکھنور پہنچتا ہے۔ اور پھر پنجاب کے میدانوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اکھنور کے قریب اس سے دو نہریں رنبیر نہر اور پرتاپ نہر نکالی گئی ہیں جو جموں کی زمینوں کو سیراب کرتی ہیں۔ حکومت ہند نے سلال کے مقام پر اس دریا پر ایک بڑا بند تعمیر کیا ہے جس سے بجلی پیدا کرنے کے علاوہ آب پاشی کے لیے پانی بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں مرالہ کے مقام پر اس سے نہر اپر چناب نکالی گئی ہے۔

دریائے توی پنجاب میں داخل ہو کر مرالہ کے قریب چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

دریائے جہلم تریمو کے مقام پر شامل ہو جاتا ہے اور راوی سدھو کے مقام پر۔ یہاں سے دریا کا نام تریماب ہو جاتا ہے۔ پنج ند کے مقام پر یہ سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔ دریائے چناب کی کل لمبائی اس کے منبع سے پنج ند تک ۹۵۰ میل ہے۔ دریائے چناب کے معاون دریاؤں اور ندی نالوں میں وارڈون، توی اور مناور توی شامل ہیں۔

(الف) وارڈون (Wardwan)

وادیٔ کشمیر کے جنوب مشرق میں ایک وادی ۴۰ میل لمبی اور نصف میل چوڑی شمالاً جنوباً واقع ہے۔ اس کا نام وادی ''مریو وارڈون'' ہے۔ اس نام کا ایک نالہ/ندی وادی کے شمال میں جنم لے کر وادی کے بیچوں بیچ گزرتا ہوا جنوب کی طرف بہتا ہوا کشتواڑ پہنچتا ہے اور یہاں دریائے چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

(ب) دریائے جموں توی (Tawi)

جموں توی ندی بھدرواہ کے جنوب میں چشمہ کیلاش سے نکلتی ہے اور مغرب کی طرف بہتی ہوئی چنہنی پہنچتی ہے۔ چنہنی سے اس کا رُخ جنوب کی طرف ہو جاتا ہے اور یہ ضلع اودھم پور میں سے گزرتی ہوئی جموں پہنچتی ہے۔ یہاں سے مغرب کی جانب بہتی ہوئی پنجاب میں داخل ہو کر مرالہ کے قریب دریائے چناب میں شامل ہو جاتی ہے۔ اودھم پور میں اس سے ایک نہر نکالی گئی ہے جس سے بجلی پیدا کرنے کے علاوہ آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے۔

(ج) مناور توی

یہ ندی راجوری کے شمال میں تھنہ منڈی کے علاقے سے نکلتی ہے اور جنوب کی طرف سفر کرتی ہوئی راجوری، چنگس، نوشہرہ ہوتی ہوئی مناور کے مقام پر پنجاب میں داخل ہو کر مرالہ کے قریب چناب میں شامل ہو جاتی ہے۔

۸۔ دریائے راوی (Ravi)

دریائے راوی کا نام رگ وید میں ''ایراوتی'' لکھا ہے۔ یونانیوں نے اسے Hydroates کا نام دیا تھا۔

راوی بھارت کے صوبہ ہماچل پردیش میں پیدا ہوتا ہے اور مغرب کی جانب بہتا ہوا چمبہ سے گزر کر جموں میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں سے یہ سرحد کے ساتھ ساتھ جنوب مغرب کا رُخ کرتا ہے اور بسولی، مادھوپور ہوتا ہوا کٹھوعہ کے قریب پنجاب میں داخل ہو جاتا ہے۔ ۴۵۰ میل سفر کر کے احمد پور سے ۱۰ میل جنوب میں چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

(الف) اوجھ ندی (Ojh)

اوجھ ندی جموں سے ۸۰ میل شمال مشرق کو ۱۳۰۰۰ فٹ سطح سمندر سے بلندی پر باس کنڈ جھیل سے نکلتی ہے اور جنوب کی طرف بہتی ہوئی پنجاب میں داخل ہو کر راوی میں شامل ہو جاتی ہے۔

ریاست جموں کشمیر کے چھوٹے بڑے دریاؤں کی کل تعداد ۴۵ ہے۔



تیرھواں باب

ریاست کی مشہور جھیلیں

ا۔ جھیل ڈل

سری نگر شہر کے قریب واقع ہے۔ کوہ سلیمان کے دامن سے شروع ہو کر کوہ ماران تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی ٦ کلومیٹر اور چوڑائی ٤ کلومیٹر ہے۔ مغل بادشاہوں نے اس کے کنارے شالامار باغ، نشاط باغ، نسیم باغ اور چشمہ شاہی تعمیر کرائے تھے۔ جھیل کے اندر کچھ مصنوعی جزیرے بنائے گئے ہیں جن کے نام سونہ لانک (Golden Island)، روپ لانک (Silver Island) اور نہرو پارک ہیں۔ جھیل کی سطح پر کنول کھلے رہتے ہیں۔ کناروں کے ساتھ ساتھ تیرتے ہوئے سبزی کے کھیت ہوتے ہیں۔ جھیل کے اندر کثرت سے مچھلی پائی جاتی ہے۔ جھیل ڈل کشمیر کی بہترین سیرگاہ ہے۔ اس میں سینکڑوں کی تعداد میں ہاؤس بوٹس اور شکارے ہیں جو رہائش کے ساتھ ساتھ سیر کے کام بھی آتے ہیں۔ اس جھیل کی بہت اقتصادی اہمیت ہے۔ جھیل ڈل کو لارنس نے دنیا کے خوبصورت ترین مقامات میں سے ایک قرار دیا ہے۔

٢۔ جھیل ولر

سوپور اور بانڈی پور کے درمیان واقع ہے۔ ایشیا کی سب سے بڑی میٹھے پانی کی جھیل ہے۔ اس کی لمبائی ٣٠ اور چوڑائی ١٠ کلومیٹر ہے۔ مچھلیاں اس میں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ مرغابی کا شکار بھی بہت ہوتا ہے۔ جھیل کے کنارے وتلب کے مقام پر ایک

خوبصورت باغ بنایا گیا ہے۔ سلطان زین العابدین نے جھیل کے درمیان ایک چھوٹا سا جزیرہ بنوایا تھا، جس کا نام "زینہ لانک" ہے۔ اس کی لمبائی ۸۵ میٹر اور چوڑائی ۷۰ میٹر ہے۔ اس جھیل میں دوپہر کے بعد سخت طوفان آتے ہیں۔ ولر کا پرانا نام مہاپدم سر ہے۔

جھیل ولر سطح سمندر سے ۵۱۸۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی اوسط گہرائی ۱۲ فٹ ہے۔ دریائے جہلم مشرق کی جانب سے اس میں داخل ہوتا ہے اور جنوب مغرب کی طرف سے خارج ہوتا ہے۔ مچھلی کے علاوہ اس میں سنگھاڑا کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ مور کرافٹ کے زمانہ میں ۷۰۰۰ خروار سنگھاڑا سالانہ اس جھیل سے حاصل ہوتا تھا۔ (ایک خروار ۹۶ سیر کی ہوتی ہے۔)

۳۔ نگین جھیل (Nagin)

سری نگر سے ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اگر چہ یہ جھیل ڈل کا ہی ایک حصہ ہے اور اسے صرف ایک سڑک نے ڈل سے جدا کر رکھا ہے، لیکن اس کی اپنی ایک حیثیت ہے، ایک نام ہے۔ یہ جھیل سری نگر کی سب سے خوبصورت جھیل ہے۔ چاروں طرف سے سرسبز درختوں میں گھری ہوئی نیلے پانی کی جھیل انگوٹھی میں پروئے ہوئے ایک نگ یا نگینہ کی مانند ہے، اسی لیے اس کا نام نگین رکھا گیا ہے۔

۴۔ جھیل آنچار

سری نگر سے ۵ کلومیٹر دور گاندربل روڈ پر واقع ہے اس کی لمبائی ۹ کلومیٹر اور چوڑائی ۳ کلومیٹر ہے۔ جھیل میں کثرت سے ندرو اور مچھلی پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ جھیل مانس بل

سری نگر سے ۲۷ میل کے فاصلے پر صفاپور کے مقام پر واقع ہے۔ اس کے چاروں اطراف پہاڑوں کی قدرتی فصیلیں بنی ہوئی ہیں۔ جھیل کا پانی نیلا اور شفاف ہے۔ اس کی

کی گہرائی ۴۷ فٹ ہے۔

۶۔ جھیل شیش ناگ

پہل گام سے ۱۶ کلو میٹر دور واوجن کے مقام پر برفانی جھیل ہے۔ یہ جھیل سطح سمندر سے ۴۰۰۰ میٹر کی بلندی پر واقع ہے اس کی تہہ میں سبز ریت پائی جاتی ہے۔

۷۔ جھیل کونسر ناگ

یہ بھی ایک برفانی جھیل ہے۔ موسم گرما میں اس پر برف کے تودے تیرتے رہتے ہیں۔ شوپیاں کے قصبے سے ۲۵ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ لمبائی ۷ کلو میٹر اور چوڑائی ۳ کلو میٹر ہے۔ یہ کافی گہری اور ریاست کی بلند ترین جھیل ہے اور تقریباً ۱۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے جو جون کے مہینے تک منجمد رہتی ہے۔ اہربل کا مشہور آبشار اسی جھیل کا ایک حصہ ہے۔

۸۔ جھیل ہوکرسر

سری نگر سے ۱۱ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ لمبائی ساڑھے تین کلو میٹر اور چوڑائی ڈیڑھ کلو میٹر ہے۔ اس کی گہرائی زیادہ نہیں ہے۔ اس کے آس پاس مرغابیوں کا شکار بہت ملتا ہے۔ جھیل کا پانی آب پاشی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جھیل میں کثرت سے مچھلی پائی جاتی ہے اور اس کے کنارے خربوزے، تربوز اور کھیرے بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔

۹۔ جھیل گنگابل

یہ جھیل کوہ ہرمکھ کی چوٹی پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے ۱۱۷۰۰ فٹ بلند ہے۔ اس کا محیط تقریباً ۸ کلو میٹر ہے۔ فوق مرحوم نے "شباب کشمیر" میں اس کی لمبائی نصف میل اور چوڑائی ۲۵۰ گز لکھی ہے۔ کشمیر کے ہندوؤں کے لیے یہ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ہر سال اگست میں یہاں میلہ لگتا ہے۔ ہندو اپنے مردوں کے پھول اس جھیل میں بہا دیتے ہیں۔

اس جھیل سے بجلی پیدا کرنے کا منصوبہ زیر غور ہے۔

۱۰۔ جھیل تار سر مار سر

یہ دو جھیلیں امرناتھ غار کے مشہور تیرتھ کے قریب واقع ہیں۔ ان کا پانی آخر کار ہاروَن (Harwan) کے ذخیرۂ آب (Reservior) میں جمع ہو جاتا ہے جہاں سے یہ سری نگر شہر کو سپلائی کیا جاتا ہے۔

۱۱۔ جھیل نیلہ ناگ

جنگلوں سے گھری ہوئی یہ خوبصورت جھیل چرار شریف سے ۹ کلومیٹر دور واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۹۸۵۰ فٹ ہے۔

۱۲۔ کرشن سر اور وشن سر

سونا مرگ کے علاقہ میں کرشن سر اور وشن سر کی جھیلیں واقع ہیں۔ کرشن سر کی سطح سمندر سے بلندی ۱۲۵۰۰ فٹ اور وشن سر کی ۱۳۳۹۵ فٹ ہے۔ یہ دونوں جھیلیں کوہ پیماؤں کی توجہ کا خاص طور پر مرکز بنی رہتی ہیں۔

۱۳۔ ال پتھر جھیل

ال پتھر جھیل گل مرگ سے ۱۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ گل مرگ سے یہاں گھوڑوں کے ذریعہ پہنچا جا سکتا ہے۔ جون کے وسط تک اس کا پانی جما رہتا ہے۔

۱۴۔ رتی گلی جھیل

وادیٔ نیلم میں مظفر آباد سے ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر دواریاں کے قریب رتی گلی جھیل واقع ہے۔ اس سحر انگیز جھیل کو پریوں کی جھیل کہا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی ایک میل ہے اور سطح سمندر سے بلندی ۷۰۰۰ فٹ ہے۔ اس کے کنارے صدیوں پرانی برف کی چادر موجود ہے۔ اسی علاقہ میں دو اور جھیلیں موجود ہیں۔ ایک لوات سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر اور دوسری سرگن نالہ میں شاردا سے ۱۸ میل دور کالا چندر کے مقام پر واقع ہے۔

۱۵۔ منگلا جھیل

۱۹۶۷ء میں منگلا کے مقام پر دریائے جہلم پر بند باندھ کر یہ جھیل وجود میں لائی گئی ہے۔ بند کی کل اونچائی ۳۸۰ فٹ اور لمبائی ۱۰۳۰۰ فٹ ہے۔ اس جھیل میں ۵.۸۸ ملین ایکڑ فٹ پانی جمع رکھنے کی اہلیت ہے۔ جھیل کے لیے کشمیر کے ۱۲۸۷۰ مربع میل رقبہ سے پانی اکٹھا ہو کر آتا ہے جس میں ۱۶۰۷ مربع میل رقبہ بھارتی مقبوضہ کشمیر میں واقع ہے۔

منگلا کے مقام پر بنائے گئے بجلی گھر سے ۱۰۰۰ میگا واٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ جھیل میں پیدا ہونے والی مچھلی کی سالانہ آمدن ۹۰ لاکھ روپے تک پہنچ گئی ہے جو واپڈا کے خزانے میں چلی جاتی ہے۔

۱۶۔ شندور جھیل

یہ جھیل ۱۲۲۵۸ فٹ کی بلندی پر گلگت اور چترال کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۲ میل اور چوڑائی ۲۰۰ فٹ سے ۶۰۰ تک ہے۔ جھیل چاروں اطراف سے فلک بوس برفانی چوٹیوں سے محصور ہے۔ اس کے کنارے ایک پولو سٹیڈیم ہے جہاں پولو اور "بزکشی" کے مقابلے منعقد ہوتے ہیں۔

۱۷۔ جوتیال سر جھیل

یہ جھیل گلگت سب ڈویژن میں واقع ہے۔ جوتیل ندی اسی جھیل سے نکلتی ہے۔

۱۸۔ کتوال سر جھیل

یہ جھیل گلگت کے مشرق کی جانب حراموش چوٹی کے دامن میں واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۲۳۲۹۸ فٹ ہے۔

۱۹۔ بورث جھیل

یہ جھیل گلگت کے شمال مغرب میں ہنزہ اور نگر اب کے درمیان واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۶۰۰۰ فٹ ہے۔

۲۰۔ کرومبر جھیل (قورمبر جھیل)

گلگت کے علاقے میں سطح سمندر سے ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ڈیڑھ میل اور چوڑائی نصف میل ہے۔

۲۱۔ جھیل پیلوگام

گلگت کے نواح میں واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۳۵۰۰ فٹ ہے۔

۲۲۔ لوئر کچورا جھیل

بلتستان میں اسکردو سے گلگت جانے والی سڑک پر ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے شنگریلہ جھیل بھی کہتے ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں ایئر مارشل اصغر خان کے چھوٹے بھائی بریگیڈیئر اسلم خاں نے اور سنٹ ایئر ویز کے ایک تباہ شدہ ڈکوٹا جہاز کا ڈھانچہ جھیل کنارے رکھوادیا۔ اس میں رہائشی کمرے بنوائے اور اسے ایک ریسٹ ہاؤس کی شکل دے کر شنگریلہ نام رکھا جو بہت مشہور ہوا۔ اس جھیل کی لمبائی ۳ فرلانگ اور چوڑائی ۴۰۰ گز ہے۔ اس میں ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی ہے۔ پانی اتنا صاف ہے کہ تہہ میں پڑے ہوئے پتھر اور کنکر صاف نظر آتے ہیں۔ جھیل کے آس پاس خوبانی، آڑو اور سیب کے درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس جھیل کو سیاح لوگ ہنی مون لیک (Honey Moon Lake) بھی کہتے ہیں۔

۲۳۔ اپر کچورا جھیل

اپر کچورا جھیل شنگریلا سے ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بے پناہ قدرتی حسن، روح پرور مناظر اور معتدل آب وہوا کے لیے مشہور ہے۔

۲۴۔ ست پارہ جھیل

اسکردو سے جنوب کی جانب ۵ میل کے فاصلہ پر ست پارہ جھیل واقع ہے۔ برف [illegible] جھیل ہے۔ اس میں مچھلی کثرت سے پائی

جاتی ہے۔ جھیل کے درمیان ایک خوبصورت جزیرہ ہے جس تک کشتیوں کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے۔

۲۵۔ نلتر جھیل

یہ جھیل گلگت کے شمال میں ۳۵ میل کے فاصلہ پر وادئ نلتر میں واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۰ ہزار فٹ ہے۔ یہاں ٹراؤٹ مچھلی کی پرورش کی جاتی ہے۔ نلتر کی سرسبز و شاداب، پھلوں اور پھولوں سے مزین وادی کو نلتر جھیل نے سیاحوں کے لیے خاص طور پر توجہ کا مرکز بنایا ہوا ہے۔

۲۶۔ راما جھیل

ضلع دیامر کے گرمائی صدر مقام استور سے ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مچھلی کے شکار کے لیے خاص طور پر مشہور ہے۔ ۲۶۶۶۰ فٹ بلند نانگا پربت کی چوٹی کے دامن میں واقع ہونے کی بنا پر اس کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔

۲۷۔ پھنڈر جھیل

پھنڈر جھیل کو پس کے شمال میں گلگت سے ۷۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر پھنڈر ریسٹ ہاؤس کے نیچے گہرائیوں میں واقع ہے۔ اس میں ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی ہے۔ یہاں پرندوں کا شکار کثرت سے ہوتا ہے۔

۲۸۔ شیوسر جھیل

استور کے قریب سلسلہ کوہستان دیوسائی کے برفانی میدان میں ۱۳۹۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۵ میل اور چوڑائی ڈیڑھ میل ہے۔

۲۹۔ پنگا نگ جھیل (Pangong)

پنگا نگ جھیل مشرقی لداخ میں چوشل کے شمال میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۱۲۰ کلومیٹر ہے جس میں سے ۷۰ کلومیٹر لداخ میں اور ۵۰ کلومیٹر تبت میں ہے۔

۳۰۔ سالنگ جھیل

دریائے سندھ کے معاون دریا شیوک کے کنارے ۹۰۰۰ فٹ سطح سمندر سے بلندی پر واقع ہے۔

۳۱۔ جھیل شمودری (یا چھومراری)

جنوب مشرقی لداخ میں روپشو کے علاقے میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۲۵ کلومیٹر اور چوڑائی ۵ کلومیٹر ہے۔ سطح سمندر سے بلندی ۴۰۰۰ فٹ ہے۔

۳۲۔ جھیل سرن سر (Surinsar)

یہ خوبصورت جھیل جموں سے ۸۰ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ چاروں اطراف سے درختوں میں گھری ہوئی ہے۔ اس کے درمیان ایک جزیرہ ہے۔ اس جھیل کے ساتھ دیومالائی کہانیاں وابستہ ہیں۔

۳۳۔ جھیل مانسر

یہ جھیل سابقہ صوبہ جموں میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۳.۵ کلومیٹر اور چوڑائی ۱.۵ کلومیٹر ہے۔ اس جھیل میں کچھوے بہت پائے جاتے ہیں۔ جھیل کے اردگرد آموں کے باغات ہیں۔ جموں سے اس کا فاصلہ ۸۰ کلومیٹر ہے۔ انتہائی خوبصورت سیرگاہ ہے۔

۳۴۔ جھیل سناسر

یہ جھیل پونچھ کی ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ چاروں اطراف سے دیودار کے درختوں سے گھری ہوئی ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۶۸۰۰ فٹ ہے۔ جموں سے اس کا فاصلہ ۱۲۹ کلومیٹر ہے۔ جموں سری نگر قومی شاہراہ سے ذرا ہٹ کر واقع ہے۔ بہت خوبصورت سیرگاہ ہے۔ یوں لگتا ہے کہ قدرت نے اسے اپنے ہاتھ سے ایک پیالے کی شکل میں تخلیق کیا ہے۔

ان جھیلوں کے علاوہ ریاست کے طول و عرض میں اور بھی متعدد جھیلیں موجود ہیں۔

ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ وادیٔ کشمیر کے سوپور کے علاقہ میں رتن سر نامی ایک چھوٹی سی خوبصورت جھیل ہے۔ سکردو کی جھیلوں میں کت پناہ جھیل، وادیٔ شگر میں جھکار پہ جھیل اور وادیٔ کھرمنگ میں گانچھے جھیل مشہور ہے۔

۳۵۔ جھیل باگ سر

یہ برفانی جھیل درہ بج گاورا میں ۱۶ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

۳۶۔ جھیل نتن سر

درہ نتن سر کے درمیان واقع ہے۔ سردیوں میں اس کا پانی جم جاتا ہے۔

۳۷۔ جھیل چنن سر

سلسلہ پیر پنجال کی یہ جھیل نتن سر سے چھوٹی ہے۔ اونچی برفانی چوٹیوں کے عکس سے اس کا پانی چاندنی کی طرف سفید نظر آتا ہے۔ جھیل چودھویں کے چاند کی طرح گول ہے۔ اس لیے چنن سر یا چانن سر نام پڑ گیا ہے۔

۳۸۔ جھیل نیل سر

گرمیوں کے موسم میں اردگرد کے سبزہ زاروں اور جنگلوں کا عکس پڑنے سے اس کا پانی نیلگوں ہو جاتا ہے، اس لیے نیل سر نام پڑ گیا ہے۔

۳۹۔ کال ڈچھنی سر

سلسلہ پیر پنجال کے دامن میں واقع ہے۔ اس کے متعلق بہت ہی دیو مالائی کہانیاں مشہور ہیں۔ جھیل کے پانی کا رنگ سیاہی مائل نظر آتا ہے، اس لیے کال ڈچھنی نام پڑ گیا

ریاست کے مشہور چشمے

۱۔ چشمہ ویری ناگ

سری نگر سے ۴۸ میل کے فاصلے پر بانہال پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اس کی گہرائی ۵۰ فٹ کے قریب ہے اور محیط ۴۰۰ فٹ ہے۔ دریائے جہلم اسی چشمے سے نکلتا ہے۔ جہانگیر کے زمانے میں اس کے گرد ہشت پہلو پختہ دیواریں بنائی گئی تھیں۔ اردگرد چوبیس خوبصورت محرابیں تعمیر کی گئی تھیں۔ چشمہ کے قریب ایک خوبصورت باغ اور آبشار اس کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔ اس میں کثرت سے مچھلی پائی جاتی ہے۔ شکار ممنوع ہے۔

۲۔ اننت ناگ

اسلام آباد شہر کا پرانا نام اننت ناگ ہے جس کے معنی ہیں، "ان گنت چشمے"۔ اس شہر سے کئی چشمے نکلتے ہیں جن میں سے ایک کا نام "ملخ ناگ" ہے۔ اس چشمے کا پانی گرم اور گندھک آمیز ہے جو کہ جلدی بیماریوں کے لیے اکسیر ہے۔ ایک بڑا چشمہ "ناگ بل" ہے جو اسلام آباد کے دامن کوہ سے نکلتا ہے۔ یہاں عبادت کے لیے ہندوؤں کا ایک مندر، سکھوں کا گوردوارہ اور مسلمانوں کی ایک مسجد دارالشکوہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام آباد کا مشہور شیر باغ واقع ہے۔ اس شہر میں اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے چشمے ہیں۔

۳۔ چشمہ مارتنڈ

اسلام آباد سے ۵ میل کے فاصلے پر پہاڑ کے دامن میں جانب شمال واقع ہے۔ اس

جگہ کا نام بھون یا مٹن ہے اور ہندوؤں کا متبرک تیرتھ ہے۔ یہاں مہاراجہ للتادت کے زمانے کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔

۴۔ اچھ بل

اسلام آباد سے ۵ میل کے فاصلے پر پہاڑ کے دامن میں جانب مشرق واقع ہے۔ اس کے ساتھ ہی مغل بادشاہوں کے زمانے کا ایک خوبصورت باغ ہے۔

۵۔ چشمہ کوکرناگ

اسلام آباد سے ۸ میل کے فاصلے پر مشرق کی سمت واقع ہے۔ پانچ چھوٹے چشموں کا مجموعہ ہے۔ اس کا پانی نہایت صاف اور ٹھنڈا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت باغ ہے۔

۶۔ چشمہ کھیر بھوانی

بارہ مولہ کے علاقہ میں تولہ مولہ کے مقام پر واقع ہے اور ہندوؤں کا مشہور تیرتھ ہے۔ یہاں کھیر بھوانی کا میلہ لگتا ہے۔ جس میں لاکھوں ہندو شرکت کرتے ہیں۔

۷۔ چشمہ شاہی

سری نگر سے ۹ کلومیٹر دور جھیل ڈل کے کنارے ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کے ارد گرد خوبصورت باغ اور بارہ دریاں مغل عہد کی یادگار ہیں۔ اس کا پانی نہایت صاف اور ہاضم ہے۔ جو بوتلوں میں بھر کر باہر بھیجا جاتا ہے۔

۸۔ چشمہ حتہ پانی

ضلع پونچھ میں بجیرہ سے ۲۹ کلومیٹر مشرق کی طرف دریائے پونچھ کے دائیں کنارے گندھک آمیز گرم پانی کے چشمے ہیں۔ ان چشموں کا پانی جوڑوں کے درد اور جلدی امراض کے لیے نہایت شفا بخش ہے۔ چنانچہ دور دور سے لوگ یہاں آتے رہتے ہیں۔ کوٹلی سے اس مقام کا فاصلہ ۳ کلومیٹر ہے۔

(۱۴) ریاست کے مشہور چشمے

وادیٔ شگر میں چھوتروں، بسیل، چونگو اور بچھو کے نزدیک گرم پانی کے چشمے ہیں۔ چھوتروں چشمے پر لوگ دور دراز سے مختلف بیماریوں کے علاج کی غرض سے نہانے کے لیے آتے ہیں۔ بسیل چشمہ کا پانی بہت گرم ہے جس سے گندھک کی بُو آتی ہے۔

خپلو میں الہ کندوس میں چھوغو اور خورکون کے مقام پر دو گرم چشمے ہیں۔ شاہراہ قراقرم پر چیلاس سے آگے سڑک کے کنارے گرم پانی کے چشمے ہیں لیکن اب تک انہیں محفوظ نہیں کیا گیا ہے۔

۹۔ تتہ پانی برمنڈل

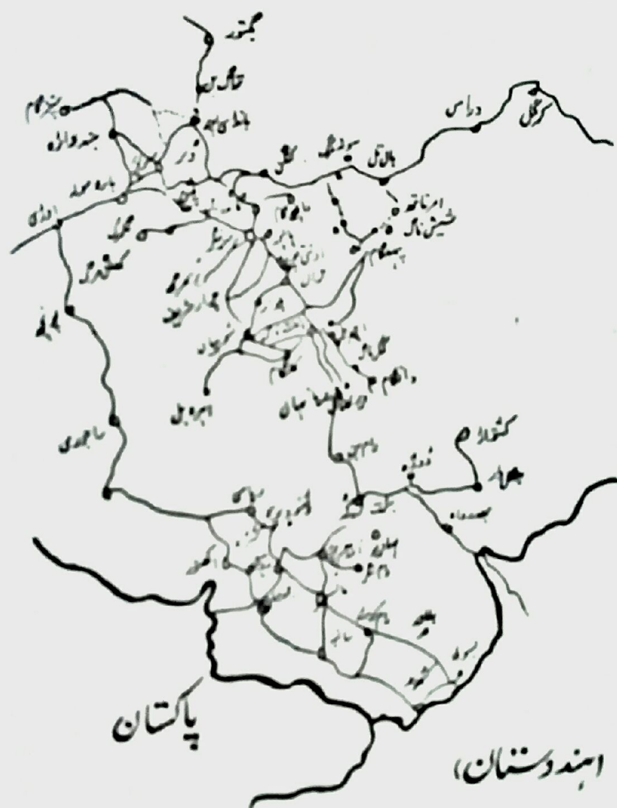
راجوری کو جموں سے ملانے والی سڑک پر کالاکوٹ کے قریب واقع ہے۔

۱۰۔ تتہ پانی دگجن

بیرپور سے ۱۰ میل مشرق کی جانب مغل شاہراہ پر واقع ہے۔

۱۱۔ تتہ پانی پروری گوجراں

راجوری میں واقع ہے۔ اس کے پانی سے گندھک کی بو نہیں آتی۔



ہندوستانی مقبوضہ کشمیر کی سڑکیں

ذرائع آمد و رفت

۱۔ بانہال کارٹ روڈ

یہ قومی شاہراہ ریاست جموں و کشمیر کو برصغیر کے دونوں ممالک ہندوستان اور پاکستان سے ملاتی ہے۔ جموں سے ہندوستان کے شہر پٹھان کوٹ کا فاصلہ ۶۴ میل اور جموں سے سیالکوٹ کا فاصلہ ۲۸ میل ہے۔ سری نگر اور جموں کا درمیانی فاصلہ ۱۸۰ میل ہے جس کی تفصیل یوں ہے: جموں سے اودھم پور ۴۰ میل، اودھم پور سے بٹوت ۳۵ میل، بٹوت سے رام سو ۳۲ میل، رام سو سے ویری ناگ ۲۳ میل، ویری ناگ سے اسلام آباد ۱۷ میل اور اسلام آباد سے سری نگر ۳۳ میل۔ اس شاہراہ پر بانہال کے نزدیک ۶۵۰۰ فٹ کی بلندی پر ایک سُرنگ (جواہر ٹنل) نکالی گئی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایشیا میں سب سے بڑی اور دنیا میں چوتھی بڑی سرنگ ہے۔

جواہر ٹنل دو سرنگوں پر مشتمل ہے جن کی لمبائی ۲۵۰۰ میٹر ہے۔ ٹنل کے اندر ہر وقت بارش کی مانند چھت سے پانی رستا رہتا ہے۔

۲۔ جہلم ویلی روڈ

یہ سڑک ریاست کو مری کے راستے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے ملاتی ہے۔ اس کی کل لمبائی اسلام آباد سے سری نگر تک ۱۹۰ میل ہے جس میں سے ۶۰ میل پاکستان میں اور ۱۳۰ میل ریاست میں ہے۔ تفصیل: اسلام آباد سے تی ونک ۳۰ میل، تی

بینک سے کوہالہ ۳۰ میل، کوہالہ سے دومیل ۲۱ میل، دومیل سے گڑھی دوپٹہ ۱۴ میل، گڑھی سے چکوٹھی ۲۲ میل، چکوٹھی سے اوڑی ۱۳ میل، اوڑی سے رام پور ۱۴ میل، رام پور سے بارہ مولہ ۱۴ میل، بارہ مولہ سے پٹن ۱۷ میل، پٹن سے سری نگر ۱۷ میل۔ یہ ہمہ موسمی سڑک (All Weather Road) ہے۔ اس کے راستے میں سوائے مری کے اور کوئی اونچا پہاڑ نہیں آتا۔ کوہالہ سے سری نگر تک یہ سڑک دریائے جہلم کے کنارے چلی جاتی ہے اس لیے اس کا نام جہلم ویلی روڈ رکھا گیا ہے۔

۳۔ ہزارہ کشمیر روڈ

یہ ریاست کو پاکستان کے صوبہ سرحد سے ملاتی ہے۔ اس کی لمبائی ایبٹ آباد سے مظفر آباد تک ۴۵ میل ہے (ایبٹ آباد سے مانسہرہ ۱۵ میل، مانسہرہ سے گڑھی حبیب اللہ ۱۸ میل، گڑھی سے مظفر آباد ۱۲ میل)۔ مظفر آباد سے آگے یہ سڑک دومیل کے مقام پر جہلم ویلی روڈ سے مل جاتی ہے۔ مظفر آباد سے سری نگر کا فاصلہ ۱۱۰ میل ہے۔ سردیوں میں مری کا راستہ بند ہونے کی صورت میں پنڈی اسلام آباد کے لیے متبادل طور پر یہی سڑک استعمال ہوتی ہے۔

۴۔ پنجاب کشمیر مغل روڈ

یہ پنجاب کو کشمیر سے ملانے والا قدیم راستہ ہے۔ مغل شہنشاہ اسی راستے اکثر کشمیر جایا کرتے تھے۔ تاہم بعض اوقات وہ پکھلی ہزارہ کے راستے بھی جاتے تھے۔ یہ سڑک گجرات سے بھمبر کے راستے نکلتی ہے۔ گجرات سے بھمبر کا فاصلہ ۲۸ میل ہے اور بھمبر سے سری نگر ۱۵۰ میل ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے: بھمبر سے سعد آباد ۱۴ میل، سعد آباد سے نوشہرہ ۱۲ میل، نوشہرہ سے چنگس ۱۴ میل، چنگس سے راجوری ۱۳ میل، راجوری سے تھنہ منڈی ۱۴ میل، تھنہ منڈی سے ہیرم گلہ ۱۰ میل، ہیرم گلہ سے پوشیانہ ۱۰ میل، پوشیانہ سے علی آباد ۱۱ میل، علی آباد سے ہیرپور ۱۳ میل، ہیرپور سے شوپیاں ۸ میل اور شوپیاں سے سری نگر ۳۰ میل۔

شوپیاں سے سری نگر کو پلوامہ اور پانپور کے راستے ایک اور سڑک بھی ملاتی ہے جس کا کل فاصلہ شوپیاں سے سری نگر تک ۳۳ میل ہے۔ بھارتی حکومت نے اس قدیم شاہراہ کو اکھنور کے راستے ایک طرف جموں سے ملا دیا ہے اور دوسری طرف مغرب میں مینڈھر کے راستے پونچھ شہر سے۔ جموں سے پونچھ شہر کا فاصلہ ۳۲۰ کلومیٹر (۱۹۲) میل ہے۔

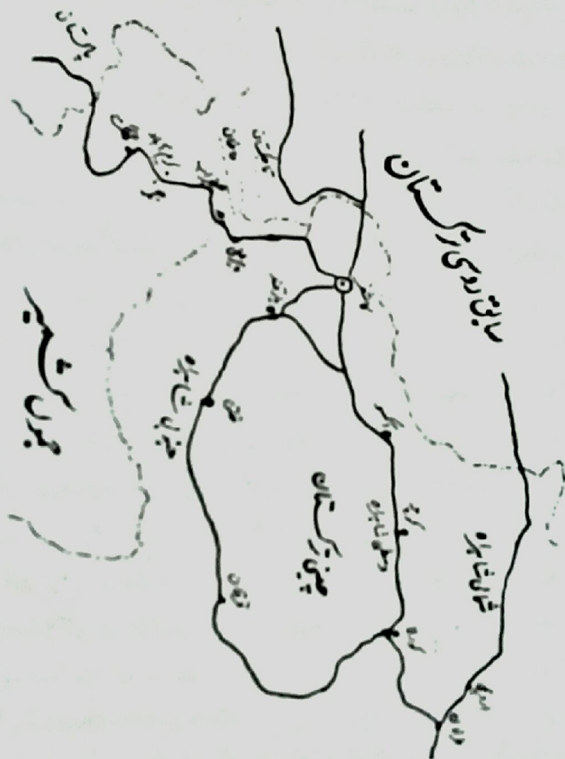
۱۷ ر فروری ۱۹۹۷ء کو جموں میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھارتی وزیر اعظم دیوی گوڈا نے کشمیر کے لیے ایک اقتصادی پیکیج کا اعلان کیا جس کے مطابق جموں اور کشمیر کے درمیان آمدورفت کے لیے مغل روڈ کو جدید خطوط پر تعمیر کیا جائے گا۔

۵۔ سہالہ پونچھ روڈ

ریاست کو پنجاب سے ملانے والی ایک اور سڑک سہالہ سے نکلتی ہے۔ سہالہ سے کہوٹہ پاکستان (۱۳ میل) کے راستے آزاد پتن (سامنے چھن پتن) کا فاصلہ ۳۲ میل ہے۔ آزاد پتن سے پلندری ۱۵ میل، پلندری سے ہجیرہ ۲۷ میل اور ہجیرہ سے پونچھ شہر کا فاصلہ ۱۶ میل ہے۔ اس طرح آزاد پتن سے پونچھ شہر کا کل فاصلہ اس راستے سے ۵۸ میل ہے۔ پونچھ شہر کو کہوٹہ، علی آباد اور حاجی پیر آزاد کشمیر کے راستے ایک سڑک اوڑی سے ملاتی ہے جس کا فاصلہ ۳۳ میل ہے۔ اوڑی سے یہ سڑک جہلم ویلی روڈ میں شامل ہو جاتی ہے۔ پونچھ شہر سے ایک اور سڑک مینڈھر کے راستے رام پور کے مقام پر جہلم ویلی روڈ میں جا ملتی ہے۔

۶۔ شاہراہ ریشم (Silk Route)

یہ ریاست کے شمالی علاقوں گلگت بلتستان کو شمال میں چین کے ساتھ اور جنوب میں پاکستان سے ملاتی ہے۔ راولپنڈی سے اس کا روٹ ایبٹ آباد، مانسہرہ، شنکیاری، بٹگرام، بشام، پٹن، داسو، سزین، چیلاس، بونجی، گلگت، کریم آباد (ہنزہ)، گلمیت، خدا آباد اور خنجراب ہے۔ پنڈی سے گلگت کا فاصلہ ۶۲۴ کلومیٹر (۳۹۰) میل ہے۔ یہ شاہراہ بہت تاریخی اہمیت



لداخ تا ارومچی

کی اور بہت قدیم ہے۔ ماضی میں چینی اور روسی ترکستان کے شہروں بخارا، تاشقند، کاشغر، سمرقند اور دوسرے شہروں سے تجارتی قافلے اسی راستے کشمیر آیا کرتے تھے۔ مستقبل میں اس شاہراہ کو اور بھی اہمیت حاصل ہو گی جب کشمیر کو آزادی حاصل ہو جائے گی تو عظیم ہمسایہ ممالک چین اور وسط ایشیا سے تعلقات استوار کرنے میں یہ سڑک تاریخی کردار ادا کرے گی۔ زمانہ حال میں چین اور پاکستان نے مل کر اس شاہراہ کو پختہ کیا ہے اور دونوں ممالک کے درمیان اسی راستے سے تجارت ہو رہی ہے۔

اس شاہراہ کی تعمیر کا آغاز ۷ر جنوری ۱۹۵۹ء کو ہوا۔ اس کے مکمل ہونے میں بیس سال لگے۔ ۱۸ر جنوری ۱۹۷۸ء کو جنرل ضیاء الحق نے اس کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ گلگت شہر سے اس شاہراہ کے ذریعے جگلوٹ ۳۳ میل، چیلاس ۹۱ میل، شتیال ۱۳۳ میل، بشام ۲۲۰ میل، پتن ۱۹۴ میل، تھاکوٹ ۲۴۰ میل، بٹگرام ۲۵۱ میل، شنکیاری ۲۸۳ میل، مانسہرہ ۲۹۴ میل، ایبٹ آباد ۳۱۰ میل، ہری پور ۳۴۰ میل، حسن ابدال ۳۶۰ میل اور راولپنڈی ۳۹۰ میل کا فاصلہ ہے۔ گلگت سے خنجراب کی جانب رحیم یار آباد ۲۳ میل، سکندر آباد ۴۰ میل، ناصر آباد ۵۵ میل، کریم آباد ۶۸ میل، گوجال ۹۰ میل، خیبر ۱۲۲ میل، مسگر ۱۳۷ میل اور خنجراب ٹاپ ۱۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔

شاہراہ ریشم زمانہ قدیم سے چین، وسط ایشیا اور کشمیر کے درمیان تجارت اور آمد و رفت کا ذریعہ رہی ہے۔ اس شاہراہ نے صدیوں پہلے سے چین کے مغربی ممالک اور کشمیر کے ساتھ سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی تعلقات قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی شاہراہ کے ذریعہ چین میں تیار ہونے والا اعلیٰ قسم کا ریشم دیگر ممالک کو برآمد کیا جاتا تھا۔ قدیم سلک روٹ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: شمالی، وسطی اور جنوبی۔ شمالی شاہراہ چانگان سے شروع ہو کر طرفان کے راستے ارومچی پہنچتی ہے اور یہاں سے مغرب کی سمت آگے بڑھتی ہوئی قازقستان میں داخل ہو جاتی ہے اور آخر کار بحرِ اسود Black Sea تک



جا پہنچتی ہے۔ اروچی سے اس کی ایک شاخ جنوب میں آ کر کورلا (Korla) کے مقام پر وسطی شاہراہ سے مل جاتی ہے۔

وسطی شاہراہ طرفان سے کورلا، کوچا اور آکسو ہوتی ہوئی کاشغر پہنچتی ہے۔ کاشغر سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شاخ مغرب کی سمت کرغیزیا میں داخل ہو کر وسط ایشیا کی دوسری ریاستوں کی طرف بڑھ جاتی ہے۔ دوسری شاخ جنوب کی جانب تاشکرگان اور پیرعلی ہوتی ہوئی درۂ خنجراب کے راستے کشمیر میں داخل ہو جاتی ہے۔

جنوبی شاہراہ طرفان کے جنوب میں کورلا، ختن اور یارقند سے ہو کر کاشغر پہنچتی ہے اور وسطی شاہراہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ کرغیزیا میں اس وسطی شاہراہ کی ایک شاخ جنوب میں تاجکستان کی سطح مرتفع پامیر کو عبور کرتی ہوئی افغانستان کے راستے ایران جا نکلتی ہے۔

۷۔ سری نگر لداخ روڈ

اس کی کل لمبائی سری نگر سے لداخ کے مرکزی شہر لیہ تک ۳۹۰ کلومیٹر ۲۳۲ میل ہے۔ یہ سڑک سری نگر سے گگن، سونہ مرگ، بال تل، زوجی لا اور دراس کے راستے کرگل پہنچتی ہے۔ کرگل سے مشرق کو مڑ جاتی ہے اور مل بج، بودھ کھربو، خلاصی اور سپیل کو ملاتی ہوئی لیہ پہنچتی ہے۔ لیہ سے یہ سڑک شوشل اور دم چوک ہوتی ہوئی تبت نکل جاتی ہے۔ یہ سڑک بھی ماضی میں کشمیر اور تبت کے درمیان آمدورفت اور تجارت کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے۔ مستقبل اس کا بھی شاندار ہے۔ سری نگر سے لیہ تک فاصلوں کی تفصیل یوں ہے:

سری نگر سے گاندربل ۱۱ میل، گگن ۲۲ میل، سنبل ۳۷ میل، سونہ مرگ ۵۰ میل، زوجیلا ۶۳ میل، دراس ۸۳ میل، کھربو ۱۰۴ میل، کرگل ۱۲۱ میل، مل بج ۱۴۰ میل، بودھ کھربو ۱۵۲ میل، لامایارو ۱۷۰ میل، خلاصی ۱۸۲ میل، سسپال ۱۹۹ میل اور لیہ ۲۳۲ میل۔

۸۔ بانڈی پورہ اسکردو روڈ

وادیٔ کشمیر کو بلتستان سے ملانے کے لیے ایک سڑک بانڈی پورہ سے نکلتی ہے اور

تراگ بل، گریز، قمری اور منی مرگ سے ہوتی ہوئی برزل کو عبور کر کے دیوسائی پہنچتی ہے اور یہاں سے اسکردو چلی جاتی ہے۔ اسی سڑک سے قمری کے مقام پر ایک راستہ کالا پانی اور رٹو ہوتا ہوا استور کو جاتا ہے اور وہاں سے گلگت چلا جاتا ہے۔ مستقبل میں آزادی کے بعد ان سڑکوں کی اہمیت بہت بڑھ جائے گی جب انہیں ترقی دے کر اندرونی تجارت اور آمد و رفت کے لیے زیادہ کارآمد بنایا جائے گا۔ استور کو اسکردو سے ملانے کے لیے ایک سڑک واس کے راستے دیوسائی میدان میں بانڈی پورا اسکردو روڈ سے مل جاتی ہے۔ ۱۸۹۰ء سے قبل گلگت کے سفر کو سائبیریا کے سفر سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ گلگت تک سامان رسد پہنچانے کے لیے کشمیریوں سے جبراً بیگار لی جاتی تھی اور سفر کے دوران کئی لوگ سردی کی شدت کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ درّہ راج دیانگن کی بلندی ۱۸۰۰۰ فٹ ہے، جبکہ درّہ برزل ۱۳۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ درّہ برزل کو عبور کرتے ہی سارا منظر بدل جاتا ہے۔ وادی کشمیر کی سمت کے ہرے بھرے جنگل ختم ہو جاتے ہیں اور خشک ویران پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

۹۔ گلگت اسکردو روڈ

اسکردو سے ایک سڑک گلگت کو دریائے سندھ کے کنارے کنارے جاتی ہے۔ دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ ۲۴۱ کلومیٹر (۱۵۰ میل) ہے۔ کچورا جھیل اسی سڑک پر اسکردو سے ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۰۔ شاہراہ نیلم

مظفر آباد سے ایک سڑک دریائے نیلم کے کنارے کنارے شمال کو جاتی ہے جو اٹھمقام، کیرن، دواریاں اور شاردا ہوتی ہوئی کیل پہنچتی ہے۔ کیل سے آگے جانا وئی، پھلاوئی، ہلکوہ، تاؤبٹ، کنزل وان اور ہکورہ ہوتے ہوئے گریز پہنچا جا سکتا ہے۔ پھلاوئی سے اس سڑک کو ضلع دیامر کے مقام رٹو سے ملایا جا سکتا ہے۔ پھلاوئی اور رٹو کا درمیانی فاصلہ

صرف پچاس کلومیٹر کے قریب ہے۔ یہ سڑک بن جائے تو مظفر آباد کا گلگت بلتستان دونوں علاقوں سے زمینی رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ کیل کو چیلاس سے ملانے کے لیے ایک منصوبہ حکومت آزاد کشمیر کے زیرِ غور ہے۔

اس سڑک کی تعمیر سے شاہراہِ ریشم کے ذریعہ وسط ایشیا کی ریاستوں سے براہِ راست رابطہ ہو سکتا ہے۔

۱۱۔ ٹریٹی روڈ (Treaty Road)

۱۸۷۰ء میں انگریزوں نے کرنل ڈوگلس فورسائتھ کو یارقند بھیجا تا کہ وہ روسی پیش قدمی کے مقابلہ کے لیے اس علاقہ کی سٹریٹجک اہمیت کا اندازہ کر سکے۔ اس زمانہ میں لداخ کے راستے یارقند تک ایک تجارتی شاہراہ تعمیر کرنے کا خیال سامنے آیا۔ کشمیر کے مہاراجہ رنبیر سنگھ کو مشرقی ترکستان تک اپنا تجارتی اثر بڑھانے کا خیال آیا۔ اس مقصد سے اس نے ۱۸۶۴ء میں ختن کے جنوب مغرب میں شہید اللہ کے مقام پر ایک چوکی قائم کی۔ اس نے ختن کے امیر سے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی۔ رنبیر سنگھ نے برطانوی سروے ٹیم کے ایک ممبر ولیم جانسن کو اجازت دی کہ وہ اس علاقے کا جامع نقشہ تیار کرے اور ریاست کی شمالی سرحدوں کا تعین کرے۔ اس نے ریاست کی سرحدوں کو شمال میں ختن سے ۵۰ میل جنوب تک بڑھا دیا۔

رنبیر سنگھ کی اس آزادانہ خارجہ پالیسی پر برطانوی ہند کی گہری نظر تھی۔ تاہم وہ اس تجارتی راستے سے فائدہ حاصل کرنے کی فکر میں بھی تھے۔ ۱۸۶۳ء میں انہوں نے مہاراجہ کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط کیے۔ ۱۸۶۴ء میں مہاراجہ نے ڈاکٹر ہنری کیلے (Henry Cayley) کو ٹریڈ کمشنر کی حیثیت سے لیہہ میں رکھنے کی اجازت دی۔ ۱۸۷۰ء میں انگریزوں کو اس تجارتی شاہراہ سے، جسے ٹریٹی روڈ (Treaty Road) کا نام دیا گیا، گزرنے کی اجازت مل گئی۔ یہ شاہراہ سری نگر سے زوجیلا کے راستے لیہہ پہنچتی ہے اور وہاں



Kashgar
Yarkand
Afganistan
Mintaka Pass
Khunjerab Pass
Khotan
China
(Sinkiang)
Shahidulla
Baltit
(Hunza)
Chalt
Gilgit
Punial
Chilas
Bunji
Astor
Skardu
Siachen
Glacier
Haji Langar
Karakoram
Pass
Chin
Aksai
Pakistan
Babusar
Pass
Tithwal
Uri
Zoji La
Pass
Tangtse
Murree
Srinagar
Leh
China
(Tibet)
Poonch
Rawalpindi
Banihal
Pass
Naoshera
Mirpur
Riasi
Akhnoor
Jammu
Chamba
Lahul
India
19th C. Treaty road
1950s Chinese road
1978 Karakoram highway

[illegible]

سے تانکسے ہوتی ہوئی اقصائے چین کو چلی جاتی ہے۔ تانکسے سے اس کی ایک شاخ درّہ قراقرم کے راستے سنکیانگ میں داخل ہو جاتی ہے۔ اقصائے چین سے گزر کر یہ سڑک درّہ حاجی لنگر ہوتی ہوئی مشرقی ترکستان میں داخل ہو جاتی ہے۔

(کشمیران کراس فائر،وکٹوریہ شوفیلڈ،ص ۸۰-۷۹)

۱۲۔ منالی لیہہ روڈ (Manali-Leh Road)

بھارتی حکومت نے صوبہ ہماچل پردیش کو لداخ سے براہ راست ملانے کے لیے منالی سے لیہہ تک ایک پختہ سڑک تعمیر کی ہے جس کی کل لمبائی ۴۷۰ کلو میٹر ہے۔ ۱۹۷۴ء کے بعد بھارت نے لداخ کے راستے سیاحوں کے لیے کھول دیے ہیں جس کی بنا پر وادیٔ سندھ کے شمالی حصوں کی سیاحت کے لیے غیر ملکی سیاحوں کو مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔

منالی لیہہ روڈ انتہائی دشوار گزار راستوں اور بلند و بالا کوہستانی سلسلوں کو عبور کر کے لداخ کے صدر مقام لیہہ پہنچتی ہے۔ سڑک صرف وسط جولائی سے وسط ستمبر تک کارآمد رہتی ہے اور سال کا بقیہ حصہ آمدورفت کے لیے بند رہتی ہے۔

(ماہنامہ لشکار، جون-جولائی ۱۹۹۷ء،ص ۴۴-۴۰)

۱۳۔ گلگت کاغان مانسہرہ روڈ

اس سڑک کی تعمیر ۱۹۴۹ء میں شروع ہو کر ۱۹۵۲ء میں مکمل ہوئی۔ یہ گلگت کو درّہ بابوسر کے راستے پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ سے ملاتی ہے۔ اس کا فاصلہ گلگت سے مانسہرہ ۲۳۱ میل ہے جس کی تفصیل یوں ہے: گلگت سے عالم پل ۲۴ میل، رائکوٹ ۳۱ میل، بابوسر ٹاپ ۱۰۸ میل، لولوسر جھیل ۱۱۹ میل، جال کراس ۱۳۵ میل، ناران ۱۵۱ میل، کاغان ۱۶۵ میل، پارس ۱۹۰ میل، بالاکوٹ ۲۰۰ میل، گڑھی حبیب اللہ ۲۱۳ میل اور مانسہرہ ۲۳۱ میل۔ مانسہرہ میں یہ سڑک شاہراہِ ریشم میں مل جاتی ہے۔ چلاس سے کاغان تک یہ سڑک نہایت خستہ حال میں ہے۔

۱۴۔شاہراہ کشمیر

۳۰ دسمبر ۱۹۸۹ء کو اسلام آباد میں پاکستان کی صوبائی رابطہ کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں وزیر اعظم آزاد کشمیر نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں شاہراہ کشمیر کے نام سے ایک سڑک کی تعمیر کی منظوری دی گئی ہے جو ضلع میر پور کے شہر ڈڈیال کو آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد سے ملائے گی۔

چند سال قبل اس شاہراہ کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا تھا۔ شاہراہ کا صرف ایک حصہ سہنسہ سے بلوچ تک تعمیر ہوا تھا۔ اس کے بعد کام رک گیا اور اب تک دوبارہ شروع نہیں ہوا۔ یہ شاہراہ مکمل ہو جائے تو آزاد کشمیر کے تمام اضلاع کا آپس میں زمینی رابطہ ہو جائے گا اور عوام الناس کو بہتر سفری سہولیات میسر آ سکیں گی۔

۱۵۔شاہراہ انچن (گلگت سکردو روڈ)

سکردو سے ایک سڑک گلگت کو دریائے سندھ کے کنارے کنارے جاتی ہے۔ دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ ۲۴۱ کلومیٹر (۱۵۰ میل) ہے۔ کچورا جھیل اور وادی روندو اسی سڑک پر واقع ہیں۔ چونکہ اس روڈ کی تعمیر پاک آرمی انجینئرز کا بہت بڑا کارنامہ ہے اس لیے عوامی سطح پر گلگت سکردو روڈ کا نام شاہراہ انچن (Anchan) یعنی عظیم شاہراہ رکھا گیا ہے۔

دیگر اندرونی سڑکیں

ان سڑکوں کے علاوہ کچھ اور چھوٹی بڑی سڑکیں موجود ہیں جو ریاست کے اندرونی علاقوں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہیں۔ ان میں سری نگر شوپیاں روڈ، سری نگر گلمرگ روڈ، سری نگر پہلگام روڈ، بھوت بھدرواہ روڈ، بھوت کشتواڑ روڈ، بنگرام نیتوال روڈ، کوہالہ راولاکوٹ روڈ، کوہالہ باغ روڈ، راولاکوٹ تراڑکھل سہنسہ روڈ، میرپور کوٹلی روڈ، کوٹلی بھمبر روڈ، کوٹلی کہوٹہ (راولپنڈی) روڈ، بھمبر سماہنی میرپور روڈ، میرپور بھمبر برنالہ روڈ، میرپور کھوئی رٹہ روڈ، گلگت استور روڈ، گلگت اشکومن روڈ وغیرہ شامل ہیں۔

ریلوے

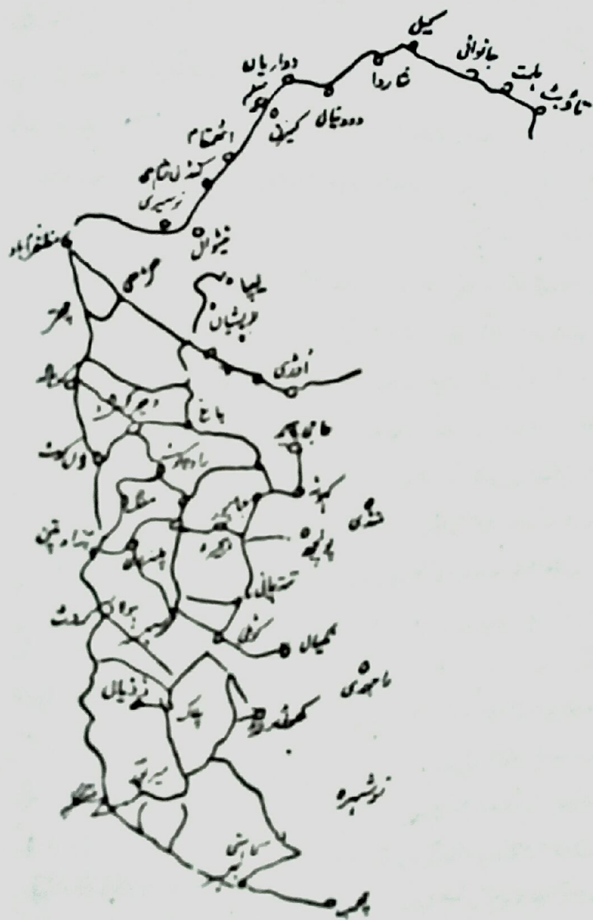
جموں کا شہر ریل کے ذریعے سیالکوٹ سے ملا ہوا ہے۔ لیکن ۱۹۴۷ء سے اس پر آمد و رفت بند ہے۔ ۱۹۷۱ء میں بھارتی حکومت نے جموں کو ریلوے لائن کے ذریعے پٹھانکوٹ سے ملا دیا ہے، اب اس لائن کو اودھم پور تک بڑھایا جا رہا ہے۔

ہوائی راستے

ہندوستانی مقبوضہ کشمیر میں سری نگر جموں اور لیہ میں ہوائی اڈے موجود ہیں جہاں سول ہوائی جہازوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ سری نگر کا ہوائی اڈہ بین الاقوامی معیار کا ہے، تاہم ابھی تک یہاں کوئی بین الاقوامی پرواز شروع نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں پونچھ، کرگل اور کشتواڑ میں فوجی جہازوں کے اترنے کے لیے اڈے بنائے گئے ہیں۔ گلگت اور اسکردو میں بھی ہوائی اڈے موجود ہیں۔ گلگت میں فوکر فرینڈ شپ جہاز اتر سکتے ہیں جبکہ اسکردو میں بڑے جہازوں کے اترنے کا بھی بندوبست ہے۔ آزاد کشمیر میں مظفرآباد اور راولاکوٹ میں ہوائی سروس شروع ہو چکی ہے۔ میرپور اور کوٹلی میں بھی ہوائی اڈے بنانے کا اعلان کیا گیا ہے۔

دریائی آمد و رفت

دریائے جہلم میں وادیٔ کشمیر کے اندر کھنہ بل سے بارہ مولہ تک کشتی رانی ہوتی ہے۔ ہلکے اور بھاری سامان کی بار برداری کے لیے یہ بہت ارزاں ذریعہ ہے۔ پچھلے زمانے میں کشتیوں کو آمد و رفت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اب زیادہ تر صرف بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جھیل ڈل، جھیل ولر اور آنچار جھیل میں بھی کشتیاں چلائی جاتی ہیں جن کو سامان لانے لے جانے کے علاوہ تفریحی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جموں میں رنبیر نہر کو کشتیوں کے ذریعہ بار برداری کے کام میں لایا جاتا ہے۔ ریاست کے تقریباً تمام دریاؤں کو عمارتی لکڑی جنگلوں سے مقررہ گھاٹوں تک پہنچانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔



آزاد کشمیر کی سڑکیں

سولہواں باب

مشہور درّے

۱۔درّہ بانہال

۹۲۰۰ فٹ کی بلندی پر سلسلہ پیر پنجال کے مشرقی حصہ میں ۳۳،۳۱ عرض بلد اور ۷۵،۱۶ طول بلد پر واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو جموں سے ملاتا ہے۔ بانہال کارٹ روڈ اسی درّہ سے گزرتی ہے۔ شیخ یعقوب صرفی اور ان کے ساتھی اکبراعظم کو کشمیر پر حملہ کی دعوت دینے اسی درّہ سے گزر کر گئے تھے۔ جواہر ٹنل اسی درّہ میں واقع ہے۔

۲۔بدھل پاس

۱۴۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ۳۳،۲۳ عرض بلد اور ۷۵،۳۱ طول بلد پر واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو بھمبر سے ملاتا ہے۔ اس راستے جموں سے سری نگر کا فاصلہ صرف ۱۲۹ میل رہ جاتا ہے۔ درّہ درحال بھی اسی علاقہ میں ہے۔

۳۔درّہ پیر پنجال

۱۱۴۰۰ فٹ کی بلندی پر ۳۳،۳۸ عرض بلد اور ۷۴،۳۳ طول بلد پر واقع ہے۔ راجوری اور پونچھ کو وادی سے ملاتا ہے۔ مغل افواج اسی راستے کشمیر پر چڑھائی کرتی رہی ہیں۔

۴۔توشہ میدان

پونچھ سے وادیٔ کشمیر میں داخل ہونے کا قریب ترین راستہ ہوا کرتا تھا۔ محمود غزنوی

نے اسی راستے کشمیر کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی (لیکن شکست کھا گیا)۔ جہلم ویلی روڈ کی تعمیر سے قبل پونچھ سے کشمیر جانے کا یہ قریب ترین راستہ تھا۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۰۵۰۰ فٹ ہے اور ۳۳،۵۶ عرض بلد اور ۷۴،۳۲ طول بلد پر واقع ہے۔

۵۔ درہ حاجی پیر

اس کی بلندی ۸۵۰۰ فٹ ہے۔ اوڑی کو پونچھ سے ملاتا ہے۔ سردیوں میں جب پیر پنجال اور توشہ میدان کے راستے برف باری کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں تب یہ راستہ زیر استعمال رہتا ہے۔ اس کا محل وقوع ۳۳،۵۸ عرض بلد اور ۷۴،۰۷ طول بلد ہے۔

۶۔ درہ ماربل

۱۱۵۷۰ فٹ کی بلندی پر ۳۳،۳۰ عرض بلد اور ۷۵،۳۰ طول بلد پر واقع ہے۔ وادی کشمیر کو کشتواڑ سے ملاتا ہے۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے سردیوں میں ناقابل استعمال ہوتا ہے۔

۷۔ درہ زوجیلا (Zojila Pass)

۱۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر نہایت اہم درہ ہے۔ جو ۳۴،۲۸ عرض بلد اور ۷۵،۵۰ طول بلد پر واقع ہے اور وادی کو لداخ سے ملاتا ہے۔ یہاں سے تبت اور ختن کو راستے جاتے ہیں۔ اسی راستے کشمیر کے ختن اور ترکستان سے تجارتی تعلقات رہے ہیں۔ رنچن شاہ اسی راستے داخل ہوا تھا اور مرزا حیدر دوغلات نے بھی اسی راستے کشمیر پر حملہ کیا تھا۔ اس کا پرانا نام شرجی لا (Shurji La) تھا۔ یعنی شیو جی کا پہاڑ۔

۸۔ درہ تراگبل

بانڈی پورہ کے شمال میں ۳۴،۳۰ عرض بلد اور ۷۴،۴۱ طول بلد پر واقع ہے۔ وادی کشمیر کو بلتستان اور گلگت سے ملانے کے لیے اس درہ کی بہت اہمیت ہے۔ تراگبل سے گزر کر قمری کے قریب راستہ دو شاخوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایک راستہ استور ہوتے

ہوئے گلگت کو جاتا ہے، دوسرا برزل ٹاپ کی طرف سے اسکردو کو۔

۹۔ درّہ بابوسر

۱۳۶۹۰ فٹ بلند ہے۔ گلگت کو چلاس کے راستے کاغان سے ملاتا ہے۔ شاہراہ ابریشم تعمیر سے پہلے بہت استعمال ہوتا تھا۔

۱۰۔ درّہ خنجراب

۱۵۴۲۰ فٹ کی بلندی سے راستہ گزرتا ہے۔ ہنزہ کے شمال میں چین کی سرحد پر واقع ہے۔ چین کے تجارتی قافلے اسی راستے گلگت آتے ہیں۔ شاہراہِ ریشم خنجراب سے گزر کر چین میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہاں محکمہ جنگلی حیات کا ایک عظیم پارک بنایا گیا ہے۔

۱۱۔ درّہ قراقرم

۱۸۲۹۰ فٹ بلند ہے۔ لداخ کو سنکیانگ (چین) سے ملاتا ہے۔

۱۲۔ درّہ شونتریا (شونٹر)

یہ درّہ ضلع دیامر کو ضلع مظفر آباد سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۴۷۰۴ فٹ ہے۔

۱۳۔ درّہ درکوٹ

یہ درّہ یاسین کے علاقہ کو افغانستان کے واخان علاقے سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۴۰۰۰ فٹ ہے۔

۱۴۔ درّہ شندور

یہ درّہ گوپس کو چترال سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۳۲۰۰ فٹ ہے۔

۱۵۔ درّہ شمشال

ہنزہ کے علاقے میں واقع ہے۔ ریاست کو چین سے ملاتا ہے۔ اس کی بلندی ۱۵۴۴۰ فٹ ہے۔

۱۶۔ درہ لانک لا اور درہ دم چوک

یہ دونوں درے ریاست کے لداخ ڈویژن کو تبت سے ملاتے ہیں۔

پیر پنجال کے سلسلے میں کچھ اور درے بھی واقع ہیں جن کا اجمالی ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۷۔ درہ بجی مرگ

بانہال سے مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ درہ وادیٔ کشمیر کو گلاب گڑھ اور ریاسی سے ملاتا ہے۔ اسی راستے سے گزر کر ۱۸۱۹ء میں پنڈت بیربل رنجیت سنگھ کے دربار میں پہنچا تھا اور اس سے افغانوں کے خلاف امداد کی درخواست کی تھی۔ ۱۸۴۶ء میں گلاب سنگھ کشمیر کے گورنر شیخ امام دین سے شکست کھا کر اسی درے سے ہوتا ہوا پنجاب پہنچا تھا اور انگریزوں سے فوجی کمک لے کر آخر ریاست پر اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

۱۸۔ درہ کوثر ناگ

یہ درہ وادیٔ کشمیر کو علاقہ انس اور کھسالی سے ملاتا ہے۔ اس درے سے گزر کر وادی کی طرف ایک نہایت خوبصورت سرسبز میدان آتا ہے جسے کونگ وان کہتے ہیں۔ جھیل کوثر ناگ اسی درہ کے قریب واقع ہے۔

۱۹۔ درہ گوروش

اسے مقامی زبان میں گوراس وتاں کہا جاتا ہے۔ کوثر ناگ سے مغرب کو واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو بدھل سے ملاتا ہے۔

۲۰۔ درہ روپڑی

پیر پنجال سے مشرق کی طرف واقع ہے۔ وادیٔ کشمیر کو راجوری کے مشرقی حصہ سے ملاتا ہے۔

۲۱۔ درہ تتن سر

تتن سر اور چتن سر دو جھیلیں ہیں۔ یہ درہ اسی علاقہ میں واقع ہے اور علاقہ شوپیاں کو درحال سے ملاتا ہے۔

۲۲۔ درہ حتہ کوٹی اور جمیاں

یہ درّے وادی کے علاقے چرار چریف کو پونچھ سے ملاتے ہیں۔

۲۳۔ درہ گلاب گڑھ

وادیٔ کشمیر کے جنوبی کنارے پر سطح سمندر سے ۱۲۵۳۰ فٹ کی بلندی پر ۳۳،۲۹ عرض بلد اور ۷۴،۵۷ درجہ طول بلد پر درہ گلاب گڑھ واقع ہے۔ یہ درہ شوپیاں کو براہِ راست ریاسی سے ملاتا ہے۔ سردیوں میں برف باری کی وجہ سے ناقابل عبور ہوتا ہے۔

۲۴۔ درہ رتن پیر

۷۴،۲۶ درجہ طول بلد اور ۳۳،۳۵ درجہ عرض بلد پر سطح سمندر سے ۸۲۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ درہ راجوری سے شمال کی جانب بھمبر کو سری نگر سے ملانے والی سڑک پر واقع ہے۔ تھنہ سے اس کا فاصلہ شمال مشرق کی جانب ۵ میل ہے۔

۲۵۔ درہ مستاغ

یہ درہ بلتستان اور سنکیانگ کے درمیان بالتورو گلیشیر کے ایک ذیلی گلیشیر کے اوپر مشہور چوٹی مستاغ پیک (Mustag Peak Tower) کے دائیں پہلو میں واقع ہے۔ پرانے زمانہ میں ترکستان اور کشمیر و بلتستان کے تاجر اور دیگر کاروان اسی درہ کے راستے گزرتے تھے۔ اس درہ کے نواح میں مستاغ ٹاور کے دامن میں چھٹی ساتویں صدی عیسوی کا ایک پولو گراؤنڈ ہے جہاں بلور (بلتستان) کے پلولا شاہی بادشاہ اور ختن کے "اماچا" خاندان کے بادشاہ امن کے دنوں میں پولو ٹورنامنٹ کھیلتے تھے اور ہاکی کا انعقاد کرتے تھے۔ اس پولو گراؤنڈ کے قریب سوداگروں کے لیے سرائے اور بادشاہوں کے لیے رہائشی کمروں

کے نشانات اور کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔

بلتستان والوں کا دعویٰ ہے کہ پولو کے کھیل کی ابتداء یہیں سے ہوئی تھی کیونکہ یہاں کی زبان میں گیند کو ''پولو'' کہتے ہیں۔

(شیر دریا، رضا علی عابدی، ص ۲۶)

۲۶۔ درّہ سدپارہ

یہ درّہ سدپارہ گاؤں اور میدان دیوسائی کے درمیان واقع ہے۔ سکردو دیوسائی استور روڈ اسی درّہ سے گزاری گئی ہے۔

۲۷۔ درّہ تھلے

یہ درّہ وادی خپلو کو وادی شگر سے ملاتا ہے۔ اس درّہ میں کئی گاؤں آباد ہیں۔

۲۸۔ درّہ برگے

یہ درّہ وادی سکردو اور دیوسائی میدان کے درمیان واقع ہے۔ اس درّہ کے ساتھ کئی تاریخی واقعات وابستہ ہیں۔ علی شیر خان انچن نے یہاں ایک دفاعی دیوار بنوائی تھی۔ یہاں سے نانگا پربت اور کے ٹو (K-2) کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

۲۹۔ درّہ ہانو (Hanu)

یہ درّہ بلتستان کی وادی خپلو کے گاؤں پیون (Piyon) اور لداخ کے دیہات داہ اور ہانو (Dah, Hanu) کے درمیان واقع ہے اور وادی خپلو اور لداخ کے درمیان مختصر ترین راستہ ہے۔

۳۰۔ درّہ گھچے

یہ بلتستان کا مشہور اور خوبصورت درّہ ہے جو وادی خپلو کو وادی کھرمنگ سے ملاتا ہے۔

۳۱۔ درّہ برزل (Burzil Pass)

درّہ برزل وادیٔ کشمیر کو بلتستان کے صدر مقام سکردو سے ملاتا ہے۔ بانڈی پورہ سے جو سڑک استور کے راستے گلگت جاتی ہے اس کی ایک شاخ قمری کے مقام پر جدا ہو کر برزل کو عبور کر کے دیوسائی کے میدان میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر سکردو چلی جاتی ہے۔

۳۲۔ درّہ منتکا (Mintaka Pass)

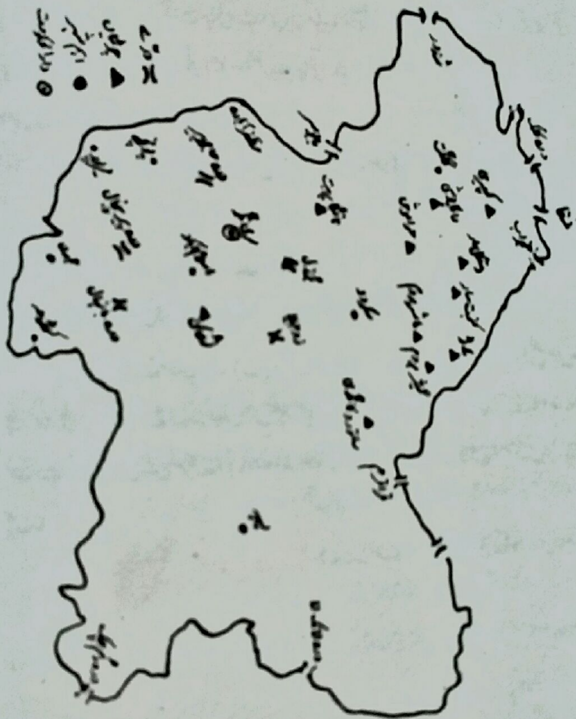
درّہ منتکا ہنزہ کے شمال میں واقع ہے۔ گلگت کو مغربی سنکیانگ (چین) سے ملاتا ہے۔

۳۳۔ درّہ لنگالاچالا (Lungalacha La)

۳۴۔ درّہ تنگ لانگ لا (Tunglang La)

یہ دونوں درّے منالی (ہماچل پردیش) سے لیہہ جانے والی شاہراہ پر واقع ہیں، جسے بھارتی حکومت نے زمانۂ حال میں تعمیر کیا ہے۔ ان کی بلندی سطح سمندر سے ۱۷۵۰۰ فٹ ہے اور یہ سال میں صرف دو ماہ، وسط جولائی سے وسط ستمبر تک قابلِ استعمال رہتے ہیں۔

(ماہنامہ "نمسکار"، جون جولائی ۱۹۹۷ء، ص ۳۳)



ریاست کے مشہور درّے، چوٹیاں اور شہر

سترہواں باب

مشہور چوٹیاں

ریاست کے شمالی علاقہ جات گلگت، بلتستان، لداخ، زنسکار میں چوٹیوں کی تعداد ۳۰۰ کے قریب ہے، جن میں ۱۵۰ چوٹیاں بلتستان میں ہیں۔ ان میں سے ۲۳۰۰۰ فٹ سے ۲۸۰۰۰ فٹ تک بلند چوٹیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	نام چوٹی	بلندی میٹرز	بلندی فٹ	محل وقوع
1۔	چھوغوری K-2	8611	28251	بلتستان
2۔	نانگا پربت	8125	26656	دیامر۔گلگت
3۔	گیشر بروم I-	8068	26470	بلتستان
4۔	فلچن ری (براڈ پیک)	8047	26400	بلتستان
5۔	گیشر بروم II-	8035	26362	بلتستان
6۔	فلچن ری (براڈ پیک جنوبی)	8016	26362	بلتستان
7۔	گیشر بروم III-	7952	26089	بلتستان
8۔	گیشر بروم IV-	7925	26000	بلتستان
9۔	دستگل سر	7885	25869	گلگت
10۔	میشر بروم	7821	25659	بلتستان
11۔	نانگا پربت شمالی	7816	25643	دیامر گلگت

12۔ میشر بروم (جنوب مشرقی)	7806	25610	بلتستان
13۔ راکاپوشی	7788	25551	گلگت
14۔ بتورا-I	7785	25541	گلگت
15۔ گیشر بروم مشرقی	7772	25492	بلتستان
16۔ کنجوت سر	7760	25460	گلگت
17۔ سلتورو کنگری	7742	25400	بلتستان
18۔ بتورا-II	7730	25360	گلگت
19۔ تریوور (Trivor)	7720	25328	گلگت
20۔ دستگل سر مشرقی	7700	25262	گلگت
21۔ فلچن ری شمالی	7700	25262	بلتستان
22۔ ساسر کنگری	7672	25170	لداخ
23۔ چھوغویسا (جنوب مشرقی)	7665	25148	بلتستان
24۔ چھوغویسا (شمال مشرقی)	7654	25112	بلتستان
25۔ شپری	7619	24997	بلتستان
26۔ سکیانگ کنگری	7544	24751	بلتستان
27۔ ماموستھنگ کنگری	7525	24688	بلتستان
28۔ ساسر کنگری-II	7513	24649	بلتستان
29۔ بتورا-III	7500	24606	گلگت
30۔ ساسر کنگری-III	7495	24590	بلتستان
31۔ پوماری شش	7492	24580	گلگت
32۔ کے ٹویلو (K-12)	7468	24501	بلتستان

33۔ تیرم کنگری-I	7463	24485	بلتستان
34۔ سیاکنگری	7455	24459	بلتستان
35۔ مالوبیٹنگ	7453	24452	گلگت
36۔ ختام کھورری	7415	24327	بلتستان
37۔ تیرم کنگری-II	7406	24298	بلتستان
38۔ حراموش	7397	24268	گلگت
39۔ روشر	7388	24239	گلگت
40۔ رنکمو-I	7385	24229	بلتستان
41۔ تیرم کنگری-III	7382	24219	بلتستان
42۔ شرپی کنگری مشرقی	7380	24213	بلتستان
43۔ رنکمو شمالی	7373	24190	بلتستان
44۔ سکیل بروم	7360	24147	بلتستان
45۔ پوماری شش جنوبی	7350	24114	گلگت
46۔ ہیرالڈ پیک	7350	24114	بلتستان
47۔ کارن کوہ	7350	24114	بلتستان
48۔ موبہل سر	7342	24088	گلگت
49۔ کوہ گہنکت	7342	24088	گلگت
50۔ نون کن	7135	23403	زنسکار، لداخ

(حوالہ: ٹی پی، جون ۱۹۹۰ء اور المانک ۱۹۸۹ء)

اٹھارواں باب

مشہور گلیشیرز

ریاست جموں کشمیر کے شمالی علاقہ جات میں چھوٹے بڑے گلیشیرز کی کل تعداد ۸۶ ہے۔ ذیل میں صرف چند بڑے بڑے گلیشیرز کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے:

سیاچن گلیشیر

سیاچن قطبین کو چھوڑ کر دنیا کا سب سے بڑا گلیشیر ہے۔ اس کی لمبائی ۵۰ میل اور رقبہ ۴۵۰ مربع میل ہے۔ مشرقی قراقرم میں واقع ہے۔ اس کے لیے راستہ بلتستان کی وادی خپلو سے ہو کر جاتا ہے۔

بالتورو گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۵ میل اور رقبہ ۲۹۰ مربع میل ہے۔ سلسلہ قراقرم میں ماشابروم کے شمال میں واقع ہے۔ اس گلیشیر میں مشہور سنگم Concordia واقع ہے جس سے کوہ پیما کے۔ٹو، براڈ پیک، گاشابروم گروپ اور گولڈن تھرون کو جاتے ہیں۔

ہسپر گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۵ میل اور رقبہ ۲۳۰ میل ہے۔ گلگت میں کجوت سر چوٹی کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ گلیشیر وادی نگر کے آخری گاؤں ہسپر سے شروع ہوتا ہے اور بیافو گلیشیر کی جانب درّہ ہسپر پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔

ریمو گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۰ میل اور رقبہ ۲۰۰ مربع میل ہے۔ لداخ میں وادی نوبرا کے شمال میں سنکیانگ کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ مشہور ترین شہر اسی گلیشیر میں واقع ہے۔

بیافو گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۷ میل ہے۔ وسطی قراقرم میں درہ ہسپر کے شمال میں واقع ہے۔ اس گلیشیر سے ہسپر گلیشیر اور سنو لیک (Snow Lake) کو راستہ جاتا ہے۔ پرانے زمانہ میں وادیٔ شگر اور وادیٔ نگر و ہنزہ کے درمیان اسی گلیشیر سے آمد و رفت ہوتی تھی۔

چوغالنگما گلیشیر

بلتستان میں سلسلہ حراموش و راکاپوشی سے بالائی شگر کے آخری گاؤں روندو کے درمیان واقع ہے۔ اس گلیشیر کے گھٹنے اور بڑھنے سے روندو گاؤں کی بہت سی مزروعہ اراضی برباد ہوتی رہتی ہے۔

بتورا گلیشیر

اس کی لمبائی ۳۶ میل ہے۔ گلگت میں ہنزہ کے شمال میں واقع ہے۔

ورجراب گلیشیر

اس کی لمبائی ۲۴ میل ہے۔ دست گل سر اور کنجوت سر چوٹی کے درمیان میں واقع ہے۔

کیشر بروم گلیشیر

شمالی بلتستان میں کیشر بروم چوٹی کے قریب سیاچن اور بلتورو کے درمیان واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۱۲ میل ہے۔

انیسواں باب

زرعی پیداوار

ریاست جموں وکشمیر ایک زرعی ریاست ہے۔ یہاں کے اسی فیصد باشندے زراعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ریاست میں صرف آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار ہیکٹر زمین زیرکاشت ہے۔ باقی زمین پہاڑی ہونے کی وجہ سے یا بنجر ہونے کی وجہ سے بےکار پڑی ہے۔ صوبہ لداخ میں سخت سردی اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے پچیس فیصد سے بھی کم زمین زیرکاشت ہے۔ ریاست کی زیرکاشت زمین میں ۲۹ فیصد پر مکئی، ۲۶ فیصد پر دھان، ۲۲ فیصد پر گیہوں اور ۹ فیصد پر دالیں کاشت ہوتی ہیں۔ سطحی بنیاد پر ریاست کی زراعت کے تین خطے ہیں:

۱۔ صوبہ جموں کا زرعی خطہ

۲۔ صوبہ کشمیر کا زرعی خطہ

۳۔ لداخ کا زرعی خطہ

جموں کا زرعی خطہ

جموں کی پہاڑیوں کے دامن کے ساتھ ساتھ زرخیز زمین کا ایک لمبا مگر تنگ خطہ ہے۔ اس میں آبپاشی مصنوعی ذرائع سے ہوتی ہے۔ خطہ کا ۲۰ فیصد حصہ زیرکاشت ہے۔ جس میں ضلع جموں اور کٹھوعہ میں گیہوں کی کاشت ہوتی ہے۔ ضلع ڈوڈہ، پونچھ اور اودھم پور میں مکئی، جو، جوار، باجرہ اور دالیں کاشت ہوتی ہیں۔ کنڈی کے علاقے میں ٹیوب ویلز کے

ذریعے آبپاشی ہوتی ہے۔ یہاں چاول مکئی اور گیہوں کی کاشت ہوتی ہے۔ بھدرواہ اور کشتواڑ میں زیرہ، الائچی اور پھل اگائے جاتے ہیں۔ ڈوڈہ اور گلاب گڑھ میں شہتوت اگائے جاتے ہیں، جن کے پتوں پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔

کشمیر کا زرعی خطہ

وادیٔ کشمیر میں سطح ہموار، مٹی زرخیز اور آبپاشی کے تقریباً تمام وسائل موجود ہیں۔ لیکن آب و ہوا چونکہ سرد ہے اس لیے سال میں ایک ہی فصل ہوتی ہے۔ دریائے جہلم اور دیگر چھوٹے دریاؤں اور نالوں سے سیراب ہونے والی زمینیں بہت زرخیز ہونے کے علاوہ ہموار ہیں۔ ان میں اعلیٰ قسم کے چاول پیدا ہوتے ہیں جو کشمیر کے لوگوں کی عام خوراک ہیں۔ یہاں کی ۵۰ فیصد زمینوں پر دھان کی کاشت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میوے بھی کثرت سے ہوتے ہیں جن میں سیب، ناشپاتی، اخروٹ، آڑو، آلو بخارہ، خوبانی، انگور وغیرہ شامل ہیں۔ شوپیاں سے بارہ مولہ تک کچھ زمین وادی کی باقی زمینوں سے اونچی ہے۔ انہیں کریوہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسلام آباد کے قریب بھی پہاڑ کے دامن میں ایک وسیع کریوہ ہے۔ ان میں دھان کے علاوہ مکئی کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ ان کریوہ میدانوں کی بڑی جغرافیائی اہمیت ہے۔ ان کے بارے میں ارضیاتی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وادیٔ کشمیر کا کسی زمانے میں ایک وسیع جھیل ہونا محض افسانوی تصور نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے اور یہ کریوہ میدان اسی جھیل کی تہہ میں بیٹھی ہوئی زرخیز مٹی کی باقیات ہیں۔ ان میں سب سے بڑا کریوہ ۵۰ میل لمبا اور ۱۶ میل چوڑا شوپیاں اور بارہ مولہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ وادی کے مختلف علاقوں میں ریشم کے کیڑے پالنے کے لیے شہتوت کے درخت بھی اُگائے جاتے ہیں۔

لداخ کا زرعی خطہ

ضلع لداخ وادیٔ کشمیر کے شمال مشرق میں ہمالیہ کے سلسلوں کے درمیان واقع ہے۔

سارا علاقہ پہاڑی ہے۔ آب و ہوا سرد اور خشک ہے۔ تاہم اس خطہ میں بھی روپشو سے لے کر کرگل اور دراس تک کسی قدیم جھیل کی تہہ کے باقیات ملتے ہیں۔ یہاں کی زیر کاشت زمین کے ۲۲ فیصد رقبہ پر گندم کی کاشت ہوتی ہے باقی پر باجرہ، جوار اور دالیں اگائی جاتی ہیں۔

ریاست کے شمالی علاقہ جات گلگت، بلتستان کا موسم سردیوں میں سخت سرد اور گرمیوں میں معتدل ہوتا ہے۔ یہ خطہ مون سون ہواؤں کے حلقہ اثر سے باہر ہے۔ سالانہ بارش کی اوسط ۳ سے ۱۵ انچ کے درمیان ہے البتہ پہاڑیوں اور اونچی وادیوں کی برف کی کثرت اس کمی کو پورا کرتی ہے۔ ان علاقوں میں تقریباً ایک لاکھ ایکڑ اراضی زیر کاشت ہے جس کی آب پاشی ندی نالوں اور چشموں کے پانی سے ہوتی ہے جس پر پندرہ لاکھ من کے قریب اناج پیدا ہوتا ہے۔ اوسط تقریباً ۱۵ من فی ایکڑ ہے۔ ڈیڑھ لاکھ ایکڑ وسیع اراضی میدانوں کی شکل میں بے کار پڑی ہے۔ شمالی علاقہ جات میں میوہ جات کثرت سے پیدا ہوتے ہیں جن میں خوبانی، شہتوت، اخروٹ، انگور، سیب، ناشپاتی، بادام، آڑو، انجیر، آلوچہ اور چیری (گیلاس) شامل ہیں۔ گلگت اور دیامیر کے اضلاع میں بارہ سو مربع میل پر جنگلات پھیلے ہوئے ہیں جن سے سالانہ تقریباً چھ لاکھ فٹ اعلیٰ قسم کی لکڑی حاصل ہوتی ہے۔ یہاں کے جنگلات میں ۶ ہزار فٹ تک ایش، زیتون، پڑم، چلغوزہ اور شاہ بلوط کے درخت پائے جاتے ہیں۔ سات سے دس ہزار فٹ کی بلندی تک کائل، دیودار، فر اور سپروس کے درخت ملتے ہیں۔ اس سے اوپر بھوج پتر کے درخت پائے جاتے ہیں، جن کی چھال قدیم زمانے میں کاغذ کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ کشمیری میں اس کو برزہ کہتے ہیں اور انگریزی میں Birch۔ شمالی علاقہ جات کے جنگلات میں قیمتی جڑی بوٹیاں بھی اگائی جاتی ہیں جن میں کٹھ، زیرہ، ہینگ، مشک بالا، ممیرہ، گیانہ دو غیرہ قابل ذکر ہیں۔

جموں کشمیر میں پیدا ہونے والی فصلیں

ریاست کی زرعی پیداوار کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

غذائی فصلیں

چاول (Rice)

یہ فصل نہایت نرم اور زرخیز زمین میں اگتی ہے جس کے لیے وافر مقدار میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ پودے پانی میں ڈوبے رہیں۔ پہلے ایک کھیت میں اس کی پنیری تیار کی جاتی ہے اور بعد میں دوسرے کھیتوں میں منتقل کی جاتی ہے۔ فصل اپریل مئی میں بوئی جاتی ہے اور ستمبر اکتوبر میں کاٹی جاتی ہے۔ وادیٔ کشمیر میں پانی کی بہتات کی بنا پر چاولوں کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ صوبہ جموں میں رنبیر سنگھ پورہ، کٹھوعہ، بھدرواہ اور کشتواڑ میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ ضلع میرپور میں افضل پور کے علاقے میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں کہیں پانی میسر ہو چھوٹے پیمانے پر دھان کی کاشت کی جاتی ہے۔ کشمیر کی قدیم اقسام میں باسمتی اور مشکہ بدج مشہور ہیں لیکن آج کل چائنا کی کاشت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس کی برداشت زیادہ ہوتی ہے۔

گندم (Wheat)

گندم کی فصل نومبر میں بوئی جاتی ہے اور جون میں کاٹی جاتی ہے۔ جموں کے علاقے

میں سانبہ، اکھنور، جموں، سری رنبیر سنگھ پورہ میں گندم کی کاشت زیادہ ہوتی ہے۔ کشمیر میں صرف کریوہ میدانوں میں کہیں کہیں گندم کاشت کی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں بھی چھوٹے پیمانے پر مقامی طور پر گندم پیدا کی جاتی ہے۔ شمالی علاقہ جات کے میدانی علاقوں میں گندم کی کاشت ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی گندم کی دو اقسام کمریٹی اور بدخشاں خاصی مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ جدید اقسام لائل پور ۷۳ سونالیکا، میکسی پاک، انڈس، بہاول پور ۷۹ اور بلیوسلور بھی کاشت کی جاتی ہیں۔

مکئی (Maize)

پہاڑی لوگوں کی عام غذا ہے۔ جدید زمانے میں مکئی کو پولٹری انڈسٹری کے لیے بہت استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے خوردنی تیل (Corn Oil) بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے گرم مرطوب آب و ہوا کی ضرورت ہے۔ بارانی علاقوں میں اور ڈھلوانوں میں اس کی بہت کاشت ہوتی ہے۔ کشمیر میں مکئی کی کاشت کریوہ میدانوں اور پہاڑی ڈھلوانوں پر ہوتی ہے۔ جموں کے کنڈی کے علاقے میں اور بانہال، رام بن، پونچھ اور ڈوڈہ میں اس کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے۔ آزاد کشمیر کے تقریباً سارے ہی علاقے میں مکئی کی کاشت ہوتی ہے جو ذائقے میں بہت عمدہ ہے۔ شمالی علاقہ جات میں بھی مکئی کی کاشت ہوتی ہے۔ جدید اقسام میں سرحد وائیٹ، خیبر، شاہین، اور چنگیز وغیرہ شامل ہیں۔

جو (Barley)

سرد آب و ہوا میں پروان چڑھنے والی فصل ہے۔ سردیوں میں بیج بویا جاتا ہے اور فصل گرمیوں میں کاٹی جاتی ہے۔ لداخ اور کرگل کے پہاڑی علاقوں میں بہت پیدا ہوتی ہے۔ جموں اور وادیٔ کشمیر میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے جو غذا کے طور پر استعمال ہونے کے علاوہ شراب بنانے کے کام بھی آتی ہے۔

دالیں (Pulses)

تمام قسم کی دالیں کریوہ اور کنڈی کے علاقوں میں پیدا کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں تمام پہاڑی علاقوں اور شمالی علاقہ جات میں مختلف قسم کی دالیں اُگائی جاتی ہیں جن میں مونگ، مسور، چنا، ماش، مٹر، موٹھ، راج ماہ وغیرہ شامل ہیں۔ شمالی علاقہ جات میں دالوں کا رقبہ تقریباً ۱۳۲۰۰ ایکڑ ہے جس سے اندازاً ۱۹۲۰۰ من دالیں حاصل کی جاتی ہیں۔

باجرہ اور دیگر فصلیں

جموں کے بعض میدانی اور پہاڑی علاقوں میں باجرہ کاشت ہوتا ہے جو مقامی طور پر ہی استعمال ہوتا ہے۔ شمالی علاقہ جات میں بھی باجرہ کی پیداوار سالانہ تقریباً ۲۰۰ من ہے۔ علاوہ ازیں وادی کے پہاڑی علاقوں اور آزاد کشمیر کے شمالی علاقوں میں شول (Millet)، ترمبہ (Buck Wheat) اور ینگہ وغیرہ کاشت کیے جاتے ہیں جو مقامی طور پر ہی غذا میں کام آتے ہیں۔

شول کو کنگنی بھی کہتے ہیں۔ کنگنی اور ترمبہ بہت کارآمد فصلیں ہیں۔ اگر کسی سال برف باری کم ہو اور یہ خدشہ ہو کہ چاول کی کاشت کے لیے وافر پانی دستیاب نہیں ہوگا تو چاولوں کے کھیتوں میں کنگنی یا ترمبہ کاشت کی جاتی ہے۔ اس کے لیے زمین میں تین چار بار ہل چلایا جاتا ہے۔ اپریل مئی میں بیج بویا جاتا ہے اور ستمبر میں فصل تیار ہو جاتی ہے۔ ترمبہ (Buck Wheat) کو انسانی غذا کے علاوہ گھوڑوں اور مرغیوں کے چارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، تاہم چاول کے مقابلے میں کنگنی، ترمبہ اور ینگہ کو دوسرے درجے کی اجناس تصور کیا جاتا ہے۔

تبتی جو (Tibetan Barley)

سات ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر بعض پہاڑی علاقوں میں ''گرم'' (Grim) یا تبتی جو بھی کاشت کیے جاتے ہیں۔ مئی جون میں بیج بویا جاتا ہے اور اگست ستمبر میں فصل کاٹی جاتی

جموں و کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں

جی ایم میر

رائل پبلشنگ کمپنی

Royal Publishing Company,
Rawalpindi, Pakistan

ہے۔ اسے گیہوں کے ساتھ ملا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

گمہار

گمہار کا پودا نہایت خوبصورت ہوتا ہے۔ اسے کپاس یا مکئی کے کھیتوں میں مینڈھوں کے ساتھ ساتھ لگایا جاتا ہے۔ مئی جون میں اس کا بیج بویا جاتا ہے اور ستمبر میں فصل کاٹی جاتی ہے۔ اس کے لیے نہ آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے نہ کھاد کی۔

تلہن (Oil Seeds)

خوردنی تیل کے حصول کے لیے کشمیر میں کئی اجناس کام میں لائی جاتی ہیں جن میں سرسوں کی مختلف اقسام، السی، تل، اخروٹ اور خوبانی وغیرہ شامل ہیں۔ سرسوں کی کاشت ریاست کے تقریباً سب ہی حصوں میں ہوتی ہے۔ وادیٔ کشمیر میں اس کی دو اقسام بہت مشہور ہیں۔ ایک کا نام "تلہ گوگل" ہے اور دوسری کا "سندیج"۔ وادی میں خوراک میں گھی کا استعمال نہیں ہوتا بلکہ اخروٹ اور سرسوں کا تیل استعمال کیا جاتا ہے۔ جن علاقوں میں ابھی تک بجلی نہیں پہنچی وہاں نباتاتی تیل کو روشنی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ سب تیل دیسی علاج معالجے اور ادویات بنانے کے کام بھی آتے ہیں۔ لارنس نے بندوبست اراضی کے دوران تلہن کی ۱۵۳ اقسام کا ذکر کیا ہے۔

سبزیاں

ریاست کے تمام علاقوں میں مقامی طور پر انواع و اقسام کی سبزیاں کاشت کی جاتی ہیں جو مقامی ضروریات کے لیے عام طور پر کافی ہوتی ہیں۔ ریاست کے مختلف حصوں میں پیدا ہونے والی سبزیوں میں شلغم، گوبھی، پالک، میتھی، کدو، مینڈے، ندرو، آلو، ٹماٹر، کرم ساگ، ویل ہاک، بمہ ہاک، سوی، کھیرے، بینگن، مرچ، فراش بین، گاجر، پیاز، لہسن، کاسنی، کریلا، بھنڈی، توری، مٹر وغیرہ شامل ہیں۔ وادیٔ کشمیر سے سبزیوں کے بیج برآمد کرنے کا رجحان زمانۂ حال میں بڑھ گیا ہے۔ سالانہ تقریباً ۱۲۰ لاکھ روپے کے بیج برآمد کیے

جاتے ہیں۔

ترنبہ (Buck Wheat)

اسے بلتی میں برو (Bro) کہتے ہیں۔ بلتستان اور نگر و ہنزہ کی وادیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ترنبہ سے بنی ہوئی روٹی اور دیگر کھانے بلند پریشر، ذیابیطس اور دل کی بیماریوں میں بہت مفید ہیں، اسی وجہ سے اب یورپ میں اس کی کاشت کا آغاز کیا گیا ہے۔

باقلا

یہ ایک قسم کا کالے رنگ کا مٹر ہوتا ہے جو حجم میں عام مٹر سے بڑا ہوتا ہے۔ اس سے بنی ہوئی خوراک یا اسے پانی میں ابال کر کھانا نظام ہضم کو صحت مند بناتا ہے۔

نقدآور فصلیں

(Cash Crops)

گنا (Sugar Cane)

صوبہ جموں کی آب وہوا گنے کے لیے بہت مفید ہے۔ جموں میں اس کی پیداوار زیادہ تر رنبیر سنگھ پورہ میں ہوتی ہے۔ یہاں کھانڈ بنانے کے کارخانے بھی ہیں۔

زعفران

زعفران ریاست کی ایک اہم اور قیمتی پیداوار ہے جو اپنی عمدگی کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کی کاشت کشتواڑ اور وادیٔ کشمیر میں کی جاتی ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنی تزک میں کشتواڑ کی زعفران کی بہت تعریف کی ہے اور اسے وادی کی زعفران سے بہتر قرار دیا ہے۔ سردی اور شدید گرمی میں اس کی فصل کو نقصان پہنچتا ہے۔ زعفران کی کاشت کے لیے اپریل میں زمین کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ جون سے اگست ستمبر تک اس کے بیج لگائے جاتے ہیں۔ اکتوبر نومبر میں زعفران کی فصل (پھول) اتاری جاتی ہے۔ زعفران کے پودے کئی سال تک فصل دیتے رہتے ہیں اور بعد میں انہیں کھیتوں سے نکال کر نئے بیج لگائے جاتے ہیں۔ زعفران کی فصل کو پھولوں سے جدا کر کے تین اقسام شاہی، موگرہ اور لچھہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

وادیٔ کشمیر میں اس کی کاشت ابتداء میں صرف پانپور کے کریوہ میں ہوتی تھی۔ لیکن

اب اسے وادی کے پانچ اضلاع میں چودہ تحصیلوں تک وسعت دی گئی ہے اور اس کی کاشت اب ۱۸۶ دیہات میں کی جاتی ہے۔ تاہم تحصیل پلوامہ میں اس کی کاشت سب سے زیادہ (۳۷ فیصد) ہوتی ہے۔

زعفران کی کاشت کا آغاز کشمیر میں ۴۵۰ سے ۳۳۰ قبل مسیح میں ہوا جب بودھ رشی مدھیان تیکہ پانچ سو بودھ بھکشوؤں کو لے کر کشمیر آیا۔ یہ بھکشو اپنے ساتھ زعفران کے پودے بھی لائے اور یہاں اس کی کاشت کا آغاز کیا۔

میوہ جات

ریاست جموں وکشمیر میوہ جات کے لیے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ وادی میں اعلیٰ اقسام کے سیب، ناشپاتی، انگور، خوبانی، اخروٹ، شہتوت، چیری (گیلاس) کثرت سے ملتے ہیں اور بڑی تعداد میں برآمد ہوتے ہیں۔ میوہ جات سے جام اور جیلی بنا کر بھی باہر بھیجا جاتا ہے۔

۱۸۷۱ء میں گرڈل سٹون (Gridle Stone) نے آڑو کی ۲۰، سیب کی ۲۸، انگور کی ۲۰، بادام کی ۲۳ اور جنگلی میوہ جات کی ۱۳۶ اقسام دریافت کی تھیں۔

صوبہ جموں میں آم، سنگترہ، کیلا، جامن، امرود، آملہ اور فالسہ کثرت سے ہوتا ہے۔ شمالی علاقہ جات میں بھی خوبانی، شہتوت، انگور، اخروٹ، سیب، ناشپاتی، آڑو، بادام، آلوچہ، انار بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں شہتوت، خوبانی، ناشپاتی اور سیب کو سکھانے کا بھی رواج ہے جو سردیوں میں استعمال ہونے کے علاوہ برآمد بھی کیا جاتا ہے۔

شمالی علاقہ جات میں پھلوں کی سالانہ پیداوار تین لاکھ چھ ہزار ٹن ہے۔

سیب کشمیر میں میوہ جات کا سردار کہلاتا ہے۔ مؤرخ حسن نے اس کی ۴۷ اقسام بیان کی ہیں جن میں حضرت بلی، امبری، امریکی، مہاراجی، فرانسیسی اور ڈیلی شس (Delicious) مشہور ہیں۔ سیب کی ایک قسم بمی کہلاتی ہے جو میٹھا اور ترش دو قسم کا ہوتا

ہے۔ اس کا پھل مربہ (Jam) بنانے کے کام آتا ہے اور بیج (بہی دانہ) ادویات میں استعمال ہوتا ہے۔ سیب کی ایک اور قسم "تریل" کہلاتی ہے۔ سرخ اور سنہرے (Golden) دو رنگ میں ہوتی ہے۔

ناشپاتی کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں جن میں ناخ اور بگوگوشہ مشہور ہیں۔ کشمیری زبان میں ناخ کو "ننگ" اور اس کی چھوٹی قسم کا "نانچہ" کہتے ہیں۔ انگور کو کشمیری زبان میں "دچھ" اور پہاڑی زبان میں داکھ یا "داخ" کہتے ہیں۔ کشمیر میں مختلف ادوار میں انگور کے باغات لگائے جاتے رہے ہیں۔ گاندربل کے علاقہ میں ریپور کے انگور بہت مشہور ہیں۔

گیلاس یا گلاس (Cherry) تین اقسام کا پیدا ہوتا ہے: سنگل گلاس، ڈبل گلاس اور "اوچے"۔ پھل کے طور پر استعمال ہونے کے علاوہ مربہ (Jam) بنانے کے کام آتا ہے۔

اخبار (Strawberry) دو قسم کا پایا جاتا ہے۔ ایک جنگلی یعنی خودرو اور دوسرا وہ جس کی باقاعدہ باغات میں کاشت کی جاتی ہے۔ مربہ بنانے کے کام آتا ہے۔

آڑو اور انار بھی دو دو اقسام کے پیدا ہوتے ہیں۔ بادام اور اخروٹ کئی اقسام کے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اعلیٰ ترین قسم کا غذی کہلاتی ہے۔

دیگر نقد آور فصلیں

ریاست میں اور بھی کئی قسم کی نقد آور فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ بھدرواہ، کشتواڑ اور ڈوڈہ میں زیرہ پیدا ہوتا ہے۔ وادیٔ نیلم، استور اور دیامیر میں پیدا ہونے والا زیرہ کوالٹی کے لحاظ سے بہت عمدہ ہوتا ہے۔ ضلع لداخ اور کرگل میں زرشک پیدا ہوتی ہے۔ شمالی علاقوں میں بھی زرشک پیدا ہوتی ہے۔ کٹھوعہ، جموں میں چائے پیدا کی جاتی ہے۔ چائے کی ایک خاص قسم کی پیداوار شمالی علاقہ جات اور لداخ میں بھی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں پہست بھی مختلف علاقوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کے جنگلوں میں گچھی، ممیرہ، کٹھ اور دیگر جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وادی کشمیر کے جنگلات میں گچھی اور کٹھ کی وافر

پیداوار ہوتی ہے۔ راجوری کو گھی، بنفشہ اور انار دانہ کی منڈی کہا جاتا ہے۔

گلہائے رنگارنگ

لداخ کے صحرائی علاقوں کو چھوڑ کر، ریاست کا ہر گوشہ انواع و اقسام کے پھولوں کی پرورش گاہ ہے۔ ماہرین کے اندازوں کے مطابق پھولوں کی ۳۰۰۰ اقسام پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تعداد اُن خودرو اقسام کی ہے جو جنگلوں، چراگاہوں، ڈھلوانوں اور سبزہ زاروں میں اُگتی ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے ایک دورۂ کشمیر کے دوران گل مرگ کے قریب ایک میدان میں خودرو پھولوں کی ۲۱ اقسام جمع کی تھیں۔ باغات اور رہائشی علاقوں میں کاشت کیے جانے والے پھولوں میں گلاب کی متعدد قسمیں آرو ول، کنول، چنبیلی، عشق پیچاں، گل داؤدی، شش برگ، گل جعفری، گل دوپہر، گل آفتاب، رتن جوت، زینیا، بیگونیا، گل اشرفی، گل خیرو، پٹونیا، سٹرپھول، لاجونتی، نرگس اور تمسی (مفر) وغیرہ شامل ہیں۔

پھولوں کی کاشت کو وسیع پیمانہ پر ترقی دے کر ان کی برآمد سے کثیر زرمبادلہ سالانہ کمایا جا سکتا ہے۔

ریشے والی فصلیں

ریشم (Silk)

ریشم کشمیر کی قدیم صنعت ہے۔ ریشم کا دھاگہ ریشم کے کیڑے پال کر حاصل کیا جاتا ہے جو شہتوت کے پتوں پر پالے جاتے ہیں۔ وادی کے ہر علاقہ میں شہتوت کے درخت لگائے گئے ہیں۔ محکمہ زراعت کا ایک شعبہ، ملبری ڈیپارٹمنٹ اس کی نگہداشت کرتا ہے۔ دیہاتی لوگوں کو ان کے بیج (انڈے) مہیا کیے جاتے ہیں جو شہتوت کے پتوں پر اس کی پرورش کر کے Cacoons سرکاری مراکز کے حوالے کرتے ہیں۔ ان Cacoons سے ریشم کا تار مشینوں کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے جس سے اعلیٰ کوالٹی کا ریشم کا کپڑا تیار ہوتا ہے۔ وادی کے علاوہ جموں میں بھی گلاب گڑھ کے علاقے میں ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں اس کی طرف خاص توجہ نہیں دی گئی۔ ان علاقوں میں بھی ریشم سازی کے بہت مواقع موجود ہیں۔

ریشم کے دھاگے کو کشمیری زبان میں ''پوٹ'' کہا جاتا ہے اور ریشم کا کیڑا ''پاٹ کیوم'' کہلاتا ہے۔ ریاست میں دو مقامات اودھم پور اور میر گنڈ میں ریشم کے کیڑوں کے انڈے پیدا کرنے کی نرسریاں قائم کی گئی ہیں۔ قاضی گنڈ میں تیسری نرسری پر کام ہو رہا ہے۔

صدیاں پہلے کشمیر کے ریشم کی مصنوعات ایران، یونان اور سلطنت روما کے ممالک کو

برآمد کی جاتی تھیں۔ منظم طریقہ پر ریشم سازی کا آغاز ریاست میں ۱۹ ویں صدی کے آخر میں ہوا۔ ۱۸۹۷ء میں یورپ سے ۳۰۶ اونس انڈے درآمد کیے گئے۔ ۱۹۰۶ء تک یہ درآمد بڑھ کر ۱۲۷۵۰۰ اونس ہو گئی تھی۔ اسی حساب سے پیداوار ۳۷۵ من سے بڑھ کر ۲۱۴۰۰ من ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ریشم کی صنعت سے اس وقت ڈھائی لاکھ افراد وابستہ ہیں۔ اس صنعت سے سالانہ ریاست کو دو کروڑ روپے کی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

اون (Wool)

کشمیر کے دیہاتی لوگوں کا عام پیشہ کھیتی باڑی کے علاوہ مویشی پالنا بھی ہے۔ کشمیر میں بے شمار چراگاہیں ہیں۔ پہاڑی علاقے کے بعض لوگوں کا پیشہ ہی بھیڑ بکریاں پالنا ہے جس سے اعلیٰ کوالٹی کی اون حاصل کی جاتی ہے جس سے اونی کپڑے، پٹو، گرم ٹوپیاں، نمدے اور شال دوشالے تیار ہوتے ہیں۔ لداخ میں بھی بھیڑ بکریاں پالی جاتی ہیں جن کی اون نہایت عمدہ قسم کی ہوتی ہے۔ گلگت بلتستان میں بھیڑوں کی اون سے اعلیٰ درجہ کا گرم پٹو تیار کیا جاتا ہے جسے "زیباکی" کہتے ہیں۔ اس سے ٹوپیاں، چغے اور کوٹ وغیرہ تیار ہوتے ہیں۔ لداخ اور بلتستان میں پائی جانے والی ایک بکری سے نہایت باریک اور ملائم پشم حاصل ہوتی ہے جسے کشمیر میں "کیل پھمب" کہتے ہیں۔ اس سے بہت قیمتی پشمینہ تیار ہوتا ہے۔ پشمینہ کے ایک عام شال کی قیمت آج کل پانچ چھ ہزار روپے سے زائد ہے۔ جبکہ اعلیٰ کوالٹی کا دھسہ یا شال ایک لاکھ روپے تک فروخت ہوتا ہے۔

تیئسواں باب

معدنیات

(Minerals)

طبقات الارض کے ماہرین کا اندازہ ہے کہ سرزمین جموں و کشمیر معدنی دولت سے مالا مال ہے، جن میں سے بیشتر خزانے تا حال تہہ دار چٹانوں کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ معدنی دولت کی کھوج کے لیے بھارتی مقبوضہ کشمیر کی حکومت نے ''جیالوجی اینڈ مائننگ کارپوریشن'' اور ''جے کے منرلز'' کے نام سے دو محکمے قائم کیے ہیں۔ آزاد کشمیر میں اے کے ایم آئی ڈی سی (AKMIDC) کا محکمہ کام کر رہا ہے اور شمالی علاقہ جات میں پاکستان کی PMDC کام کر رہی ہے۔ اس وقت تک ریاست کی دریافت شدہ معدنیات درج ذیل ہیں:

ا۔ کوئلہ (Coal)

کوئلے کی کانیں جموں کے علاقہ ملکا، کالا کوٹ، موگلہ، دھن سال چک اور ریاسی میں پائی جاتی ہیں۔ ریاسی کے جنگل گلی کے علاقہ میں کوئلے کا سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہے، جس سے دس کروڑ ٹن کوئلہ فراہم ہو سکتا ہے۔

وادیٔ کشمیر میں ہندواڑہ اور بارہ مولہ سے لیگنائٹ کے ذخائر ملے ہیں جو دوسرے درجہ کا کوئلہ ہوتا ہے۔ یہ کارخانوں میں ایندھن کے طور پر اور دفاتر میں آتش دانوں میں جلانے کے کام آتا ہے۔

آزاد کشمیر میں کوٹلی میں کوئلے کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ کھوئی رٹہ، قمروٹی، نکیال، کریلہ، دندلی، دھنوان، گوئی اور نزالی میں کوئلے کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ماہرین نے کوالٹی کے لحاظ سے کوٹلی میں پائے جانے والے کوئلے کو چوہا سیدن شاہ اور چکوال میں پائے جانے والے کوئلے سے بدرجہا بہتر قرار دیا ہے۔ کوٹلی میں دریافت شدہ کوئلے میں کاربن کی مقدار ۷۰ فیصد ہے، جبکہ چکوال میں ۳۲ فیصد اور چوہا سیدن شاہ والے کوئلے میں صرف ۱۰ فیصد ہے۔

۲۔لوہا(Iron/Ore)

صوبہ جموں کی تحصیل ریاسی میں لوہے کے ذخائر کا کھوج لگایا گیا ہے۔ آزاد کشمیر میں وادیٔ نیلم میں لوہے کے ذخائر موجود ہیں۔ یہاں پائے جانے والے Limonite میں لوہے کی مقدار ۱۳ فیصد ہے اور میگنیٹک آکسائیڈ میں لوہے کی مقدار ۵۴ فیصد ہے۔ اس خام مال سے مظفرآباد کے مقام پر سٹیل کی صنعت لگائی جا سکتی ہے۔ فی الحال AKMIDC اس کی برآمد کر کے پاکستان میں کارخانوں کو مہیا کر رہی ہے۔

راجوری کے علاقہ میں پیڑھی کے مقام پر لوہے کی ایک کان پرانے وقتوں سے موجود ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہاں لوہے کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔

۳۔گریفائیٹ(Graphite)

آزاد کشمیر میں پائی جانے والی معدنیات میں سب سے زیادہ ذخائر گریفائیٹ کے ملے ہیں۔ یہ کوئلے کی طرح کا ہوتا ہے اور پنسل بنانے کے کام آتا ہے۔ اس کے علاوہ گریفائیٹ پینٹ بنانے کے کام آتا ہے اور بجلی کے الیکٹروڈ اور ایٹمی ری ایکٹر میں ماڈریٹر کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وادیٔ نیلم میں نوسیری کے مقام پر ایک محتاط اندازے کے مطابق ۳۰ لاکھ ٹن سے زیادہ گریفائیٹ موجود ہے۔ اسی طرح ریشیاں میں تقریباً ۱۰ لاکھ ٹن گریفائیٹ موجود ہے۔ ضلع کوٹلی میں نکیال اور قمروٹی میں بھی گریفائیٹ کے ذخائر موجود

ہیں۔ اسی طرح ساوڑ اور کلیار میں قریباً ڈیڑھ لاکھ ٹن کا ذخیرہ موجود ہے۔ مظفر آباد کے قریب بنما تمگ سے ملنے والے گریفائیٹ میں ۴۰% سے ۶۲% کاربن پایا جاتا ہے۔ ریشاں سے ملنے والا گریفائٹ امریکہ کی ریاست الباما سے ملنے والے گریفائیٹ جیسا ہے۔ آزاد کشمیر میں اس وقت AKMIDC اور PMDC مشترکہ طور پر اس کی برآمد کا کام کر رہی ہیں۔

۴۔ سنگ مرمر (Marble)

آزاد کشمیر میں مظفر آباد، کوٹلی اور باغ کے اضلاع میں سنگ مرمر کے وسیع ذخائر موجود ہیں اور شمالی علاقہ جات میں ہنزہ، اشکومن اور ہنزل میں سنگ مرمر کی کانیں پائی جاتی ہیں۔ ضلع کوٹلی میں دھنواں اور ساوڑ کے مقام پر اعلیٰ قسم کا انوکھا ماربل ہے جو کافی سخت ہے۔ اس کا رنگ زردی مائل سبز، زردی مائل سفید اور ہلکا نیلا ہے۔ وادیٔ نیلم میں نوسیری کے مقام پر سفید اور گرے (Grey) رنگ کے بھاری ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق نوسیری میں تین لاکھ ٹن اور دھنواں کے مقام پر ساٹھ ہزار ٹن کے قریب سنگ مرمر کے ذخائر موجود ہیں۔

آزاد کشمیر میں سنگ مرمر کے مجموعی ذخائر کا اندازہ ۱۹۹۴ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۱۱ لاکھ ٹن ہے۔ سکردو اور شگر وادی میں میلوں تک اس پتھر کا ذخیرہ موجود ہے۔ مغلیہ دور حکومت میں یہاں سے پتھر لا کر کشمیری کاریگروں سے بنا سنوار کر قلعہ کھر نوچو اور پھول گل میں زیبائش کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

۵۔ چونے کا پتھر (Lime Stone)

چونے کا پتھر بھاری مقدار میں رام بن، کشتواڑ، ڈوڈہ، رام سو، بھدرواہ، کنگن، بانہال، ویری ناگ، اچھ بل، باغ کی پورہ، بیروہ اور سونامرگ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ لوہا گلانے اور سیمنٹ تیار کرنے کے کام آتا ہے۔ مظفر آباد میں انا تمگ کے مقام پر قریباً پندرہ

کروڑ ۹۴ لاکھ ٹن لائم سٹون موجود ہے۔ یہاں مارلے لائم سٹون بھی ہے جس سے قدرتی سیمنٹ تیار ہوتا ہے۔ پہلے وقتوں میں یہی سیمنٹ استعمال ہوا کرتا تھا۔ یہ ڈیم اور پل بنانے کے لیے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ کوٹلی میں ساوڑ، دھنوان اور دندلی کے مقام پر لائم سٹون کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ اگر حکومت آزاد کشمیر توجہ دے تو مظفر آباد اور کوٹلی دونوں مقامات پر سیمنٹ بنانے کے کارخانے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ ۱۹۹۴ء کے اعداد و شمار کے مطابق آزاد کشمیر میں ۱۰ لاکھ ٹن کے ذخائر موجود ہیں۔

۶۔ جپسم (Gypsum)

جپسم پلاسٹر آف پیرس، مصنوعی کھاد اور سیمنٹ بنانے میں کام آتا ہے۔ آج کل اس سے اندرونی دیواروں کے پلاسٹر کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

بھارتی مقبوضہ کشمیر میں کھائی نال (اوڑی)، بونت اور ڈوڈہ میں جپسم کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں جبکہ آزاد کشمیر میں ضلع مظفر آباد کے قصبہ لنگر اور شوائی نالہ کے قریب جپسم کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ مظفر آباد میں جپسم کے ذخائر کا اندازہ ۱۲۵ لاکھ ٹن ہے۔

۷۔ پائیرائٹ (Pyrite)

پائیرائٹ گندھک اور لوہے کا مرکب ہے۔ اس سے یہ دونوں دھاتیں حاصل کی جا سکتی ہیں تاہم زیادہ تر اسے گندھک حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس سے گندھک کا تیزاب حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اسے بارود، ربڑ، رنگ اور کھاد کے کارخانوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ضلع مظفر آباد میں ریشیاں کا ذخیرہ نہ صرف آزاد کشمیر بلکہ پاکستان بھر میں خالص ترین ذخیرہ ہے۔ یہاں کے پائیرائٹ میں ۵۰ فیصد گندھک، ۴۶ فیصد لوہا اور ۴ فیصد نکل پایا جاتا ہے۔

۸۔ سوپ سٹون (Soap Stone)

آزاد کشمیر کی وادیٔ نیلم میں چلیانہ کے علاقہ میں سوپ سٹون کے ذخائر پائے جاتے

کروڑ ۹۴ لاکھ ٹن لائم سٹون موجود ہے۔ یہاں مارلے لائم سٹون بھی ہے جس سے قدرتی سیمنٹ تیار ہوتا ہے۔ پہلے وقتوں میں یہی سیمنٹ استعمال ہوا کرتا تھا۔ یہ ڈیم اور پل بنانے کے لیے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ کوٹلی میں ساوڑ، دھنواں اور دندلی کے مقام پر لائم سٹون کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ اگر حکومت آزاد کشمیر توجہ دے تو مظفرآباد اور کوٹلی دونوں مقامات پر سیمنٹ بنانے کے کارخانے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ ۱۹۹۴ء کے اعداد و شمار کے مطابق آزاد کشمیر میں ۱۰ لاکھ ٹن کے ذخائر موجود ہیں۔

۶۔ جپسم (Gypsum)

جپسم پلاسٹر آف پیرس، مصنوعی کھاد اور سیمنٹ بنانے میں کام آتا ہے۔ آج کل اس سے اندرونی دیواروں کے پلاسٹر کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

بھارتی مقبوضہ کشمیر میں کھمائی نالہ (اوڑی)، بونت اور ڈوڈہ میں جپسم کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں جبکہ آزاد کشمیر میں ضلع مظفرآباد کے قصبہ لنگر اور شوائی نالہ کے قریب جپسم کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ مظفرآباد میں جپسم کے ذخائر کا اندازہ ۱۲۵۰ لاکھ ٹن ہے۔

۷۔ پائیرائٹ (Pyrite)

پائیرائٹ گندھک اور لوہے کا مرکب ہے۔ اس سے یہ دونوں دھاتیں حاصل کی جا سکتی ہیں تاہم زیادہ تر اسے گندھک حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس سے گندھک کا تیزاب حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اسے بارود، ربڑ، رنگ اور کھاد کے کارخانوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ضلع مظفرآباد میں ریشیاں کا ذخیرہ نہ صرف آزاد کشمیر بلکہ پاکستان بھر میں خالص ترین ذخیرہ ہے۔ یہاں کے پائیرائٹ میں ۵۰ فیصد گندھک، ۴۶ فیصد لوہا اور ۴ فیصد نکل پایا جاتا ہے۔

۸۔ سوپ سٹون (Soap Stone)

آزاد کشمیر کی وادئ نیلم میں چلیانہ کے علاقہ میں سوپ سٹون کے ذخائر پائے جاتے

ہیں۔ اسے پینٹ، کاغذ اور ربڑ کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ چمڑے کی صنعت میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ وادئ شگر میں بھی سوپ سٹون کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

۹۔ تابکار معدنیات

یورینیم، ریڈیم اور تھوریم، تابکار معدنیات ہیں۔ ان معدنیات کو ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نہایت ہی قیمتی معدنیات ہیں اور موجودہ ایٹمی دور میں خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔

مظفرآباد میں نوسیری اور کوٹلی میں قمرودنی، نکیال، کریلہ، کھنڈ ہار، دندلی اور ساوڑ میں تابکار یورینیم پایا جاتا ہے اور اس سے باقاعدہ تابکاری اخراج ہو رہی ہے جس کا ذکر WPIDC کی سروے رپورٹ ۱۹۷۰ء میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ وادئ شگر میں بھی یورینیم دریافت ہوا ہے لیکن اس کا باقاعدہ سروے ابھی تک نہیں ہوا۔

۱۰۔ فلسپار (Feldspar)

یہ دھات برتن بنانے، شیشہ سازی اور مصنوعی دانت بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ مظفرآباد کی الحمقام تحصیل میں اس کے دس لاکھ ٹن کے قریب ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ کشتواڑ میں بھی پاڈر کے قریب اس کے ذخائر موجود ہیں۔

۱۱۔ بکسائٹ (Bauxite)

پونچھ اور جموں میں بکسائٹ کے کافی ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ریاسی میں ساگر مرگ، جنگل گلی اور سکھوال گلی کے علاقے میں لاکھوں ٹن ذخائر کا پتہ لگا ہے۔ ضلع کوٹلی میں اس کے وسیع ذخائر کا پتہ لگایا گیا ہے، جس کا اندازہ ۳۰ لاکھ ٹن ہے۔ ضلع مظفرآباد میں بھی کھلانا کے مقام پر بکسائٹ کا پتہ لگایا گیا ہے۔ بکسائٹ بعض دیگر کیمیکلز کے علاوہ ایلومینیم کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۲۔Fuller's Earth

وادیٔ کشمیر میں رام پور کے مقام پر اور راجوری میں سفید، سبز اور گہرے سبز رنگ کی یہ مٹی وافر مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اسے صابن بنانے کے علاوہ بعض ادویات میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۳۔چائنا مٹی(China Clay)

یہ خاص قسم کی مٹی چینی برتن بنانے کے کام آتی ہے۔ ضلع بھمبر کے علاوہ شمالی علاقوں میں گلگت، ہنزل اور مرتضیٰ آباد میں دستیاب ہے۔

۱۴۔یاقوت(Ruby)

ضلع مظفر آباد میں شونٹھر کے مقام پر نہایت اعلیٰ قسم کے احمرین رنگ کا یاقوت پایا جاتا ہے۔ یاقوت ہنزہ میں بھی علی آباد، حسن آباد اور احمد آباد کے علاقوں میں نکالا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مظفر آباد میں نکالا جانے والا یاقوت کوالٹی میں ہنزہ کے یاقوت سے بہتر ہے۔

AKMIDC اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام UNDP کے تعاون سے آزاد کشمیر میں یاقوت اور Tourmaline دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

وادیٔ شگر کے بالائی حصہ برالدو میں بھی یاقوت کی ایک قسم پائی جاتی ہے۔

۱۵۔زمرد(Emerald)

شمالی علاقوں میں نگر کے مقام پر اعلیٰ درجہ کا زمرد نکالا جاتا ہے۔ پہلے یہ کانیں والیٔ نگر کے تصرف میں تھیں، اب پاکستان کی معدنی ترقیاتی کارپوریشن (PMDC) نے اس کا انتظام سنبھال لیا ہے۔

۱۶۔اکوامیرین(Aquamarine)

یہ بھی ایک قیمتی پتھر ہے۔ بلتستان میں وادیٔ شگر میں اس کے ذخائر دریافت ہوئے

ہیں۔ گلگت کے سلسلہ حراموش میں بھی اکوامیرین کے ذخائر کا پتہ لگایا گیا ہے۔ بلتستان میں دراس کے مقام پر اکوامیرین نکالا جا رہا ہے۔

۱۷۔ نیلم (Saphire)

نیلم نہایت قیمتی پتھر ہے۔ تحصیل کشتواڑ میں پاڈر کے مقام پر اعلیٰ درجہ کے نیلم کی کان ہے جس کی دریافت ۱۸۸۲ء میں ہوئی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں یہاں سے ۵۵۰۰ تولہ نیلم نکالا گیا تھا۔ سر والٹر لارنس کے مطابق پاڈر میں پایا جانے والا نیلم دنیا بھر میں بہترین ہے۔

گلگت میں ہنزہ کے حسن آباد اور علی آباد کے علاقوں میں بھی نیلم پایا جاتا ہے۔

۱۸۔ تانبا (Copper)

تانبا ریاست میں اسلام آباد، گگن، بسمل، دودہ، زنسکار، کرگل اور دراس میں پایا جاتا ہے۔ دریائے زنسکار اور دریائے سندھ کی تہہ میں تانبے کے ذرات پائے جاتے ہیں، چنانچہ اس ذخیرے کی تلاش جاری ہے۔

گلگت میں یاسین، ہنزل، رومد اور دینور میں تانبے کے ذخائر کا پتہ لگایا گیا ہے۔

وادیٔ شگر کے بالائی حصہ باشا میں بھی تانبا (Native Copper) کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

۱۹۔ سونا (Gold)

لداخ میں روپشو، کرگل، دراس اور سورو، نیز سکردو اور گلگت میں دریائے سندھ کی ریت سے سونا حاصل کیا جاتا ہے۔ اندازاً ایک مکعب میٹر ریت سے ۰۶ء گرام سونا حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کا ذریعہ معاش ہی ریت سے سونا نکالنا ہے۔ ظاہر ہے کہ دریائے سندھ کی گزرگاہ میں کہیں سونے کے ذخائر موجود ہیں جن کا تاحال پتہ نہیں لگایا جا سکا۔

حال ہی میں خبر آئی ہے کہ پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن (PMDC) کے

تحقیقاتی شعبہ نے گلگت اور مظفر آباد میں سونے کی دو نئی کانیں دریافت کی ہیں۔ ہفت روزہ ''تاجر'' کے مطابق ان کانوں سے بھاری مقدار میں سونا اور چاندی حاصل ہونے کی توقع ہے۔

(روزنامہ مشرق لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۸۶ء)

قدرت کا بیش قیمت عطیہ

1992ء میں حکومت پاکستان نے آسٹریلیا کے فنی تعاون سے گلگت بلتستان میں معدنی وسائل کی تلاش کا منصوبہ شروع کیا تھا۔ یہ منصوبہ ابھی تک زیر تکمیل ہے اور اسے 1998ء تک توسیع دی گئی ہے۔ ان علاقہ جات کے 80 ہزار مربع کلو میٹر میں سے 48 فیصد علاقے میں سونے اور دیگر دھاتوں کی موجودگی کے کافی شواہد ملے ہیں۔

گلگت بلتستان کے مختلف دریاؤں اور نالوں کی ریت سے سونا نکالنے کا کام قدیم زمانے سے جاری ہے۔ وادی گھروٹ میں دریائی نالوں کی ریت میں سونے کی ذرات موجود ہیں جس سے اس امکان کو بہت تقویت ملتی ہے کہ وادی کی چٹانوں میں سونے کے ذخائر موجود ہیں۔ منا پن گلیشیر کے نالے کی ریت اور مٹی میں سونے کے ذرات غیر معمولی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

1974-76ء میں حکومت نے دریائے سندھ، دریائے گلگت اور دریائے ہنزہ کے کنارے تفصیلی سروے مکمل کر لیا ہے۔ چٹانوں کے نمونہ جات کے کیمیائی تجزیے سے انکشاف ہوا ہے کہ ان علاقوں میں 141 ایسے مقامات ہیں جن کے نمونے خاص مقدار میں سونے کے ذرات کے حامل ہیں۔

روزنامہ ''جنگ'' لاہور کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق ناردرن ایریاز کے 50 سے زائد مقامات پر دریافت ہونے والے سونے کے ذخائر کا اندازہ 800 کھرب ڈالر سے زیادہ ہے۔ غیر ملکی ماہرین کے مطابق مقدار اور معیار کے اعتبار سے یہ دنیا میں سونے

کے سب سے بڑے ذخائر ہیں اور ان ذخائر کا شرح کوالٹی ریزلٹ 20 پی پی ایم سے زیادہ ہے۔

سونے کے ان ذخائر کی دریافت سے متعلق یہ چونکا دینے والے انکشافات پاکستان میں سونے کی تلاش کرنے والی غیر ملکی فرم "آسٹریلین ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ" (A.A.I.D) کی طرف سے پاکستان اور آسٹریلیا کی حکومتوں کے مابین ایک سمجھوتے کی روشنی میں تین سال تک تحقیق کے بعد ہوئے۔ ان تمام نمونوں کے ٹیسٹ کا کام سرحد ڈویلپمنٹ اتھارٹی (S.D.A) پشاور کی مرکزی لیبارٹری میں ہوا جبکہ ان کی مزید تحقیق اور حتمی نتائج مرتب کرنے کے لیے "آسٹریلین لیبارٹری سروسز" کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۲۳ دسمبر ۱۹۹۷ء)

۲۰۔ ابرق (Myca)

ضلع مظفر آباد میں وادی نیلم میں وسیع پیمانے پر ابرق کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ یہ دھات بجلی کی صنعت میں بہت استعمال ہوتی ہے۔ شمالی علاقوں میں بھی ابرق کے ذخائر موجود ہیں اور اب تک شگر، بولجی اور حراموش میں ان کا پتہ لگایا گیا ہے۔

۱۹۹۴ء کے اعداد و شمار کے مطابق آزاد کشمیر میں ابرق کے ذخائر کا اندازہ ۲،۱۲ لاکھ ٹن ہے۔ شگر میں ابرق کی ایک اعلیٰ قسم Muscovite پائی جاتی ہے۔

۲۱۔ نکل (Nickel)

صوبہ جموں میں رام سو کے مقام پر نکل کا بھاری ذخیرہ دریافت ہوا ہے جس کی لمبائی ۵ کلومیٹر اور چوڑائی ۱۲۵ میٹر ہے۔ اس کے علاوہ اوڑی اور ریاسی میں بھی نکل کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

۲۲۔ڈولومائٹ(Dolomite)

یہ دھات شیشہ بنانے کے کام آتی ہے۔ آزاد کشمیر میں ضلع کوٹلی میں اس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں، جن کا اندازہ ۱۹۹۳ء کے تخمینوں کے مطابق ۵ کروڑ ٹن ہے۔

۲۳۔کوارزائٹ(Quartzite)

یہ دھات بھی شیشہ سازی کی صنعت میں استعمال ہوتی ہے۔ ضلع کوٹلی میں اس دھات کے ۶۰ لاکھ ٹن پر مشتمل ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

۲۴۔سلیٹ(Slate)

رام بن اور رام سو کے قریب نہایت اچھی کوالٹی کے سلیٹ نکالے جاتے ہیں، جن کی موٹائی ۱۸ انچ سے ۲۴ انچ تک ہے۔ یہ سلیٹ چھتوں میں استعمال ہوتے ہیں، علاوہ ازیں ان کی ٹائلیں بھی بنائی جاتی ہیں۔

۲۵۔لیمونائٹ(Lemonite)

ضلع مظفرآباد میں ریشیاں کے مقام پر لیمونائٹ کے ذخائر موجود ہیں، جس سے خالص لوہا تیار کیا جا سکتا ہے۔ لیمونائٹ کو کھاد، پینٹ اور فولاد کی صنعت میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ریشیاں سے ملنے والے لیمونائٹ میں ۶۳ فیصد لوہا پایا جاتا ہے۔ آزاد کشمیر میں موجود ذخائر کا اندازہ ایک لاکھ ٹن ہے۔

۲۶۔سیسہ(Lead)

سیسہ سرمئی رنگ کی نہایت کارآمد دھات ہے۔ اکثر صنعتوں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ریاست میں رام سو کے مقام پر اس کے وسیع ذخائر کا پتہ لگایا گیا ہے جس کا اندازہ دس لاکھ ٹن ہے۔ وادیٔ کشمیر میں بونیار (بارہ مولہ) کے مقام پر بھی اس کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔

۲۷۔ گندھک (Sulpher)

گندھک عام طور پر آتش فشاں پہاڑوں کے آس پاس پایا جاتا ہے۔ گندھک کے قابل ذکر ذخائر کا انکشاف لداخ ڈویژن کی پوگا وادی میں ہوا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ پوگا وادی میں لگ بھگ چھ ہزار ٹن گندھک کا ذخیرہ موجود ہے۔

۲۸۔ بوریکس (Borax)

بوریکس گرم پانی کے چشموں کے علاقے میں دستیاب ہوتا ہے۔ پانی خشک ہو جانے کے بعد زمین پر اس کی تہہ جم جاتی ہے۔ ریاست میں صرف لداخ کے علاقے میں وادی پوگا اور چھاتھانگ میں سالانہ پندرہ ٹن بوریکس حاصل کیا جاتا ہے۔ بوریکس شیشہ سازی اور روغن سازی کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۹۔ چقماق (Fire Clay)

آزاد کشمیر کی معدنی و صنعتی ترقیاتی کارپوریشن (AKMIDC) کے ۱۹۹۴ء کے اعداد و شمار کے مطابق آزاد کشمیر میں چقماق کے ۳۰ لاکھ ٹن ذخائر موجود ہیں۔

۳۰۔ بینٹو نائٹ (Bentonite)

اے کے ایم آئی ڈی سی کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۹۴ء میں آزاد علاقہ میں بینٹو نائٹ کے ۵۰ ہزار ٹن کا ذخیرہ موجود ہے۔

قدرت کی ان گنت فیاضیاں

حال ہی میں ماہرین جواہرات نے انکشاف کیا ہے کہ دنیا کے جواہرات Gem Stones) کا ۹۰ فیصد ذخیرہ پاکستان کے زیر انتظام آزاد جموں و کشمیر، گلگت، ہنزہ اور سکردو میں پایا جاتا ہے۔ ان جواہرات میں یاقوت، زمرد، نیلم اور ہیرے Ruby, Emerald, Saphire and Diamond) شامل ہیں۔ پاکستان کے تجارتی ادارے [illegible]

پاکستان لمیٹڈ" (Asian Gems Pakistan Ltd.) کے چیئرمین وسیم الدین نے کہا ہے کہ پاکستان اگر چاہے تو اس وقت جواہرات کی صنعت قائم کر سکتا ہے۔ ایک امریکی ماہر جواہرات خاتون اینٹونٹ میٹلنز (Antonette Matlins) نے، جو ان دنوں پاکستان کے دورہ پر ہیں، بتایا ہے کہ دنیا کا بہترین یاقوت، زمرد، ہیرا اور نیلم آزاد کشمیر، گلگت، ہنزہ اور سکردو میں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا آزاد کشمیر میں پایا جانے والا نیلم برما میں پیدا ہونے والے نیلم کی چمک دمک اور شگفتگی کا مقابلہ کرتا ہے۔

(روزنامہ دی نیوز، ۹ر ستمبر ۱۹۹۵ء)

چوبیسواں باب

نہریں اور مصنوعی ذرائع آبپاشی

ریاست جموں کشمیر کا بیشتر علاقہ پہاڑوں اور ڈھلوانوں پر مشتمل ہے۔ ان علاقوں کی زمینوں کو زیر کاشت لانے اور پیداوار بڑھانے کے لیے قدرتی ذرائع آبپاشی کے علاوہ مصنوعی ذرائع آبپاشی کا ہونا ضروری ہے۔ ہماری ریاست کے ذرائع آبپاشی حسب ذیل ہیں:

۱۔ رنبیر نہر (Ranbir Canal)

یہ نہر دریائے چناب سے اکھنور کے مقام پر نکالی گئی ہے اور اکھنور، رنبیر سنگھ پورہ، رومانہ اور جموں کے ۱۲۰۰۰ ایکڑ کو سیراب کرتی ہے۔ جموں کے قریب اس نہر سے بجلی بھی پیدا کی جاتی ہے۔

۲۔ پرتاب نہر

یہ نہر دریائے چناب سے دیوی پور کے مقام پر نکالی گئی ہے۔ دیوی پور اکھنور کے جنوب میں ۶ میل دور واقع ہے۔ اس نہر سے جوڑیاں، بھمبر پور کا ۱۲۸۰۰ ایکڑ علاقہ سیراب ہوتا ہے اور کنڈی کے دیہاتوں کو پینے کا پانی مہیا ہوتا ہے۔

۳۔ بسنت پور نہر

یہ دریائے راوی سے مادھو پور سے ۳ میل شمال میں نکالی گئی ہے۔ اس نہر سے [illegible] ایکڑ زمین سیراب ہوتی ہے اور ۱۵۰ گاؤں اس سے پینے کا پانی حاصل کرتے ہیں۔

۴۔توی نہر

دریائے توی سے نکالی گئی ہے۔اس سے اودھم پور کی ۲۵ ہزار ایکڑ زمین سیراب ہوتی ہے۔نیز اس سے ۴۰۰ کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

۵۔اوجھ نہر

یہ نہر معاون دریائے جسروٹہ سے نکالی گئی ہے۔ ۷۱ کلومیٹر لمبی یہ نہر جسروٹہ، ہیرانگر اور سانبہ کو سیراب کرتی ہے۔جسمیر گڑھ کے باشندوں کو اس سے پینے کا پانی بھی مہیا ہوتا ہے۔

۶۔راوی نہر

دریائے راوی سے ایک اور نہر ۱۹۸۱ء میں نکالی گئی ہے، جس سے تقریباً سوالا کھ ایکڑ زمین کو سیراب کیا جاتا ہے۔

۷۔اپر جہلم نہر

یہ نہر منگلا کے مقام پر دریائے جہلم سے نکالی گئی ہے۔ چند میل تک (منگلا سے علی بیگ تک) میرپور اور بھمبر کی زمینوں کو سیراب کرتی ہے، پھر پنجاب میں داخل ہو جاتی ہے۔

۸۔لدر کنال یا مارتنڈ کنال

لدر جہلم کا ایک معاون دریا ہے جو پہل گام کے علاقہ سے نکلا ہے۔اس دریا سے گنیش پور کے مقام پر ایک نہر نکالی گئی ہے۔اس کی لمبائی ۵۰ کلومیٹر ہے۔ یہ نہر اسلام آباد (اننت ناگ) اور مٹن کے ۱۹۵۰۰ ایکڑ رقبہ کو سیراب کرتی ہے۔

۹۔زینہ گیر نہر

بانڈی پورہ کے مقام پر نالہ مدھومتی سے نکالی گئی ہے۔اس کی لمبائی ۲۰ کلومیٹر ہے۔ یہ سوپور اور زینہ گیر کا ۱۱۳۰۰ ایکڑ رقبہ سیراب کرتی ہے۔

۱۰۔ننڈی نہر

یہ نہر نالہ وشنو سے ونپوہ کے مقام پر نکالی گئی ہے۔اس کی لمبائی ۳۰ کلو میٹر ہے اور اسلام آباد (اننت ناگ) کے ۸ ہزار ایکڑ رقبہ کو سیراب کرتی ہے۔

۱۱۔راوی توی آبپاشی کمپلیکس

جموں میں دریائے راوی اور دریائے توی کے پانیوں کو ایک نہر کے ذریعہ ملانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے جس کے نتیجہ میں ڈیڑھ لاکھ ایکڑ اراضی کی آبپاشی ہو سکے گی۔

یہ منصوبہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔"راوی نہر" اور "توی لفٹ اری گیشن پروجیکٹ"۔

۱۔ دریائے راوی کے دائیں کنارے سے شاہ پور۔کنڈی بیراج کے مقام پر ۶۷ کلو میٹر لمبی نہر نکالی گئی ہے اور اسے وجے پور کے مقام پر توی لفٹ اری گیشن پروجیکٹ سے ملایا گیا ہے۔کٹھوعہ نہر کے پانی کو بھی لکھن پور کے مقام پر اس نہر میں شامل کیا جا رہا ہے۔

۲۔ قلعہ باہو کے قریب دریائے توی کے بائیں کنارے ایک لفٹ سٹیشن قائم کیا گیا ہے۔اس مقام پر پمپوں کے ذریعہ دریائے توی کے پانی کو ۳۱ میٹر کی بلندی تک لفٹ کر کے نہر میں گرایا جائے گا جس کی لمبائی جموں سے رام نگر تک ۲۹ کلو میٹر ہے۔

لداخ ڈویژن کی نہریں

لداخی زبان میں نہر کو مایور Mayur کہتے ہیں۔یہاں چونکہ قابل کاشت زمینوں کی بہت کمی ہے اس لیے یہاں کوئی قابل ذکر شہری انتظام بھی نہیں ہے۔دو نہروں کا ذکر بے جانہ ہوگا۔

۱۲۔چھوٹ مایور (Chuchot Mayur)

یہ نہر دریائے سندھ کے بائیں کنارے سے سٹاکوا کے مقام پر نکالی گئی ہے۔یہ نہر

چھچھوٹ، کوگا، شاما، یوکما اور ہالم کے دیہات کو سیراب کرتی ہے۔ یہاں گندم، گرم (Grim) اور سبزیوں کی کاشت ہوتی ہے۔

۱۳۔ ٹھکسے مایور (Thikse Mayur)

اس نہر کو دریائے سندھ کے دائیں کنارے سے نکالا گیا ہے۔ اس سے موضع رنبیر پورہ کی اراضی کو سیراب کیا جاتا ہے۔

گنگوپی نہر

یہ مشہور نہر سکردو کے درمیان سے گزرتی ہے۔ اسے علی شیر خان (1590-1625ء) کی مغل ملکہ نے اپنے تعمیر کردہ پھول محل اور جلال باغ کی آبپاشی کے لیے ایک کشمیری انجینئر، جو گنگو کے نام سے مشہور تھا، کی زیر نگرانی بنوایا تھا۔ یہ نہر سہ رویہ (یعنی تین نہریں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ) بنی تھی۔ درمیان والی بڑی نہر کا پانی شاہی باغات کے لیے مختص تھا اور دائیں بائیں دونوں نہروں کا پانی شہری آبادی کے لیے تھا۔ سترھویں صدی کے آخر میں علی شیر خان انچن کے تعمیر کردہ سدپارہ ڈیم کے ٹوٹنے کی وجہ سے پورا شہر سیلاب سے تباہ ہو گیا اور گنگوپی کی دائیں اور بائیں جانب والی نہریں بھی سیلاب کی زد میں آ گئیں، جس کے نشانات ابھی تک موجود ہیں۔ درمیانی نہر کا نصف حصہ بھی سیلاب کے ملبے کے نیچے آ گیا۔ اب صرف دو میل لمبی درمیانی نہر موجود ہے جس سے عوام کماحقہٗ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

یہ نہر دراصل سدپارہ جھیل سے خارج ہونے والے پانی کو استعمال میں لانے کے لیے تعمیر کرائی گئی تھی۔

پچیسواں باب

دیگر ذرائع آبپاشی

۱۔ ٹیوب ویل (Tube Well)

صوبہ جموں کے کنڈی کے علاقے میں پانی کی سطح زمین سے تقریباً ۱۰۰ میٹر نیچے ہے۔ اس علاقے میں بجلی کے ذریعہ پانی کو سطح تک لایا جاتا ہے۔ جسے ٹیوب ویل سسٹم کہتے ہیں۔ سانبہ، رنبیر سنگھ پورہ، ہیرانگر، اودھم پور، کوٹلی اور میرپور کے علاقوں میں ٹیوب ویل لگانے کا عام رواج ہے۔

۲۔ لفٹ اریگیشن (Lift Irragation)

جن علاقوں میں دریاؤں کی سطح زمین کی سطح سے نیچی ہو وہاں بجلی سے چلنے والے پمپوں کے ذریعے پانی کو اوپر لایا جاتا ہے اور کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ وادیٔ کشمیر میں اونتی پور، ولنہ، حاجن، کاکاپور، بیروہ اور جموں میں توی کی لفٹ اریگیشن سکیمیں قابل ذکر ہیں۔

۳۔ تالاب

جنوبی میدانی علاقوں میں مون سون کی بارش کے موسم میں تالابوں میں پانی جمع کیا جاتا ہے اور بعد میں اسے کھیتوں کو سیراب کرنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔

۴۔ کاریز سسٹم (Kahrez System)

ریتلی زمین میں زمین دوز نالیاں کھودی جاتی ہیں تاکہ پانی کو جذب ہونے سے

(۲۵) دیگر ذرائع آبپاشی

پہنچایا جا سکے۔ ان ہی نالیوں کے ذریعے پانی کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ یہ طریقہ ضلع کشتواڑ میں رائج ہے۔

چھبیسواں باب

ماہی گیر اور ماہی پروری

دریاؤں، ندی نالوں، چشموں اور جھیلوں کی بہتات نے کشمیر کو ماہی گیری اور ماہی پروری کے لیے ایک مثالی خطہ کی حیثیت دے دی ہے۔ مچھلی لوگوں کی خوراک کا اہم جز ہے۔ خاص طور پر جن علاقوں میں چاول کھائے جاتے ہیں، مچھلی بہت استعمال کی جاتی ہے۔ صرف جھیل ولر سے ۸۰۰ ماہی گیر روزانہ اوسطاً ۵۰ من کے قریب مچھلی حاصل کرتے ہیں۔ یوں صرف اس جھیل کی پیداوار ۱۸۰۰۰ من سالانہ ہے۔ اس کے علاوہ جھیل ڈل، جھیل آنچار، مانس بل، جھیل ہوکرسر، منگلا جھیل، چشمہ ویری ناگ، چشمہ اننت ناگ، چشمہ اچھ بل، میں کثرت سے مچھلی پائی جاتی ہے۔ منگلا جھیل سے مچھلی کی سالانہ آمدن ایک کروڑ روپے تک پہنچ چکی ہے۔ کشمیر میں مچھلی کی دو ایسی اقسام پائی جاتی ہیں جو بے حد لذیذ اور دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک مہاشیر ہے اور دوسری ٹراؤٹ۔ مہاشیر تیز بہاؤ والے دریاؤں کی مچھلی ہے۔ سردیوں میں ترک وطن کر کے گرم علاقوں کی طرف آتی ہے اور گرمیوں میں واپس چلی جاتی ہے۔ ٹراؤٹ صرف ٹھنڈے پانیوں میں پروان چڑھتی ہے۔ وادیٔ کشمیر میں اس کی بہت سی پرورش گاہیں ہیں جن میں ہاروان، اچھ بل، کوکرناگ، سرتل، فیروز پور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ لارسالہ میں بھی ٹراؤٹ پائی جاتی ہے۔ دریائے نیلم کے بالائی علاقہ میں ٹراؤٹ کی پرورش کی جاتی ہے۔ بلتستان کی جھیل ست پارہ اور کچورہ جھیل میں ٹراؤٹ پائی جاتی ہے۔ گلگت میں کارگاہ کی پرورش گاہ، جھیل اور پھنڈر جھیل میں

ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی ہے۔

ریاسی میں سلال بند کی تعمیر کے بعد جو وسیع جھیل وجود میں آ گئی ہے، مچھلی کی پرورش
گاہ اور برآمد کا ایک اہم مرکز بن گئی ہے۔

سیاحت کی صنعت

(Tourism)

دنیا کے بیشتر ممالک میں سیاحت نے ترقی کر کے ایک صنعت کی صورت اختیار کر لی ہے اور زرمبادلہ کا اہم ذریعہ بن گئی ہے۔ ریاست جموں و کشمیر کو قدرت نے سیاحت کے لحاظ سے بے پناہ خوبیوں سے نوازا ہے۔ یہاں کی خوبصورت وادیاں، شفاف و دلکش جھیلیں اور چشمے، برف پوش چوٹیاں، صحت بخش آب و ہوا، مختلف قسم کے شکار اور کوہ پیمائی کے مواقع اور تاریخی مقامات نے غیر ملکی سیاحوں کو ہمیشہ اس جنت ارضی کی طرف متوجہ کیا ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے پہلی بار یہاں قدم رکھا تو اس کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

کشمیر کا پہلا یورپی سیاح ایک فرانسیسی ڈاکٹر فرینکوئیس تھا جو مغل شہنشاہ اورنگ زیب کے کارواں کے ساتھ دشوار گزار راستوں سے گزر کر کشمیر میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد کے اولین سیاحوں میں اے ڈی فارسٹر، ولیم مور کرافٹ وغیرہ شامل ہیں، جنھوں نے یہاں کی سیاحت کے بعد سفرنامے لکھے اور اس طرح دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی۔

فادر زیویئر (Father Gerome Zavier) نے 1606ء میں اور فرانسس

(Francis Bernier) نے 1663ء میں کشمیر کی سیاحت کی۔ اطالوی پادری ڈیسیڈری 1715ء میں، جارج فارسٹر (George Forster) 1783ء میں، ولیم مورکرافٹ (William Moorcraft) 1827ء میں، جیکو ماں (Jaque Mont) 1831ء میں، وولف (Woolff)1832ء میں اور وائین (Vigne)1835ء میں کشمیر آئے۔

ریاست جموں کشمیر کے سیاحتی مقامات کا احاطہ کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہوگی۔ تاہم ریاست کے مختلف خطوں کے قابل دید مقامات کا اجمالاً ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا۔

ا۔ صوبہ جموں

جموں کے قابل دید نظر نواز اور صحت افزا مقامات کا ذکر جموں سے سرینگر جانے والی ۲۹۳ کلومیٹر لمبی ''شاہراہ کشمیر'' کے تعارف سے مناسب رہے گا جو گوناگوں دلچسپیوں کی حامل ہے۔ جموں کے میدانی علاقہ میں ادھم پور تک خم کھاتے ہوئے ۶۱ کلومیٹر فاصلے طے کرنے کے بعد یہ بلندی کی طرف رواں ہو جاتی ہے۔ یہاں سے پتنی ٹاپ تک ۳۶ کلومیٹر کا فاصلہ قدرے مشکل چڑھائی کا حصہ ہے۔ پتنی ٹاپ سے اسی تناسب سے یہ شاہراہ ڈھلوان میں ۵۱ کلومیٹر فاصلے طے کرتی ہوئی رام بن پہنچ جاتی ہے۔ رام بن سے آگے پھر چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اور ۳۶ کلومیٹر طے کر کے یہ شاہراہ جواہر ٹنل پہنچتی ہے۔ ٹنل عبور کرتے ہی جنت نظیر وادیٔ کشمیر نگاہوں کے سامنے ہو جاتی ہے۔ شاہراہ کشمیر تیزی سے وادی کے نشیب کی طرف دوڑتی ہوئی ویری ناگ، شاہ آباد، ڈورو، اسلام آباد، اونتی پورہ، پانپور ہوتی ہوئی سرینگر پہنچتی ہے۔ اس شاہراہ پر راستے میں کد، بٹوت اور پتنی ٹاپ جیسے قابل دید صحت افزا مقامات آتے ہیں۔ کد کی بلندی سطح سمندر سے ۵۷۰۰ فٹ، بٹوت کی ۵۱۸۸ فٹ اور پتنی ٹاپ کی ۶۶۴۰ فٹ ہے۔ جواہر ٹنل سطح سمندر سے ۸۴۰۰ کی بلندی پر واقع ہے۔

جموں مندروں کا شہر کہلاتا ہے۔ رگھوناتھ مندر شہر کے وسط میں واقع ہے۔ بھگوان رام سے منسوب اس مندر کی تعمیر ۱۸۳۵ء میں گلاب سنگھ نے شروع کرائی تھی۔ ۱۸۸۳ء میں رنبیر سنگھ کے دور میں مکمل ہوئی۔

واشنو دیوی کا مندر جموں سے ۶۰ کلو میٹر شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ کٹڑہ تک پکی سڑک جاتی ہے آگے پیدل جانا پڑتا ہے۔ ہزاروں یاتری یہاں دیوی درشن کو آتے رہتے ہیں۔

سدھ مہادیو: جموں سے ۱۲۰ کلو میٹر شمال مشرق میں ۴۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ مندر بھگوان شیو سے منسوب ہے۔ ساون کی پورن ماشی کے موقع پر یہاں میلہ لگتا ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں یاتری شامل ہوتے ہیں۔ مندر میں شیو اور پاربتی کی سیاہ رنگ میں کھدی ہوئی ایک شبیہہ قابل دید ہے۔

گوری کنڈ: سدھ مہادیو سے ۵ کلو میٹر کے فاصلے پر پاربتی سے منسوب ایک غار ہے جس کا نام گوری کنڈ ہے۔

پرمنڈل: جموں سے ۳۰ کلو میٹر جنوب مشرق کی جانب ایک خوبصورت سیرگاہ ہے۔ یہاں مہاراجہ رنبیر سنگھ نے ایک چٹان پر مندر کی تعمیر کا آغاز کیا تھا، لیکن نامکمل رہا۔ چٹان کے دامن سے پھوٹنے والی ایک ندی کو نہایت متبرک تصور کیا جاتا ہے۔ اسے چھوٹا کاشی کا نام دیا گیا ہے۔

شیو کھوڑی: ریاسی سے ۱۹ کلو میٹر دور ۲۰۰ میٹر لمبی ایک غار ہے جسے شیو سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس کا نام شیو کھوڑی ہے۔

ڈوگرہ آرٹ گیلری

اس گیلری میں مصوری کی بسوہلی جموں اور کانگڑہ سکول سے تعلق رکھنے والی ۵۰۰ سے زیادہ تصاویر موجود ہیں۔ بسوہلی کی طرز مصوری Miniature Painting کے اعلیٰ نمونے

خاص طور پر قابل دید ہیں۔ گیلری میں بڑی تعداد میں مجسمے، ہتھیار اور کتابوں کے قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔

قلعہ باہو

جموں شہر سے چار کلومیٹر کے فاصلہ پر دریائے توی کے دوسرے کنارے پر آباد ہے۔ اگرچہ اس کی تعمیر کے بارے میں روایت ہے کہ جموں شہر کے بانی جامبولوچن کے دور میں ہوئی تھی تاہم اس کی موجودہ عمارت ڈوگرہ دور کی بنی ہوئی ہے۔ قلعہ کے اندر کالی دیوی کا مندر بنا ہوا ہے جہاں منگل اور اتوار کو یاتریوں کی بڑی تعداد درشن کے لیے آتی ہے۔ باغ باہو کے نام سے یہاں ایک خوبصورت باغ بھی ہے۔

امر محل

گذشتہ صدی میں راجہ امر سنگھ نے تعمیر کیا تھا۔ فرانسیسی طرز تعمیر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ جموں شہر کے نواح میں واقع اس محل میں ایک عجائب گھر قائم کیا گیا ہے جس میں مصوروں کے پہاڑی سکول کے نادر نمونے اکٹھے کیے گئے ہیں۔ یہاں لائبریری بھی قائم ہے۔

اکھنور

جموں سے ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں دریائے چناب کے کنارے ایک قدیم قلعہ موجود ہے۔ جموں سے پونچھ شہر کو جانے والی شاہراہ اکھنور سے ہو کر گزرتی ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے آخری سفر کشمیر میں واپسی پر اسی شاہراہ کے مقام چنگس میں انتقال کیا تھا۔ اسی تاریخی شاہراہ پر تھنہ منڈی میں ایک تاریخی مغل سرائے واقع ہے اور ملکہ نور جہاں کے نام پر ایک آبشار ہے جس کا نام "نوری چھم" ہے۔

بسوہلی

جموں شہر سے ۱۲۵ کلومیٹر مشرق کی جانب بسوہلی کا تاریخی شہر آباد ہے۔ یہ شہر پہاڑی

مصوری کے لیے بہت مشہور ہے۔ بسوہلی میں ایک قدیم محل کے آثار موجود ہیں۔ یہ شہر کوہ پیماؤں کے لیے بنیادی کیمپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس شہر کے بارے میں مزید تفاصیل باب ۳۴ میں دی گئی ہیں۔

سرن سر اور مانسر

سرن سر اور مانسر جھیل جموں سے بالترتیب ۴۵ کلومیٹر اور ۸۰ کلومیٹر مشرق میں واقع ہیں۔ سرن سر صنوبر کے درختوں میں گھری ہوئی خوبصورت جھیل ہے جس کے درمیان ایک جزیرہ ہے۔ جھیل کے علاوہ یہاں ایک قدیم محل کے کھنڈرات ہیں جس کی دیواروں پر فریسکو (Fresco) مصوری کے دلکش نمونے منقش ہیں۔ سناسر سے کچھ فاصلے پر مہور گڑھ کے پراسرار کھنڈرات ہیں۔ ان کھنڈرات کے بارے میں اب تک کوئی معلومات سامنے نہیں آ سکیں۔

رنگ محل

جموں سے ۱۰۲ کلومیٹر کے فاصلے پر رام نگر میں رنگ محل نامی عمارت قابل دید ہے۔ اس کی دیواروں پر پہاڑی مصوری میں بھگوان کرشن کی زندگی کے مناظر نقش کیے گئے ہیں۔

وادیٔ سناسر

سناسر جموں سے ۱۲۹ کلومیٹر دور ۶۸۲۲ فٹ کی بلندی پر ایک نہایت خوبصورت چراگاہ ہے، جہاں بکروال گرمیوں کے مہینوں میں اپنی بھیڑ بکریاں لے کر آتے ہیں۔ پیالے کی شکل میں قدرت کی تراشی ہوئی حسین وادی ہے۔

بھدرواہ

بھدرواہ کی وادی کو چھوٹا کشمیر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۵۴۲۷ فٹ کی بلندی پر واقع جنت ارضی کا یہ حسین ٹکڑا فطری مناظر کے متلاشیوں کے لیے ایک مسحور کن جگہ ہے۔ ۱۴۲۴۶ فٹ کی بلندی پر واقع خوبصورت کیلاش جھیل بھدرواہ کے علاقے میں ہی واقع

ہے، جہاں ہر سال راکھی پورنیما کے دو ہفتے بعد کیلاش یاترا کا میلہ لگتا ہے۔ تفصیلی تعارف باب ۳۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کشتواڑ

اعلیٰ کوالٹی کے زعفران، پھلوں کے باغات اور نایاب جنگلی جانوروں (Wild Life) کی تاریخی سرزمین "کشتواڑ" وادی بھدرواہ کے شمال میں واقع ہے۔ کشتواڑ میں کئی خوبصورت آبشاریں ہیں جن میں سے ایک آبشار ۷۰۰ میٹر (۲۳۰۰ فٹ) کی بلندی سے سات مرحلوں میں نیچے آتی ہے۔ کشتواڑ میں ایک نہایت بلندی پر واقع قومی پارک قائم ہے جس میں کم یاب جنگلی جانور اور پرندے پائے جاتے ہیں۔ پاڈر کی مشہور عالم نیلم کی کان کشتواڑ سے ۶۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ کشتواڑ کا تفصیلی تعارف باب ۳۳ میں ملاحظہ کریں۔

میلے اور تہوار

میلہ لوہڑی۔ ۱۳ر جنوری کو منایا جاتا ہے۔ مندروں میں ہون اور یگیہ انجام دیا جاتا ہے۔

میلہ بیساکھی: ۱۳ر اپریل کو منایا جاتا ہے۔ گندم کی فصل کاٹنے کا تہوار ہے۔

باہو میلہ سال میں دو بار مارچ / اپریل اور ستمبر / اکتوبر میں قلعہ باہو میں کالی کے مندر میں منایا جاتا ہے۔

پور منڈل میلہ: فروری / مارچ میں شیوراتری کے موقع پر تین دن تک منایا جاتا ہے۔

جھیری میلہ: یہ جیتو بابا کا میلہ بھی کہلاتا ہے۔ جموں سے ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر جھیری کے مقام پر ہوتا ہے۔ یہ میلہ ایک کسان ہیرو جیتو بابا کی یاد میں منایا جاتا ہے جسے اس کے جاگیردار نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

چھتر چودش: مارچ/اپریل میں جموں سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر اتر بہنی میں منایا جاتا ہے۔ یہاں دیوک ندی شمال کی جانب بہتی ہے۔ دیوک ندی کو یہاں گپت گنگا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۲۔ صوبہ لداخ

لداخ کا اصل نام لاداخ (La-Dakh) ہے، جس کے معنی ہیں درّوں کی سرزمین (لا معنی درّہ اور داخ معنی زمین)۔ اس خطہ میں چونکہ شمال، مشرق، جنوب، مغرب ہر طرف درّے ہی درّے ہیں جیسے لانک لا، کھاسا نگ لا، جوزیلا، چارونگ لا، کھردنگ لا، زوجی لا وغیرہ اس لیے یہ درّوں کی سرزمین کہلائی۔

اگر فضا سے لداخ پر نظر ڈالی جائے تو صرف تین رنگ نظر آئیں گے۔ سفید، بھورا اور سیاہ۔ سفید رنگ برف پوش پہاڑوں کا ہوگا، بھورا رنگ زمین کا اور سیاہ رنگ گہری کھائیوں کا۔

لداخ تاریخی اہمیت کی طلسماتی سرزمین ہے۔ یہاں کے موسم کا یہ حال ہے کہ آپ کسی چٹان کے ایک جانب دھوپ میں بیٹھیں تو انتہائی گرمی سے آپ کی جلد جلنے لگے گی۔ لیکن چٹان کے دوسری جانب سائے میں چلے جائیں تو شدید سردی لگنے لگے گی۔ یہاں ایسے مقامات بھی ہیں جہاں کبھی برف پگھلتی ہی نہیں اور ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں کبھی بارش ہوتی ہی نہیں۔

کشمیر کے لداخ سے سیاسی، جغرافیائی، مذہبی، تجارتی رشتے صدیوں سے چلے آ رہے ہیں۔ ماضی میں لداخ کے راستے چین سے بھی تجارت ہوتی رہی ہے اور تبت، یارقند اور کاشغر سے بھی۔

لداخ بودھ خانقاہوں کی سرزمین ہے۔ یہ خانقاہیں تاریخی نوادرات سے بھری پڑی ہیں اور

سیاحوں کے لیے بہت کشش رکھتی ہیں۔

مجموعی طور پر لداخ کے سنگلاخ پہاڑوں، ریتلے میدانوں، برف سے ڈھکی بلند چوٹیوں، اکا دکا سرسبز و شاداب وادیوں اور شفاف آسمان کا نظارہ ایک دل فریب ست رنگا منظر پیش کرتا ہے، جس میں سفید، سیاہ، بھورا، سبز، سرخ، نیلگوں اور سنہرے رنگ شامل ہیں۔

لداخ میں جگہ جگہ شفاف نیلگوں پانی کی جھیلیں ہیں، جن میں سے ایک پانگ گنگ (Pongong) ہے، جو لیہہ سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔

لداخ کے دارالحکومت لیہہ (Leh) کے عقب میں بلندی پر 16 ویں صدی کا ایک محل واقع ہے، جس کے اندر ایک میوزیم موجود ہے۔ محل کی طرف جانے والی گلیوں میں مقامی مصنوعات کی دوکانیں ہیں، جن میں رنگ برنگی دست کاریوں اور مقامی زیورات کا کاروبار ہوتا ہے۔

ہمیس (Hemis) میں ایک پارک بنایا گیا ہے جس میں برفانی چیتے، خاص نسل کے اونٹ اور آئی بیکس (Ibex) پائے جاتے ہیں۔

لداخ کو چھوٹا تبت یا چاندی کی سرزمین کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ فطرت کے ان پرستاروں کے لیے جو شہروں اور میدانوں کی کثافت آلود فضا سے تنگ آ چکے ہوں، لداخ کی صاف شفاف اور حسین فضا قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے جہاں قلب و جگر کو فرحت اور روح کو تازگی ملتی ہے۔ دارالحکومت لیہہ سطح سمندر سے ۱۱۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ شہر زمانہ قدیم میں چین اور وسط ایشیا کے ساتھ کشمیر کی تجارت میں اہم رول ادا کرتا رہا ہے۔ شاہراہ ریشم کی ایک شاخ جنوبی شاہراہ سے جدا ہو کر درۂ قراقرم کے راستے لداخ میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر کرگل ہوتی ہوئی سرینگر پہنچتی ہے۔

کرگل

کرگل لداخ کا دوسرا بڑا شہر ہے اور ضلعی ہیڈکوارٹر ہے۔ ایک خوبصورت وادی میں واقع ہے جو خوبانیوں اور دوسرے پھل دار درختوں سے بھری ہوئی ہے۔ باشندوں کی اکثریت اثنا عشری مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ماضی میں اس شہر کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ وادیٔ کشمیر سے تجارتی قافلے کرگل سے گزر کر مشرق کی جانب لیہ ہوتے ہوئے چین، تبت اور کاشغر جایا کرتے تھے اور مغرب کی جانب اسکردو ہوتے ہوئے گلگت اور وسط ایشیا کا سفر کرتے تھے۔ کرگل سے ایک سڑک پدم تک زیر تعمیر ہے۔

کرگل سے ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر "گرکون" نام کی ایک بستی ہے جہاں ایک ہی نسلی گروہ کے لوگ آباد ہیں۔ ان لوگوں کے رنگ دوسروں کی نسبت صاف ہیں اور ان کی زبان بھی دوسروں سے الگ ہے۔ یہ لوگ آپس میں ہی شادیاں کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی نسلی انفرادیت اب تک قائم ہے۔ اس گاؤں کی حکومت ایک سات رکنی کونسل چلاتی ہے جسے گاؤں کے لوگ منتخب کرتے ہیں۔ گاؤں کی کل آبادی ۱۹۸۱ء میں ۴۰۰ افراد پر مشتمل تھی۔

کرگل میں "حمہ" کا رواج اب بھی موجود ہے اور زنسکار کے دور دراز علاقوں سالیس کوٹ اور ریس پون میں Polyandry (ایک عورت کے کئی شوہر رکھنے کا رواج) قائم ہے۔ ماہرین عمرانیات کا خیال ہے کہ لداخ میں آبادی میں اضافہ نہ ہونے کا سبب یہ بھی ہے۔ گذشتہ ۱۲۰ سال کے دوران لداخ کی آبادی میں برائے نام اضافہ ہوا ہے۔ کرگل کے بارے میں مزید معلومات باب ۳۳ میں ملاحظہ کریں۔

لالہ پارہ

سرینگر سے ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ایک قدیم روایت کے مطابق شاہ کبیر کی مدت کے دور میں لالہ پارہ میں نیلے رنگ کی ایک شفاف جھیل ہوا کرتی تھی جہاں دیو رہتے تھے۔ رشی مدصاحب نے دعا کی کہ یہاں مستقبل میں ایک خانقاہ تعمیر کی جائے

گی۔ ۱۰ ویں صدی میں رینچن زانگ پو کے زیرِ نگرانی یہاں خانقاہ تعمیر ہوئی۔

مل بج

سری نگر سے ۲۳۴ کلومیٹر پر واقع ہے۔ مل بج گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چٹان میں مہاتما بدھ کی ایک بہت بڑی شبیہ کندہ ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ تقریباً مسیح علیہ السلام کی ولادت کے دور میں کندہ کی گئی ہے۔

لیہ

صوبہ لداخ کا صدر مقام سری نگر سے ۴۳۴ کلومیٹر کے فاصلے دریائے سندھ سے دس کلومیٹر شمال مشرق کی جانب واقع ہے۔ ماضی میں لیہ کا شہر ایشیا کا مشہور تجارتی مرکز تھا۔ لیہ کا آٹھ منزلہ شاہی محل قابلِ دید عمارت ہے۔ اسے سولھویں صدی میں سینگے نمگیال والیٔ لداخ نے تعمیر کیا تھا۔ یہ محل اب بھی اسی خاندان کی ملکیت ہے۔ اس محل میں مہاتما بدھ کی زندگی پر مشتمل تصاویر موجود ہیں۔ یہاں کی ایک خانقاہ میں مہاتما بدھ کا ٹھوس سونے کا مجسمہ اور قدیم تاریخی نوادرات موجود ہیں۔

لیہ کی مسجد ۱۵۹۴ء میں سینگے نمگیال نے اپنی مسلمان ماں کے لیے نذرانہ کے طور پر تعمیر کرائی تھی۔

سٹوک محل اور میوزیم

سٹوک محل تقریباً ۲۰۰ سال قبل تعمیر ہوا تھا۔ اس کا فاصلہ لیہ سے ۱۷ کلومیٹر مغرب کی جانب ہے۔ یہ اب تک لداخ کے شاہی خاندان کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ آخری بادشاہ ''کم سانگ نمگیال'' ۱۹۷۴ء میں فوت ہوا تھا۔ اس کا بیٹا نابالغ ہونے کی وجہ سے ابھی تخت پر نہیں بیٹھا۔ لداخی زبان میں بادشاہ کو گیالپو اور رانی کو گیالمو کہتے ہیں۔

اس محل میں ایک میوزیم ہے جس میں قیمتی جواہرات کے علاوہ تاریخی سکے، ملبوسات اور شاہی تاج محفوظ ہے۔

محل کی کئی منزلہ عمارت میں ۸۰ کمرے ہیں، جن میں سے صرف ۱۲ کمرے رانی پاربتی دیوی کے استعمال میں ہیں۔ بادشاہ اور ملکہ برائے نام حکمران ہوتے ہیں۔ اصل اختیارات بھارت کی طرف سے مقرر کیے گئے ڈسٹرکٹ کمشنر کے پاس ہیں۔

لداخ کے دیگر قابلِ دید مقامات میں آلچی گومپا، چولم سر، ہیمس گومپا، سکار گومپا، سپی توک خانقاہ، تھک سے خانقاہ اور متعدد دوسری خانقاہوں کے علاوہ بلندی پر بنا ہوا ایک نیشنل پارک ہے۔ اس پارک میں مختلف قسم کے کم یاب جنگلی جانور برفانی چیتا (Ibex) پہاڑی بکرا، بھرال وغیرہ محفوظ کیے گئے ہیں۔

بلند ترین شاہراہ (Beacon Highway)

لداخ کی ایک شاہراہ بیکن ہائی وے کے نام سے معروف ہے۔ یہ لیہہ سے وادی نوبرا کو جاتی ہے اور ۱۸۳۸۰ فٹ بلندی سے گزرتی ہے۔ اسے دنیا کی بلند ترین شاہراہ بتایا جاتا ہے۔ اس شاہراہ کے سائن بورڈ پر اس کے نام اور سطح سمندر سے بلندی کے علاوہ یہ عبارت درج ہے:

You Can Have Dialogue With God

(ترجمہ: یہاں آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو سکتے ہیں)

(کشمیر [illegible] ص ۱۳۹)

۳۔ گلگت

بلند و بالا کوہستانی چوٹیوں، گلیشیرز، دریاؤں اور جھیلوں کی سرزمین ...... دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کا کوئی خطہ ارضیاتی اور ماحولیاتی خوبصورتی میں گلگت کا مقابلہ نہیں کرتا۔

قدیم تاریخی شاہراہ ریشم اس خطے کے درمیان میں گزرتی ہے۔ اسے شمال میں سلسلۂ کوہستان قراقرم، مغرب میں کوہستان ہندوکش اور مشرق میں ہمالیائی سلسلے نے اپنی

آغوش میں لے رکھا ہے۔

گلگت شہر

سطح سمندر سے ۴۸۰۰ فٹ کی بلندی پر دریائے گلگت کے کنارے واقع ہے۔ شاہراہِ ریشم کا اہم تجارتی مرکز ہے۔ چین کی سرحد خنجراب کا فاصلہ یہاں سے ۱۸۰ میل، سرینگر کا براستہ استور، بانڈی پورہ ۲۲۳ اور راولپنڈی کا ۳۹۰ میل ہے۔

چنار باغ

گلگت شہر کے وسط میں دریائے گلگت کے کنارے ایک خوبصورت سیر گاہ ہے جس کا نام چنار باغ ہے۔ یہاں پر ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی کے شہدا کی یادگار قائم ہے۔

کارگاہ

گلگت سے ۱۱ کلومیٹر کے فاصل پر کارگاہ کی خوبصورت سیرگاہ واقع ہے۔ یہاں ٹراؤٹ مچھلی کی پرورش گاہ بنی ہوئی ہے۔

تاج مغل کی یادگار

گلگت سے ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک تاریخی ہیرو تاج مغل کی یادگار بنی ہوئی ہے۔ یہ یادگار آج سے ۷۰۰ سال قبل تعمیر ہوئی تھی۔

بدھ آثار

گلگت سے ۹ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑ کی عمودی چٹان میں مہاتما بدھ کی شبیہ کندہ کی گئی ہے جو سیاحوں کی غیر معمولی دلچسپی کا باعث ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ نے گلگت کے بعض دیگر علاقوں میں بھی بدھ آثار دریافت کیے ہیں۔

وادی نلتر

گلگت سے شمال کی جانب ۵۳ کلومیٹر کے فاصلے پر سطح سمندر سے ۱۰ ہزار فٹ کی بلندی پر وادی نلتر کی خوبصورت سیرگاہ واقع ہے۔ یہاں Ski-ing کی تربیت گاہ بھی قائم کی

گئی ہے۔

کریم آباد

وادیٔ ہنزہ کا صدر مقام ہے۔ گلگت سے ۱۱۲ کلومیٹر دور شمال کی جانب شاہراہِ ریشم پر واقع ہے۔ یہاں سے راکا پوشی بہت خوبصورت منظر پیش کرتی ہے۔ یہ علاقہ پھلوں کے باغات کے لیے بہت مشہور ہے۔ کئی اقسام کے انگور کثرت سے پیدا کیے جاتے ہیں۔ یہاں گھریلو طور پر انگور کا ایک مشروب تیار کیا جاتا ہے جو ہنزہ واٹر کہلاتا ہے۔

نگر

گلگت سے ۱۲۰ کلومیٹر شمال کی جانب نگر کی حسین و جمیل وادی واقع ہے۔ نہایت زرخیز علاقہ ہے۔ نگر کا زمرد (Emerald) دنیا بھر میں مشہور ہے۔

پونیال

گلگت سے مغرب کی جانب ۴۰ کلومیٹر کے فاصلے پر وادیٔ پونیال پھلوں کے باغات کے لیے بہت مشہور ہے۔ شیر قلعہ یہاں کی مشہور بستی ہے۔

سنگل اور گاکوچ

گلگت سے بالترتیب ۵۰ اور ۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر سنگل اور گاکوچ مچھلی کے شکار کے لیے بہت اہم مقامات ہیں۔

وادیٔ گوپس

گلگت سے ۱۰۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر گوپس کی خوبصورت وادی ہے۔ یہ وادی چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھری ہوئی ہے۔ کوہ پیمائی کے لیے مثالی جگہ ہے۔

یاسین

یاسین کا فاصلہ گلگت سے ۱۶۱ کلومیٹر ہے۔ نہایت خوبصورت تفریحی مقام ہے۔ کوہ پیمائی کے لیے مشہور ہے۔

پھنڈر جھیل

گلگت سے ۱۷۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہ جھیل ٹراؤٹ مچھلی کے شکار کے لیے بہت مشہور ہے۔

راما جھیل

گلگت سے ۱۱۷ کلومیٹر اور ضلع دیامر کے گرمائی صدر مقام استور سے ۱۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ جھیل نانگا پربت کے پہلو میں واقع ہونے کی وجہ سے دلفریب منظر کی حامل ہے۔ یہاں ٹراؤٹ مچھلی کا شکار بھی ہوتا ہے۔

استور

گلگت سے جنوب مشرق کی جانب ضلع دیامر کا گرمائی صدر مقام استور واقع ہے۔ گلگت کا فاصلہ یہاں سے ۱۰۳ کلومیٹر ہے۔ ۱۹۴۷ء سے قبل سرینگر گلگت روڈ پر واقع ہونے کی وجہ سے اسے بہت اہمیت حاصل تھی۔ یہاں سے ایک سڑک بانڈی پورہ ہوتی ہوئی سرینگر جاتی ہے اور ایک دیوسائی سے ہوکر سکردو چلی جاتی ہے۔

گلگت کا سیاحتی سیزن مئی سے وسط اکتوبر تک رہتا ہے۔ گلگت شہر کے اندر ایک پولو گراؤنڈ موجود ہے، جہاں پولو کے میچ ہوتے رہتے ہیں۔ پولو یہاں کا قومی کھیل ہے۔

۲۱ مارچ "نوروز" کا تہوار جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔

۴۔ بلتستان

بلتستان کے خطہ کو کوہ پیماؤں کی جنت (Mountaineers Paradise) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی دوسرے نمبر کی بلند ترین چوٹی K-2 کے علاوہ ۱۳۰۰۰ ایسی فلک بوس چوٹیاں اس خطہ میں واقع ہیں جن کی بلندی ۲۲۰۰۰ فٹ سے زیادہ ہے۔ ان تمام چوٹیوں کو سر کرنے والوں کے لیے سکردو کی مختلف وادیاں پہلے پڑاؤ یا بیس کیمپ کی حیثیت

رکھتی ہیں۔ اسی طرح دنیا کے بڑے بڑے گلیشیرز بیافو، بلتورو، گیشر برم اور سیاچین بلتستان کے ہی خطے میں واقع ہیں۔ روئے زمین کا کوئی اور خطہ اتنی بہت ساری بلند و بالا چوٹیوں (Peaks) اور گلیشیرز کی وجہ سے بلتستان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ریاست جموں کشمیر کا "شیر دریا" سندھ شرقاً غرباً بلتستان کے درمیان میں سے گزرتا ہوا گلگت میں داخل ہو جاتا ہے۔ بلتستان کا صدر مقام سکردو اسی عظیم دریا کے کنارے واقع ہے۔

اسکردو

اسکردو سطح سمندر سے ۲۲۳۹ میٹر (۷۵۰۰ فٹ) کی بلندی پر دریائے سندھ کے کنارے آباد ہے۔ ضلع اسکردو پانچ وادیوں: وادئ سکردو، وادئ شگر، وادئ خپلو، وادئ روندو اور وادئ کھرمنگ پر مشتمل ہے۔ ان تمام وادیوں میں خوبانیاں، آڑو، ناشپاتی اور سیب اس کثرت سے پیدا ہوتے ہیں کہ انہیں خوبانیوں اور سیبوں کی سرزمین کا نام دیا گیا ہے۔ ان پھلوں کو محفوظ کرنے اور ان سے مربہ جات بنانے کا بندوبست ہو جائے تو ساری دنیا کو برآمد ہو سکتے ہیں۔

قلعہ کھرفوچو

اس قلعہ کی تعمیر اسکردو کے حکمران مقپون بوخا (۱۴۹۰ء سے ۱۵۱۵ء) سے منسوب ہے۔ لیکن مثل موریین کا کہنا ہے کہ قلعہ علی شیر خان انچن (۱۵۶۰ء سے ۱۶۲۵ء) نے تعمیر کیا تھا۔ یورپین سیاحوں کننگھم (Cuningham)، فاسو میرین (Foso Marine)، جی ٹی وائن (G.T. Vigne) وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا کے مطابق علی شیر خان نے، جو ۱۶ویں صدی کے آخر تک حکمرانی کرتا رہا، لداخ فتح کرنے کے بعد اسکردو میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اسکردو کے قلعہ کی تعمیر کا ذکر "بادشاہ نامہ" کے مصنف عبدالحمید لاہوری نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔ عبدالحمید نے ۱۶۳۶ء میں مغلوں کے تسخیر سکردو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علی شیر خان نے سکردو کی دو اونچی پہاڑی

چوٹیوں پر قلعے تعمیر کیے تھے جن سے بلند تر قلعہ کھرفوچو کہلایا اور دوسرا قلعہ کھاہ چنا (Khahchana)۔ ان دونوں قلعوں اور مندوق کھرمحل کو ۱۸۴۰ء میں سکھ حملہ آور افواج نے نذرِ آتش کر دیا۔ تاہم قلعہ کھرفوچو کو بعد میں دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

گوتم بدھ کی چٹان

ست پارہ جھیل کو جانے والی سڑک پر ایک بڑی چٹان پر مہاتما بدھ کی تصویر اور کچھ تحریر کندہ کی ہوئی ہے۔ ماہرین آثارِ قدیمہ اسے Decipher کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

اس تصویر میں گوتم بدھ کے علاوہ اس کے بارہ جانشین اور دو مستقبل کے بدھا یعنی متریا (Mitriya) کی شکلیں ہیں۔ یہ ایک طرح سے گوتم بدھ کی مکمل کونسل کی تصویر ہے جسے منڈلا کہتے ہیں۔ اس قسم کی نایاب حجری تصاویر پورے ہندوستان اور تبت میں بہت کم ملتی ہیں۔ اسے دراصل آٹھویں صدی عیسوی میں تبتیوں (اصل تبت) نے بنایا تھا۔ اس تصویر کے نیچے جو تحریر ہے وہ تبتی زبان میں ایک مذہبی سلوگن ہے۔ اس چٹان کی پہلی تصویر ایک برطانوی سیاح مسز ڈنکن (Mrs. Duncan) نے ۱۹۰۳ء میں بنائی تھی اور مشہور جرمن محقق ایچ اے فرینکے نے اس تحریر کی تشریح (Decipher) کی تھی۔ اس کے مطابق لوگوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ تین رتن کے نام پر صدقہ دیا کریں۔

ست پارہ جھیل

اسکردو سے جنوب کی جانب ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ست پارہ جھیل واقع ہے۔ اسے چاروں اطراف سے برف پوش کوہستانوں نے گھیر رکھا ہے جن کا عکس جھیل کے شفاف پانی میں نظر آتا ہے۔ جھیل کے درمیان میں ایک خوبصورت جزیرہ ہے جو پریوں کی کہانیوں والا جزیرہ لگتا ہے۔ مچھلی یہاں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ ٹراؤٹ کے شکار کے لیے مثالی جگہ ہے۔

اس جھیل کے مشرقی اور مغربی پہاڑوں پر علی شیر خان انچن (1590-1625ء) نے سکردو شہر کو کشمیر کی طرف سے مغلوں کے حملوں کو روکنے کے لیے ایک دیوار تعمیر کرائی تھی۔ اس عظیم دیوار کے بہت سے حصے اب بھی موجود ہیں جو آسانی سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ غالباً یہ دنیا کی تیسری بڑی دیوار ہے جو کسی وادی کو دشمنوں کی یلغار سے بچانے کے لیے بنائی گئی تھی۔ یہ دیوار دراصل کئی حصوں میں وادیٔ سکردو کے جنوبی پہاڑی سلسلہ پر بنائی گئی تھی۔ ان میں سے ایک حصہ جھیل ست پارہ کے دونوں اطراف میں موجود ہے۔

کچورا جھیل

سکردو سے ۳۰ کلو میٹر کے فاصلے پر شمال مغرب کی جانب گلگت جانے والی "شاہراہ انچن" سے کافی ہٹ کر کچورا گاؤں کے مغربی اختتام پر واقع ہے۔ نیلے گہرے پانیوں کی جھیل کے کنارے جب موسم بہار میں خوبانی، آڑو اور سیب کے پھول کھلتے ہیں تو عجیب بہار دیتے ہیں۔ پھلوں کی پیداوار یہاں کثرت سے ہوتی ہے۔ کچورا جھیل میں براؤن رنگ کی ٹراؤٹ مچھلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ جھیل اپنے اردگرد کے ماحول اور متنوع نظاروں کی وجہ سے ایک منفرد اور دنیا کی انوکھی جھیل ہے۔ اس جھیل کا مقامی نام فوروق زمو (Foroq Thso) ہے۔

شنگریلا جھیل

یہ جھیل بھی سکردو سے ۲۸ کلو میٹر کے فاصلہ پر شاہراہ انچن کے قریب کچورا گاؤں میں واقع ہے۔ یہ جھیل اپنی خوبصورتی، اردگرد کے نظر نواز نظاروں اور شنگریلا سیرگاہ کی وجہ سے پوری دنیا میں سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ جھیل میں واٹر سپورٹس کی بہت سی سہولیات موجود ہیں۔ جھیل کے اردگرد دنیا کے بہترین سیب اور چیری (Cherry) کے باغات ہیں۔ جھیل اردگرد کے پھلوں اور پھولوں کے باغات؛ نیز خوشنما چینی اور یورپی طرز کی عمارات کی وجہ سے ہنی مون لیک (Honey Moon Lake) اور جنتِ ارضی Heaven

(on Earth کے نام سے مشہور ہے۔ اس جھیل میں ٹراؤٹ اور دیگر اعلیٰ قسم کی مچھلی کی پرورش کی جاتی ہے۔

وادیٔ شگر

اس وادی کے مرکزی قصبہ شگر میں مشہور خانقاہ میر سید یحیٰی واقع ہے جو کہ سترھویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوئی تھی۔ یہ خانقاہ سرینگر کی خانقاہ معلی کی طرز پر بنائی گئی ہے۔ اس کی چھت کا مینار بھی خانقاہ معلی سرینگر کی طرز پر تعمیر ہوا ہے۔ خانقاہ کے اندر عبادت اور چلہ کشی کے لیے ایک درجن حجرے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں ایک چھوٹی مگر بہت خوبصورت دو منزلہ مسجد بھی ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اسے امیر کبیر سید علی ہمدانی نے اپنے قیام شگر کے دوران تعمیر کرایا تھا۔ اس مسجد کا نام "مسجد چھو بروخی" ہے۔

اس کے علاوہ یہاں چوتھی پانچویں صدی کے ایک بہت بڑے بدھ کمپلیکس کے آثار ایک وسیع رقبے میں پھیلے ہوئے ہیں جو محققین اور سیاحوں کو دعوت تحقیق و نظارہ دیتے ہیں۔ وادیٔ شگر میں زہر مہرہ (Bezoat) کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جس سے مشہور زمانہ پیالیاں اور سامانِ آرائش تیار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں اکوامیرین، ابرق اور قدرتی تانبا کی کانیں اور ذخائر موجود ہیں۔

وادیٔ خپلو

بلتستان کی مشہور مسجد چقچن، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کی بنیاد امیر کبیر سید علی ہمدانی نے رکھی تھی اور جسے سید شمس الدین عراقی نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا تھا، وادی خپلو کے مرکزی قصبہ خپلو میں واقع ہے۔ اس کے علاوہ یہاں راجگان خپلو کا محل واقع ہے جو پورے برصغیر پاک و ہند میں تبتی طرز تعمیر کی واحد اور بے نظیر عمارت ہے۔ اس محل میں لکڑی کا آرائشی کام یعنی لکڑی کی جالیاں، ختم بند اور چوکھاٹوں پر بہت خوبصورت اور نفیس کام (Carving) کیا گیا ہے۔

اسکردو (سکردو)

سکردو کی وادی میں سیب، ناشپاتی، خوبانیاں، چیری اور شہتوت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں، جنھیں سکھا کر دوسرے علاقوں کو برآمد کرنے کا رواج عام ہے۔ اس بنا پر اس خطہ کو خوبانیوں اور سیبوں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔

سکردو ہوائی راستے سے گلگت اور پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے ملا ہوا ہے۔ سکردو میں تعمیر شدہ رن وے پاکستان میں سب سے لمبا یعنی کراچی کے بین الاقوامی رن وے سے دو سو فٹ لمبا ہے۔ یہاں اسلام آباد سے روزانہ بوئنگ کی ایک پرواز آتی ہے۔ اس رن وے پر ماسوائے کنکارڈ کے دنیا کا کوئی بھی مسافر بردار طیارہ اتر سکتا ہے۔

وادیٔ سکردو سلسلہ قراقرم و ہندوکش میں سب سے وسیع وادی ہے۔ سکردو شہر چوتھی صدی تا ۷۲۷ عیسوی پلولا شاہی دورِ حکومت میں سلطنت بلور کا دارالحکومت رہا ہے۔ اس کے بعد تبتی دورِ حکومت میں بھی یہ تبت کے مغربی صوبہ (بلور کلاں و خورد) کا صوبائی دارالحکومت اور مقپون دورِ حکومت میں بھی مقپون سلطنت کا دارالحکومت رہا ہے۔

سکردو شہر کے قریب ایک چٹان پر بدھا اور ہار کی حجری تصویر محققین اور سیاحوں کے لیے کشش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ سکردو کے دیگر قابلِ دید مقامات میں قلعہ کھرفوچو، نہر گنگوپی اور شاہی پولو گراؤنڈ ہیں۔ شہر کی آبادی اس وقت چالیس ہزار کو پہنچ چکی ہے۔

۵۔ آزاد کشمیر

میرپور

میرپور زیادہ تر میدانی علاقوں پر مشتمل ہے اور یہاں کی آب و ہوا بھی سارے آزاد کشمیر میں گرم ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے صرف چار سو اسٹھ میٹر یعنی ۱۵۰۵ فٹ ہے۔ تاہم اس ضلع میں سیاحت کے اعتبار سے کئی قابلِ دید مقامات موجود ہیں۔ میرپور کا نیا

شہر ریاست کی جنوبی سرحد پر واقع ہے۔ ۳۰ سال قبل یہاں منگلا کے مقام پر دریائے جہلم اور پونچھ کو روک کر جو بند بنایا گیا تھا اُس نے اس شہر کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ منگلا کے بجلی گھر میں ایک ہزار میگاواٹ (دس لاکھ کلوواٹ) بجلی پیدا ہوتی ہے۔ بند بن جانے سے یہاں چار سو مربع کلومیٹر جھیل وجود میں آ گئی ہے جس سے اس شہر کو اہم سیاحتی مرکز کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ منگلا کے مقام پر ایک قدیم تاریخی قلعہ بھی موجود ہے۔ قلعے میں منگلا ڈیم کے بارے میں ایک میوزیم قائم کیا گیا ہے جو سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہے۔

کھڑی شریف

میرپور شہر سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر حضرت پیرے شاہ غازی اور مشہور لوک داستان سیف الملوک کے مصنف حضرت میاں محمد بخش صاحب کے مزارات موجود ہیں جہاں ہر وقت زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ ہر سال ذیقعد کے مہینے میں یہاں عظیم الشان عرس منعقد ہوتا ہے جس میں بلا مبالغہ لاکھوں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔

بھمبر

میرپور سے پچاس کلومیٹر مشرق کی طرف بھمبر کا تاریخی شہر واقع ہے۔ حال ہی میں اسے ضلع کا درجہ دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ مغل حکمران کشمیر کی آمد و رفت کے لیے اکثر و بیشتر یہی راستہ اختیار کیا کرتے تھے۔ یہاں مغل دور کے کچھ آثار بھی موجود ہیں۔

جنڈی چونترہ

بھمبر سے ۱۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حضرت بابا شادی شہید کا مقدس مزار ہونے کی وجہ سے زائرین کی کثیر تعداد یہاں آتی رہتی ہے۔

افتخار آباد

بھمبر شہر سے ستر کلومیٹر مشرق کی جانب واقع ہے۔ یہ آموں کے باغات کے لیے بہت مشہور ہے۔

وادی سماہنی

وادی سماہنی میرپور اور بھمبر دونوں شہروں سے سڑکوں کے ذریعے ملی ہوئی ہے۔ یہ نہایت خوبصورت اور خوشگوار آب و ہوا والی سرسبز وادی ہے۔ وادی کے ایک سرے پر باغ سر واقع ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے تین ہزار دو سو فٹ ہے۔ دھیان سنگھ نے اس مقام پر ایک قلعہ بنوایا تھا جو اب تک قائم ہے۔ احمد شاہ ابدالی، رنجیت سنگھ اور ڈوگرہ حکمرانوں کے ادوار میں بھی قلعے کی اہمیت برقرار رہی ہے۔ قلعہ باغ سر کے ساتھ ہی ایک نہایت دلکش جھیل موجود ہے۔ وادی سماہنی کے دوسرے مغربی سرے پر پہاڑ کی بلندی پر پیر گلی کا صحت افزاء مقام واقع ہے۔ سماہنی قصبہ سے تھوڑی دور جانب جنوب مغل دور کی تعمیر کردہ ایک سرائے ہے جو سعد آباد سرائے کہلاتی ہے۔ مغل بادشاہوں کے دہلی کشمیر روٹ پر تعمیر کردہ یہ عمارت اب خستہ حال ہو چکی ہے تاہم یہ وادی کے مرکز میں مغلوں کے ذوق تعمیر اور حسین مناظر کی یاد دلاتی ہے۔

ضلع کوٹلی

کوٹلی میرپور شہر سے شمال کی جانب سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ علاقہ پہلے ضلع میرپور کا حصہ تھا۔ ۱۹۷۴ء میں اسے ضلع کا درجہ دیا گیا۔ ضلع کوٹلی زیادہ تر پہاڑی علاقوں پر مشتمل ہے۔ تاہم پہاڑوں کے دامن میں میدانی علاقوں میں غلے اور سبزیوں کی کاشت ہوتی ہے۔ اس شہر کا پرانا نام کوٹلی سوہلناں تھا، بعد میں کوٹلی ہو گیا۔ یہ شہر میرپور، پونچھ اور پاکستان سے سڑک کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ دریائے پونچھ اس شہر کے قریب سے گزرتا ہوا پلاک کے مقام پر منگلا جھیل میں شامل ہو جاتا ہے۔ کوٹلی شہر میں ایک ہی ڈیزائن کی کئی خوبصورت مساجد بنی ہوئی ہیں۔ سہنسہ کی خوبصورت وادی کوٹلی شہر سے تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہاں کا موسم نہایت خوشگوار رہتا ہے۔

کھوئی رٹہ

کوٹلی شہر سے ۳۸ کلومیٹر کے فاصلے پر سطح سمندر سے ۲ ہزار پانچ سو سترفٹ کی بلندی پر مشرق میں واقع ہے۔ کھوئی رٹہ میں وادی بناہ قدرتی دلکشی کی حامل ہے۔ یہاں بہال کے مقام پر پہاڑ سے ایک نالے کی شکل میں پانی پھوٹتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس علاقے میں شفاف پانی کے کئی چشمے موجود ہیں۔ سیاحتی مراکز میں باغ فتح پوری، باغ سائیں حضوری اور مائی طوطی صاحبہ کا مزار شامل ہے جہاں زائرین کی آمد سے خاصی چہل پہل رہتی ہے۔

سرزمین کشمیر کے نامور صحافی، مورخ اور قلم کار مولانا چراغ حسن حسرت (مرحوم) کا تعلق اسی خطہ سے ہے۔

فتح پور نکیال

یہ خوبصورت اور صحت افزا مقام کوٹلی سے ۴۰ کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۵۲۴ میٹر (۵۰۰۰ فٹ) ہے۔ یہاں سردیوں میں برف باری بھی ہوتی ہے۔ فتح پور سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر کریلہ مجہان ایک اور خوبصورت سیاحتی مرکز ہے۔

قلعہ تھروچی

گل پور کے قریب ایک پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ تھروچی ۱۳۶۰ء میں تعمیر ہوا تھا۔ اس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ کوٹلی شہر کے قریب موضع ڈھنگروٹ میں بھی ۱۷۷۵ء میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا تھا۔

ضلع پونچھ

سرسبز اور شاداب وادیوں، گھنے جنگلات اور برف پوش پہاڑوں والا خطہ پونچھ سلسلہ پیر پنجال کا تسلسل ہے۔ اس کا ہر گوشہ جنت نظیر ہے۔

راولاکوٹ

سطح سمندر سے ۵۳۸۰ فٹ کی بلندی پر پونچھ کا ضلعی صدر مقام راولاکوٹ واقع ہے۔ کوہالہ سے اس کا فاصلہ ۷۶ کلومیٹر ہے۔ یہ شہر سڑکوں کے ذریعے آزاد کشمیر کے چاروں اضلاع باغ، مظفر آباد، کوٹلی اور میرپور کے علاوہ پاکستان سے بھی ملا ہوا ہے۔ راولاکوٹ کی طشتری نما ''وادی پرل'' چاروں طرف سے پہاڑی ڈھلوانوں سے گھری ہوئی سبزہ و گل کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے۔

بنجوسہ

راولاکوٹ سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر پونچھ کا حسین ترین پُر فضا مقام بنجوسہ واقع ہے جسے ہر طرف سے جنگلات نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ یہاں پر بنی ہوئی ایک مصنوعی جھیل نے منظر کو اور حسین بنا دیا ہے۔ بنجوسہ آزاد کشمیر کا بہترین صحت افزا مقام ہے۔

تراڑکھل

پونچھ کا ایک اور خوبصورت، پُر فضا اور صحت افزاء مقام تراڑکھل راولاکوٹ سے ۳۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں نیاریاں شریف کی زیارت عقیدت مندوں کی آمد و رفت کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ پونچھ کا ایک اور قدیم شہر پلندری ہے جو چیڑھ کے جنگلات میں گھرا ہوا ایک پُر فضا مقام ہے۔ اس شہر کو حال ہی میں ضلع کا درجہ دیا گیا ہے۔

علی آباد

سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ دور دور تک مناظر قدرت کا نظارہ نہایت دلفریب اور فرحت بخش ہے۔

چشمہ ہائے گرم پانی

گندھک آمیز گرم پانی کے چشمے پونچھ کے شہر بھیرو سے ۱۸ میل اور کوٹلی سے ۲۲ میل کے فاصلے پر دریائے پونچھ کے کنارے واقع ہیں۔ ان چشموں سے کھولتا ہوا گرم پانی برآمد

ہوتا ہے جو جلدی امراض کے لیے نہایت شفا بخش ہے۔ سارا سال دور دراز کے علاقوں سے ہزاروں لوگ قدرت کے اس عطیے سے فیض یاب ہونے کے لیے یہاں آتے رہتے ہیں۔

ضلع باغ

باغ آزاد کشمیر کے قدیم تاریخی شہروں میں سے ایک ہے۔ ۱۹۸۸ء سے قبل یہ ضلع پونچھ کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ بعد میں اسے ضلع کا درجہ دے کر پونچھ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ سرسبز جنگلات سے پُر اونچی برف پوش چوٹیوں اور پُر فضا مقامات کا حامل ضلع باغ سیاحوں کے لیے بڑی کشش رکھتا ہے۔ باغ کا شہر ضلعی صدر مقام ہونے کی بناء پر خاصا پُر رونق شہر ہے۔ یہ شہر مظفر آباد سے دو سڑکوں کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ براستہ سدھن گلی مظفر آباد کا فاصلہ ۸۰ کلومیٹر ہے جبکہ کوہالہ کے راستے یہ فاصلہ ۹۷ کلومیٹر ہے۔ باغ، ضلع پونچھ کے علاوہ راولپنڈی سے بھی پختہ سڑکوں سے ملا ہوا ہے۔ ایک سڑک یہاں سے کہوٹہ کو بھی جاتی ہے۔ باغ کے لوگوں کی بڑی تعداد بیکری کے کاروبار سے منسلک ہے۔ چنانچہ یہاں کے باشندے آزاد کشمیر کے مختلف شہروں کے علاوہ پاکستان کے کئی علاقوں میں بیکری کا کاروبار بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ باغ میں مغلیہ دور کا ایک قلعہ بھی موجود ہے۔ اس شہر کے بارے میں مزید تفصیلات باب ۳۳ میں آئیں گی۔

سدھن گلی

باغ سے ۱۶ کلومیٹر کے فاصلے پر آزاد کشمیر کا نہایت ہی خوبصورت اور صحت افزاء مقام سدھن گلی واقع ہے جو گرمیوں میں دور دراز کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ سدھن گلی کی بلندی سطح سمندر سے ۲۱۳۴ میٹر یعنی ۷۰۰۰ فٹ ہے۔ یہ مقام ۹۹۰۰ فٹ بلند گنگا چوٹی تک جانے کے لیے کوہ پیماؤں کا بیس کیمپ ہے۔

دھیر کوٹ

یہ خوبصورت اور پُر فضا مقام سطح سمندر سے ۵۵۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ کوہالہ سے اس کا فاصلہ ۴۴ کلومیٹر ہے۔ چیڑھ، کائل اور دیودار کے درختوں کے ہرے بھرے جنگلوں نے اس خطے کو نہایت حسین و پُر فضا اور یہاں کی آب و ہوا کو حد درجہ خوشگوار اور صحت بخش بنا دیا ہے۔ چنانچہ یہاں چمن کوٹ کے مقام پر تپ دق کے مریضوں کے لیے ایک سینی ٹوریم بھی قائم ہے۔ دھیر کوٹ میں سیب، ناشپاتی اور خوبانی کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔

لس ڈنہ

باغ شہر کی مشرق کی جانب ۱۵ کلومیٹر پر واقع ہے۔ یہاں سے ایک سڑک محمود گلی اور کہوڑہ جاتی ہے۔ دوسری سڑک علی آباد اور حاجی پیر کی طرف نکل جاتی ہے، جبکہ ایک اور سڑک عباس پور ہوتی ہوئی ہجیرہ پہنچتی ہے۔

وادی ہلاں

محمود گلی لس ڈنہ سے ۷ کلومیٹر جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ یہاں سے ۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر کہوڑہ کا خوبصورت شہر ہے۔ کہوڑہ سے ۱۰ کلومیٹر آگے کیلر اور کیلر سے ۱۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک انتہائی حسین و دلفریب جگہ واقع ہے جس کا نام وادی ہلاں ہے۔ مناظر قدرت کے شائقین کے لیے گوشہ جنت سے کم نہیں۔

ضلع مظفر آباد

آزاد کشمیر کا دارالحکومت مظفر آباد دریائے جہلم اور نیلم کے سنگم پر واقع ہے۔ اسلام آباد سے یہاں کا فاصلہ ۱۳۸ کلومیٹر ہے اور ایبٹ آباد سے ۷۰ کلومیٹر ہے۔ ریاست کا دارالحکومت یہاں سے ۱۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ شہر پختہ سڑکوں کے ذریعے ضلع پونچھ، ضلع باغ کے علاوہ وادی نیلم، وادی لیپا سے ملا ہوا ہے۔ مظفر آباد میں دو تاریخی قلعے موجود ہیں، ایک قلعہ نیلم اور دوسرا قلعہ سیاہ۔ اس شہر میں دو تاریخی مساجد سلطانی مسجد اور حمام

والی مسجد اہمیت کی حامل ہیں۔ گوجرہ کے قریب سکھوں کا ایک گوردوارہ بھی موجود ہے۔ مزید تفصیلات باب ۳۴ میں ملاحظہ کریں۔

وادیٔ نیلم

وادیٔ نیلم مظفر آباد کے شمال اور شمال مشرق کی جانب ۲۰۰ کلو میٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ دریائے نیلم اس کے بیچوں بیچ بہتا ہے۔ اس کا ہر گوشہ جنت نشان ہے۔ اس وادی کے قابل دید مقامات میں کنڈل شاہی، اٹھمقام، نیلم، دواریاں، شاردا، کیل اور ہلمت شامل ہیں۔ کنڈل شاہی کے قریب جاگراں نالہ اور سال کھلا میں ٹراؤٹ مچھلی کی پرورش گاہیں ہیں۔ اٹھ مقام کنڈل شاہی سے ۱۰ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں پھلوں کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔ اٹھمقام سے ۹ کلو میٹر آگے ۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر نیلم کا خوبصورت گاؤں آباد ہے۔ یہاں سے دریائے نیلم کے اس پار ہندوستانی مقبوضہ کشمیر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ دواریاں نیلم سے ۱۳ کلو میٹر کے فاصلے پر ۵۳۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں سے ایک راستہ درّہ رتی گلی سے ہوتا ہوا وادیٔ کاغان کو جاتا ہے۔ رتی گلی کی خوبصورت جھیل بھی اسی درّے کے قریب واقع ہے۔ دواریاں سے ۳۰ کلو میٹر شمال مشرق کی جانب شاردا کی خوبصورت وادی واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۶۵۰۰ فٹ ہے۔ یہاں شاردی اور ناردی نامی دو پہاڑی چوٹیاں ہیں جو دو روایتی شہزادیوں سے منسوب ہیں۔ شاردا سے ایک راستہ نوری ناڑ ہوتا ہوا وادیٔ کاغان کو جاتا ہے۔ شاردا ایک تاریخی اہمیت کا مقام ہے۔ یہاں بودھ زمانے میں ایک یونیورسٹی ہوتی تھی جہاں دور دراز سے طالب علم حصول علم کے لیے آتے تھے۔ شاردا سے ۱۹ کلو میٹر کے فاصلے پر کیل کا قصبہ ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۶۹۰۰ فٹ ہے۔ یہاں شونٹھر نالا دریائے نیلم سے ملتا ہے۔ کیل سے ۱۴۲۰۰ فٹ بلند درّہ شونٹھر کو عبور کر کے صوبہ گلگت کے شہر چلاس کو راستہ جاتا ہے۔ کیل سے ۳۹ کلو میٹر دور آزاد کشمیر کا سرحدی گاؤں تاؤبٹ ہے۔ جانا وائی اور پھلاوئی یہاں کے خوبصورت مقامات

ہیں۔ کھری گام اس وادی کا ایک خوبصورت گاؤں ہے۔

وادی جہلم

مظفر آباد سے ۲۴ کلو میٹر کے فاصلے پر گڑھی دوپٹہ کا مشہور شہر ہے۔ یہ شہر دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ چناری کا فاصلہ گڑھی سے ۲۷ کلو میٹر ہے۔ اونچے جنگلات سے گھرا ہوا قصبہ چناری دریائے جہلم کے بائیں کنارے آباد ہے۔ یہاں سیبوں کی فصل بہت اچھی ہوتی ہے۔ چکوٹھی چناری سے ۸ کلو میٹر آگے واقع ہے۔ یہ جہلم ویلی روڈ پر آزاد کشمیر کا آخری قصبہ ہے۔

چکار کا خوبصورت پہاڑی صحت افزا مقام مظفر آباد سے ۳۶ کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۵۹۹۵ فٹ ہے۔ نون بگلا کی بلندی ۶۶۰۰ فٹ اور ڈونگیاں کی ۶۷۹۲ فٹ ہے۔ یہ دونوں مقامات گھنے جنگلات سے گھرے ہوئے ہیں اور سیاحوں کے لیے گوشۂ عافیت ہیں۔ ڈونگیاں میں جڑی بوٹیوں کی افزائش (Proliferation) کے لیے ایک تجرباتی سٹیشن قائم کیا گیا ہے۔

وادی لیپا

اس خوبصورت وادی میں جانے کے لیے مظفر آباد سے ۴۵ کلو میٹر شمال میں نیلی کے مقام پر دریائے جہلم کو عبور کر کے ۱۰۵۰۰ فٹ بلند ریشیاں گلی سے گزرنا پڑتا ہے۔ وادی لیپا کی بلندی سطح سمندر سے ۵۵۰۰ فٹ ہے۔ آب و ہوا نہایت خوشگوار اور قدرتی مناظر مسحور کن ہیں۔ لیپا کا گاؤں نیلی سے ۶۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۶۲۳۰ فٹ ہے۔ حد نظر تک دھان کے ہرے بھرے کھیت اور لکڑی کے بنے ہوئے کشمیری طرز کے مکانات سیاحوں کے لیے ایک دلفریب منظر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وادی لیپا اخروٹ، سیب، گیلاس (Cherry) اور شہد کی پیداوار کے لیے بہت مشہور ہے۔

چنے نیاں کا قصبہ نیلی سے ۵۸ کلو میٹر کے فاصلے پر لیپا کے بالمقابل کنٹرول لائن کے

بالکل قریب واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے ۳۰۰ ۷ فٹ ہے۔ یہ قصبہ جنگلات سے گھرا ہوا ہے۔

۶۔ وادیٔ کشمیر

سری نگر اور مضافات

مغل باغات، جھیلوں، ہاؤس بوٹوں (House Boats) اور تاریخی آثار کا شہر سری نگر سیاحوں کی دلچسپی کے اتنے سامان رکھتا ہے کہ اس کے تفصیلی ذکر کے لیے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔

جھیل ڈل

دراصل ایک جھیل نہیں، تین جھیلوں کا مجموعہ ہے۔ یعنی گگری بل، بوڑا ڈل اور لوکٹ ڈل (یعنی بڑا ڈل اور چھوٹا ڈل)۔ اس کی کل لمبائی ۸ کلومیٹر ہے اور یہ سری نگر کے مشرق اور شمال میں واقع ہے۔

نگین جھیل

نگین جھیل کو جھیل ڈل سے صرف ایک گزرگاہ (Cause Way) نے جدا کر رکھا ہے۔ یہ سری نگر کی جھیلوں میں خوبصورت ترین جھیل ہے، شاید اسی لیے اس کا نام "نگین" جھیل رکھا گیا ہے (یعنی انگوٹھی میں پرویا ہوا نگینہ)۔ اس کے چاروں طرف درختوں نے ایک ہالہ بنا رکھا ہے اور درمیان میں جھیل کا گہرے نیلے رنگ کا پانی نیلم کے نگینہ کی مانند چمکتا ہے۔ جھیل کا خاموش، پُرسکون اور شفاف پانی تیراکی کے لیے بہت سازگار ہے۔ اس جھیل میں فائبر گلاس کی کشتیاں واٹر سکی اِنگ (Water Ski-ing) کے لیے دستیاب ہیں۔

جھیل ڈل کے اندر تین خوبصورت جزیرے موجود ہیں۔ سونہ لانک (Golden Island)، روپہ لانک (Silver Island) اور نہرو پارک۔ سونہ لانک کو چار چنار کے نام

سے بھی پکارا جاتا ہے۔ ڈل کے اندر تیرتے ہوئے سبزیوں کے کھیت، جنہیں کشمیری زبان میں "راڈ" کہا جاتا ہے، خصوصی دلچسپی کے حامل ہیں۔ جولائی اگست میں جب کنول کے پھول کھلتے ہیں، جھیل ڈل کا منظر نہایت حسین اور دلفریب ہوتا ہے۔

دریائے جہلم سری نگر شہر کے بیچوں بیچ گزرتا ہے اور نہایت ارزاں دریائی ٹرانسپورٹ مہیا کرتا ہے۔

سری نگر میں "شری پرتاپ سنگھ میوزیم" کے نام سے ایک عجائب گھر موجود ہے، جس میں کشمیر کے تاریخی نوادرات رکھے گئے ہیں۔ "مسجد شاہ ہمدان" دیواروں اور چھتوں پر پیپر ماشی کے کام کے لیے بہت مشہور ہے۔ خانقاہ معلیٰ کی تمام عمارت لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ ۱۳۹۵ء میں تعمیر ہوئی۔ ۱۴۷۹ء اور ۱۷۳۱ء میں آتش زنی سے تباہ ہوئی اور دوبارہ تعمیر کی گئی۔ اس کی چھت پر مٹی کی تہہ جما کر پھول اگائے گئے ہیں۔ "پتھر مسجد" شاہ ہمدان مسجد کے بالمقابل دریا کے دوسرے کنارے آباد ہے۔ اسے ملکہ نور جہان نے ۱۶۲۳ء میں تعمیر کروایا تھا۔ سلطان زین العابدین بڈشاہ کا مقبرہ دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر زینہ کدل اور عالی کدل کے درمیان ایرانی طرز تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔

جامع مسجد سری نگر کی ایک متاثر کن عمارت ہے۔ اس کی وسیع و عریض چھت ۳۰۰ بلند ستونوں پر کھڑی ہے۔ ہر ستون دیودار کے ایک درخت سے تراشا گیا ہے۔ اس مسجد کو پہلی بار سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے والد سلطان سکندر نے ۱۳۸۵ء میں تعمیر کرایا تھا۔ ۱۴۰۲ء میں زین العابدین نے اسے وسعت دی۔ ۱۴۷۹ء میں یہ مسجد آتش زنی سے تباہ ہو گئی۔ ۱۵۰۳ء میں پھر تعمیر ہوئی لیکن ایک بار پھر آگ لگنے سے جل گئی۔ ایک کشمیری معمار حیدر ملک نے اسے پھر تعمیر کیا۔ ۱۶۷۴ء میں اورنگ زیب کے دور میں یہ مسجد پھر جل کر تباہ ہو گئی۔ تاہم اسی دور میں اسے پھر سے تعمیر کیا گیا، جو اب تک قائم ہے۔

شنکراچاریہ

ڈل کے کنارے واقع ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اسے تخت سلیمان کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲۰۰ ق م میں اشوک کے بیٹے جلوکا نے یہاں ایک مندر تعمیر کیا تھا۔ موجودہ مندر کی تعمیر شہنشاہ جہانگیر کے دور میں ہوئی۔ پہاڑی کی چوٹی تک جانے کے کئی راستے ہیں۔ ڈل اور جھیل پار کے خوبصورت مناظر کا نظارہ کرنے کے لیے یہ بہترین سیر گاہ ہے۔

چشمہ شاہی

سری نگر سے ۹ کلومیٹر پر واقع ہے۔ مغل باغات میں سے سب سے چھوٹا باغ ہے۔ یہاں سے پھوٹنے والے چشموں کا پانی طبی لحاظ سے بہت مفید پایا گیا ہے۔ چنانچہ اسے بوتلوں میں بھر کر بڑی تعداد میں باہر بھیجا جاتا ہے۔ اس باغ کی تعمیر مغل گورنر علی مردان خان نے ۱۶۳۲ء میں کی تھی۔

پری محل

شہر سے ۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک تاریخی تباہ شدہ باغ ہے جسے اب دوبارہ تعمیر کر کے نہایت خوبصورت سیر گاہ میں تبدیل کیا گیا ہے۔ یہاں سے جھیل ڈل کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

نشاط باغ

سری نگر سے ۱۱ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس باغ کو ملکہ نور جہان کے بھائی آصف جاہ نے ۱۶۳۳ء میں جھیل ڈل اور مشرقی پہاڑوں کے درمیان بنوایا تھا۔ باغ کے دس تختے (Terraces) ہیں۔ مغل باغات میں یہ سب سے بڑا ہے۔ اس کے درمیان سے ایک نہر نکالی گئی ہے جو اس باغ کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے۔

شالا مار باغ

یہ باغ شہنشاہ جہانگیر نے اپنی محبوب ملکہ نور جہاں کے لیے بنوایا تھا۔ اس کی تعمیر ۱۶۱۶ء میں مکمل ہوئی۔ اسے جھیل ڈل سے کسی قدر ہٹ کر بنایا گیا ہے لیکن ڈل کے ساتھ ایک نہر سے جڑا ہوا ہے۔ باغ کے چار تختے ہیں جن کے درمیان سے نہر بہتی ہے۔ بالائی تختہ مغل دور میں شاہی خاندان کے لیے مخصوص ہوا کرتا تھا۔ موجودہ دور میں اتوار کو یہاں بہت رونق رہتی ہے۔ مئی سے اکتوبر تک ہر شام یہاں لائٹ اینڈ ساؤنڈ شو (Light & Sound Show) دکھایا جاتا ہے جس میں کشمیر کے تاریخی ادوار کی عکاسی ہوتی ہے۔

حضرت بل

شہر سے ۷ کلومیٹر کے فاصلے پر جھیل ڈل کے کنارے نہایت خوبصورت عمارت ہے جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کا موئے مبارک محفوظ ہے۔ حضرت بل اپنے شاندار محل وقوع کی وجہ سے غیر مسلموں کے لیے بھی توجہ کا مرکز ہے۔ جمعہ کے روز یہاں بہت رونق رہتی ہے۔ کشمیری تحریک آزادی میں اس درگاہ کا بہت اہم کردار رہا ہے۔

نسیم باغ

سری نگر سے ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ باغ ۱۵۸۶ء میں اکبر اعظم نے تسخیر کشمیر کے بعد بنوایا تھا۔ اس میں چنار کے ۱۲۰۰ پودے لگائے گئے تھے جو اب تناور درخت بن گئے ہیں۔ مغل باغات میں یہ قدیم ترین ہے۔ اب یہاں ایک انجینئرنگ یونیورسٹی قائم ہے۔ نسیم باغ اب ایک جدید رہائشی علاقہ بن گیا ہے۔

قلعہ ہری پربت

جھیل ڈل کے مغربی جانب اکبر اعظم کے دور حکومت میں ۱۵۹۲ء سے ۱۵۹۸ء کے دوران تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کی دیوار کی لمبائی ۵ کلومیٹر اور اونچائی ۱۰ میٹر ہے۔ قلعہ کے اندر شاریکا دیوی کا مندر ہے اور قلعہ کے باہر سکھوں کے چھٹے گورو کی یادگار ہے جسے چھٹی

پادشاہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پاندری تھن

پاندری تھن کے مقام پر ۹۰۰ء میں شیو کا ایک مندر تعمیر ہوا تھا جو تاریخی اہمیت کا حامل نہایت خوبصورت مندر ہے۔

ہارون (Harwan)

سری نگر سے ۱۹ کلومیٹر کے فاصلے پر نہایت تاریخی اہمیت کا مقام ہے۔ یہاں محکمہ آثار قدیمہ نے حال ہی میں کھدائی کے دوران ایسی اینٹیں اور ٹائلیں دریافت کی ہیں جن کی منقش اور کندہ تصاویر میں یہاں کے عوام کے لباس اور زیورات میں وسط ایشیا کے اثرات واضح طور پر نمایاں ہیں۔ یہاں سے قریب ہی برزہوم (Burza Hom) کے مقام پر ایسے آثار دریافت ہوئے ہیں جو ہارون سے بھی قدیم تر ہیں۔ سری نگر کے لیے پینے کا پانی ہارون کے ذخیرۂ آب (Reservior) سے مہیا ہوتا ہے۔ یہاں ٹراوٹ مچھلی کی ایک پرورش گاہ بھی قائم کی گئی ہے۔

وادیٔ کشمیر کے دیگر قابل دید مقامات

پانپور

سری نگر سے جموں جانے والی شاہراہ پر ۱۶ کلومیٹر کے فاصلہ پر پانپور کا مشہور عالم قصبہ واقع ہے۔ اس قصبہ کی ساری آبادی زعفران کی کاشت سے وابستہ ہے۔ زعفران کے پھولوں سے اکتوبر کے مہینے میں اعلیٰ درجہ کا زعفران اکٹھا کیا جاتا ہے۔ تفصیلی تعارف ۳۴ ویں باب میں ملاحظہ کریں۔

سنگم

سری نگر سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر سنگم کا گاؤں واقع ہے۔ یہ گاؤں کرکٹ کے

بلے (Bats) بنانے کے لیے بہت مشہور ہے۔ یہاں سے گزرتے ہوئے سڑک کنارے ہزاروں کی تعداد میں کرکٹ کے بلے نمائش (Display) کے لیے رکھے نظر آتے ہیں۔

اونتی پور

یہ شہر ۸۵۵ء اور ۸۸۳ء کے درمیانی عرصہ میں راجہ اونتی ورمن نے آباد کیا تھا۔ یہاں اس نے دو مندر تعمیر کیے تھے۔ بڑا مندر بھگوان وشنو (Veshnu) سے منسوب ہے۔ اس کا نام اونتی سوامی ہے۔ دوسرا مندر شیو (Shiva) سے منسوب ہے، اس کا نام اونتی ایشور ہے۔ بج بہاڑہ کا شہر اونتی پور سے چند کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں چنار کا ایک ایسا درخت موجود ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کشمیر کا سب سے بڑا اور سب سے قدیم چنار ہے۔

اننت ناگ (اسلام آباد)

یہ قدیم تاریخی شہر گندھک آمیز گرم پانی کے چشموں کے لیے مشہور ہے۔ دیو مالائی روایات کے مطابق اس شہر کا نام "اننت" نامی سانپ کے نام پر رکھا گیا تھا جس کے سہارے وشنو دیوتا آرام کیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق اننت ناگ کے معنی ان گنت چشمے ہے۔ کشمیری زبان میں چشمہ کو ناگ کہتے ہیں اور روایات کے مطابق ہر چشمے کا محافظ ایک ناگ ہوتا ہے۔ مغل گورنر اسلام خان نے ۱۶۶۳ء میں اس شہر کا نام تبدیل کر کے اپنے نام پر اسلام آباد رکھا تھا۔

اچھہ بل

اسلام آباد (اننت ناگ) سے ۹ کلو میٹر کے فاصلے پر ایک ہرے بھرے گھنے جنگل کے دامن میں اچھہ بل کا خوبصورت قصبہ واقع ہے۔ یہاں پہاڑ کے دامن سے ایک چشمہ فوارہ کی شکل میں پھوٹتا ہے۔ مغل شہنشاہ شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرا کے حکم پر یہاں تین تختوں (Terraces) پر مشتمل ایک خوبصورت باغ لگایا گیا تھا جس کا نام "صاحب آباد"

رکھا گیا لیکن یہ نام چل نہ سکا۔

کُکر ناگ

سری نگر کے جنوب مشرق میں کُکر ناگ کا خوبصورت چشمہ اور باغ واقع ہے۔ اس چشمے کا پانی طبی لحاظ سے بہت صحت بخش ہے اس لیے بوتلوں میں بھر کر دور دراز تک لے جایا جاتا ہے۔ کُکر ناگ سے ایک راستہ ڈکسم (Daksum) ہوتا ہوا کشتواڑ جاتا ہے۔

مٹن اور مارتنڈ

اسلام آباد سے پہل گام جانے والی شاہراہ پر چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ہندوؤں کا متبرک مقام مٹن واقع ہے۔ پہاڑی کے دامن میں نکلنے والے چشمے قابل دید ہیں۔ یہ چشمے مچھلیوں سے بھرے رہتے ہیں۔ مٹن کے عقب میں ایک سطح مرتفع پر مارتنڈ کے تاریخی آثار ہیں، جن کی تعمیر للتادت کے دورِ حکومت میں (۶۹۹ تا ۷۳۶ء) ہوئی تھی۔ مارتنڈ کا مندر آثار قدیمہ کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اس مقام کا محل وقوع اس لحاظ سے قابل تعریف ہے کہ یہاں سے وادیٔ کشمیر کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔

ویری ناگ

دریائے جہلم کا منبع چشمہ ویری ناگ پیر پنجال کے دامن میں اسلام آباد سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مغل شہنشاہ جہانگیر نے ۱۶۱۲ء میں اس چشمے کے گرد پختہ عمارت تعمیر کرائی تھی اور ۱۶۲۰ء میں شاہ جہاں نے یہاں ایک خوبصورت باغ بھی بنوایا۔ چشمے کے پانی کو ایک نہر کی شکل میں باغ کے درمیان سے گزارا گیا ہے۔ چشمہ ۱۵ میٹر گہرا ہے۔ اس میں سے پھوٹنے والے پانی میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ سارا سال ایک ہی رفتار سے بہتا رہتا ہے۔

پہل گام

سری نگر سے ۹۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر سطح سمندر سے ۷۹۸۸ فٹ کی بلندی پر واقع

کشمیر کا خوبصورت ترین سیاحتی مقام پہل گام واقع ہے۔ دریائے لدر نے، جو اس شہر کے پہلو سے گزرتا ہے، اسے اور خوبصورتی عطا کی ہے۔ یہاں سے کولاہائی گلیشیر اور امرناتھ غار کو راستہ جاتا ہے۔ دریائے لدر میں ٹراؤٹ مچھلی کے شکار کا بندوبست ہے۔

گل مرگ

سری نگر سے ۵۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر سطح سمندر سے ۸۹۵۴ فٹ کی بلندی پر گل مرگ کا صحت افزا مقام ہے۔ گل مرگ کے وسیع سبزہ زار کے گرد ۱۱ کلومیٹر لمبی پگڈنڈی (Walk Way) تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں برفانی کھیل (Ski-Ing) کا بندوبست بھی ہے۔ اس کے علاوہ برقی جھولے (Chair Lifts) کا انتظام بھی ہے۔ کھلن مرگ یہاں سے صرف ۶ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ دونوں سبزہ زار خودرو پھولوں سے بھرے رہتے ہیں۔

یوس مرگ

سری نگر سے ۴۰ کلومیٹر جنوب میں سطح سمندر سے ۸۸۵۰ فٹ کی بلندی پر یوس مرگ (Yus Marg) کا حسین سبزہ زار واقع ہے۔ موسم بہار میں یہ سبزہ زار رنگ برنگے پھولوں سے مزین ہوتا ہے۔ نیلا ناگ کی خوبصورت جھیل یہاں سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے۔

وادیٔ سندھ

سری نگر کے شمال میں سندھ کے ساتھ ساتھ چشموں اور گلیشیرز سے آراستہ وادیٔ سندھ ہے۔ نالہ سندھ امرناتھ اور ہرمکھ کے پہاڑوں سے نکل کر آنچار جھیل میں گرتا ہے۔

داچھی گام

سری نگر سے ۲۱ کلومیٹر کے فاصلے پر انتہائی خوبصورت جنگلات میں گھری ہوئی جنگلی جانوروں کی پرورش گاہ واقع ہے جو ایک قابل دید سیرگاہ بھی ہے۔

کانڈربل

سری نگر سے لداخ جانے والی سڑک پر ۱۹ کلومیٹر کے فاصلے پر کانڈربل کا خوبصورت

قصبہ واقع ہے۔ یہاں سندھ ندی پہاڑی گزرگاہ چھوڑ کر میدانوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ گاندربل سے پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر تل مولہ (Tul Mula) میں کھیر بھوانی کا مقدس تیرتھ واقع ہے۔ یہاں دریا سے ایک نہر نکال کر بجلی پیدا کی گئی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

مانس بل جھیل

یہ جھیل سری نگر سے صفاپور کے راستے ولر جانے والی سڑک پر ۲۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آبی پرندوں کی پرورش گاہ ہے۔ ملکہ نورجہان نے یہاں ایک باغ بنوایا تھا جس کا نام جھروکا تھا۔

جھیل ولر

سری نگر سے ۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۲۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ دریائے جہلم شمال مشرق کی جانب سے اس جھیل میں شامل ہو کر جنوب کی جانب برآمد ہوتا ہے۔ اس جھیل کو ایشیا کی میٹھے پانی کی سب سے بڑی جھیل گردانا جاتا ہے۔

برزہوم

سری نگر سے ۲۴ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں آثار قدیمہ کی کھدائی سے ۲۵۰۰ قبل مسیح کی آبادیوں کا پتہ چلا ہے۔

ال پتھر جھیل

افہروٹ چوٹی کے دامن میں گل مرگ سے ۱۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ جھیل جون کے وسط تک یخ بستہ رہتی ہے۔

کھلن مرگ

گل مرگ سے ۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ گرما میں ساری زمین پھولوں سے اٹی رہتی ہے۔ یہاں سے جھیل ولر اور آس پاس کی چوٹیوں کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

زیارت بابا رشی

بابا پیام الدین رشی کا مزار گل مرگ کی وادی سے ۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ گھنے جنگلوں کے درمیان سے راستہ جاتا ہے۔ یہاں مسلمان اور ہندو دونوں چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔

اٹھائیسواں باب

ریاست میں بجلی کی پیداوار

ریاست جموں و کشمیر کم و بیش ساری پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے۔ دریاؤں، ندی نالوں کی بہتات ہے۔ ان دریاؤں اور ندی نالوں کا پانی بہت بڑی دولت ہے۔ جس سے کام لے کر بجلی کی پیداوار کو بڑھا کر ریاست میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ تاہم ابھی تک قدرت کے اس عطیہ سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ اب تک جو منصوبے تکمیل پاچکے ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ مہورہ پاور ہاؤس

یہ سکیم مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دورِ حکومت میں ۱۸۵۷ء میں شروع کی گئی تھی۔ بارہ مولہ سے ۱۴ کلومیٹر دور مہورہ کے مقام پر دریائے جہلم سے ایک نہر نکالی گئی ہے۔ جس کو بلندی سے گرا کر ۱۵ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

۲۔ گاندربل پاور ہاؤس

نالہ سندھ کا پانی نہر کے ذریعہ گاندربل کے مقام پر ۲۰۰ میٹر بلندی سے گرایا جاتا ہے اور اس سے ۱۳۰۰ کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ یہ منصوبہ ۱۹۵۵ء میں مکمل ہوا۔

۳۔ پہلگام پاور ہاؤس

پہلگام کے قریب نالہ لدر کو استعمال میں لاکر ایک پاور ہاؤس تعمیر کیا گیا ہے۔ جس سے ۲۰۰ کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

۴۔ جموں پاور ورکس

دریائے چناب سے اکھنور کے مقام پر ایک نہر نکالی گئی ہے۔ اس نہر کو جموں شہر کے پاس ۵۰ میٹر کی بلندی سے گرا کر ۶۰۰ کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے، جو جموں شہر کو مہیا کی جاتی ہے۔

۵۔ اودھم پور پاور سکیم

دریائے توی سے اودھم پور کے مقام پر ایک نہر نکالی گئی ہے، جس سے ۵۰۰ کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے، جو اودھم پور کو فراہم کی جاتی ہے۔

۶۔ سرتھنگل پاور ہاؤس

یہ پاور ہاؤس بھدرواہ میں سرتھنگل کے مقام پر تعمیر کیا گیا ہے، جس سے ۲۰۰۰ کلوواٹ بجلی پیدا کر کے بھدرواہ اور ڈوڈہ کو سپلائی کی جاتی ہے۔

۷۔ چھنی پروجیکٹ

یہ پروجیکٹ چھنی سے سات کلومیٹر دور پونی شنگ کے مقام پر بنایا گیا ہے۔ دریائے توی سے نہر نکال کر اس پر پاور ہاؤس تعمیر کیا گیا ہے۔

۸۔ سلال منصوبہ

دریائے چناب پر ریاسی میں سلال کے مقام پر ایک ڈیم بنایا گیا ہے۔ یہاں پر ساڑھے تین لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

نوٹ: تقسیم ہند سے قبل ''رام بن ریاسی پروجیکٹ'' کے نام سے ایک منصوبہ بنایا گیا تھا، جس کا مقصد ریاسی کے مقام پر ۳۰۷ فٹ بلند ایک بند تعمیر کر کے دریا کو ریاسی سے رام بن تک کشتی رانی کے قابل بنانا تھا، جس میں بھاری کشتیوں کے علاوہ چھوٹے جہاز بھی چل سکتے تھے۔ یہ ماہی پروری کا بھی ایک بہت عظیم مرکز ہوتا اور یہاں ۵،۲۰،۰۰۰ (پانچ لاکھ بیس ہزار) کلوواٹ بجلی پیدا کی جاتی۔ لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد یہ منصوبہ ترک کر دیا

گیا۔

۹۔ لوئر جہلم منصوبہ

سرینگر سے ۴۱ کلومیٹر کے فاصلے پر زین پورہ کے مقام پر دریائے جہلم پر ایک بند تعمیر کیا جا رہا ہے۔ یہاں ۱۶ میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

مظفرآباد میں دریائے نیلم پر ۱۹۴۷ء سے قبل ایک چھوٹا بجلی گھر تعمیر کیا گیا تھا جو مظفرآباد شہر اور دومیل کو برقی رو سپلائی کرتا تھا۔ یہ بجلی گھر اب موجود نہیں ہے۔

۱۰۔ اپر سندھ پروجیکٹ

نالہ سندھ کے پانی کو گاندربل سے الٹے بہاؤ کے ساتھ ٹنل تک لایا جائے گا اور وہاں بلندی سے گرا کر ساڑھے سات میگاواٹ کے تین یونٹ لگائے جائیں گے۔ پھر اسے گاندربل گرڈ سے ملا دیا جائے گا۔

۱۱۔ اوجھ پروجیکٹ

نالہ اوجھ پر ایک ڈیم تعمیر ہوگا، جس سے بجلی پیدا کی جائے گی۔ یہاں ۲۲ میگاواٹ کے چار یونٹ، ۱۲ میگاواٹ کا ایک اور ۸ میگاواٹ کا ایک یونٹ لگانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

۱۲۔ کالاکوٹ تھرمل پاور ہاؤس

کالاکوٹ میں کوئلے کے بے شمار ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہاں کوئلے سے بجلی پیدا کرنے والا ایک پلانٹ لگایا گیا ہے۔ یہ ریاست کا پہلا تھرمل پاور سٹیشن ہے۔ اس سے ۲۳ ہزار کلوواٹ بجلی جموں کے بہت سارے علاقوں کو سپلائی کی جاتی ہے۔

۱۳۔ پنج حامہ تھرمل پاور ہاؤس

پنج حامہ کے مقام پر ایک تھرمل پلانٹ لگانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لداخ میں ۱۵۰۰ کلوواٹ کے پاور ہاؤس تعمیر کیے جائیں گے۔

۱۴۔ اوڑی سول ہائڈل پروجیکٹ

یہ پروجیکٹ دریائے جہلم پر اوڑی کے قریب تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں 460 میگا واٹ بجلی پیدا ہونے کی توقع ہے۔

17 رفروری 97ء کو بھارتی وزیر اعظم دیوی گوڈا نے جموں میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جس اکنامک پیکیج کا اعلان کیا اُس کے مطابق اوڑی پاور پروجیکٹ کے لیے 300 کروڑ روپے دینے کا اعلان کیا گیا۔ وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ ریاست جموں کشمیر کی بجلی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے 876 میگا واٹ بجلی پیدا کی جائے گی۔

(آل انڈیا ریڈیو ۔18 رفروری 97ء)

۱۵۔ کشن گنگا ہائیڈل پروجیکٹ

وادیٔ کشمیر میں دریائے کشن گنگا (نیلم) پر کنزل وان کے مقام پر بند باندھ کر دریا کے پانی کو 22 کلومیٹر لمبی ایک سرنگ (Tunnel) کے ذریعہ جنوب کی جانب بانڈی پورہ تک لایا جائے گا۔ یہاں اس پر ایک پاور ہاؤس تعمیر ہوگا جس سے 330 میگا واٹ بجلی پیدا کی جائے گی۔ پاور ہاؤس سے گزر کر یہ پانی جھیل ولر میں چلا جائے گا اور پھر دریائے جہلم میں شامل ہو جائے گا۔

۱۶۔ ولر بیراج (Wular Barrage)

اس منصوبے کا سرکاری نام Tulibal Navigation Lock ہے۔ سوپور شہر سے چار میل کے فاصلے پر جھیل ولر پر ایک بیراج بنایا جائے گا اور پانی کی سطح اونچی کی جائے گی۔ اس منصوبہ کا اصل مقصد لوئر جہلم پاور پروجیکٹ کو اضافی پانی پہنچانا ہے۔ سردیوں میں جب دریائے جہلم میں پانی کم ہو جاتا ہے تو اس پروجیکٹ کی بجلی کی پیداوار میں کمی آ جاتی ہے۔

اس منصوبہ پر 1989ء میں کام شروع ہو گیا تھا لیکن 1990ء میں عسکریت پسندوں نے تعمیرات کا سارا سامان اٹھا لیا اور بیراج پر کام کرنے والے عملہ کو وہاں سے بھگا دیا

1993 میں اس پر دوبارہ کام شروع ہو گیا۔

۱۷۔ منگلا ڈیم پروجیکٹ

تقسیم ہند سے چند سال قبل متحدہ پنجاب کی حکومت نے مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت کے سامنے منگلا کے مقام پر دریائے جہلم پر ایک بند تعمیر کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا۔ جموں کشمیر کی ریاستی کابینہ نے اس منصوبہ کے حق میں اپنی رائے دی اور حتمی منظوری کے لیے اسے مہاراجہ ہری سنگھ کے پاس بھیج دیا۔ ہری سنگھ نے نہ صرف یہ کہ اس منصوبہ کو نامنظور کر دیا بلکہ متعلقہ افسران کو طلب کر کے یہ حکم دیا کہ ریاست کے باہر سے اس قسم کا کوئی منصوبہ یا کان کنی کی کوئی تجویز زیر غور نہیں لائی جائے گی بلکہ مہاراجہ کے پاس بھیجنے سے پہلے ہی اسے مسترد کر دیا جائے گا۔

اس سے قبل ۱۹۰۸/۹ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے کان کنی کی ایک فرم کو اس قسم کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا جو "کشمیر آئرن مائنز اینڈ پاور سینڈیکیٹ" (Kashmir Iron Mines and Power Syndicate) کے نام سے چند برطانوی باشندوں نے قائم کی تھی اور جو ریاسی اور اودھم پور میں کان کنی کے لیے ۹۰ سال کی لیز حاصل کرنا چاہتے تھے۔

(کشمیر پر قانت فارفریڈ، یوسف صراف، ص ۱۷)

قیام پاکستان کے بعد حکومت پاکستان نے منگلا بند کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ۱۹۶۰ء کی دہائی میں یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ بند کے ساتھ تعمیر شدہ پاور ہاؤس میں ایک ہزار میگاواٹ (دس لاکھ کلوواٹ) بجلی پیدا ہوتی ہے جو پاکستان کی 35% ضروریات پورا کرتی ہے۔

۱۸۔ کوہالہ ہائیڈل پروجیکٹ

پاکستان کی صوبائی رابطہ کمیٹی کا اجلاس ۳۰ دسمبر ۸۹ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوا۔

اجلاس میں آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں کوہالہ ہائیڈل پروجیکٹ کی اتفاق رائے سے منظوری دی گئی۔ اس منصوبے سے ابتدائی طور پر چھ سو میگاواٹ (چھ لاکھ کلوواٹ) بجلی پیدا کی جائے گی۔

اس کے علاوہ حکومت آزاد کشمیر نے بجلی کی پیداوار بڑھانے کے لیے ایک ہائیڈل الیکٹرسٹی بورڈ قائم کیا ہے جس نے یکم جنوری ۱۹۹۰ء سے مظفر آباد میں کام شروع کر دیا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دریائے جہلم، دریائے نیلم پونچھ اور دوسرے ندی نالوں سے ۲۵۰۰ میگاواٹ بجلی (۲۵ لاکھ کلوواٹ) پیدا کی جا سکتی ہے۔

شمالی علاقہ جات میں پن بجلی گھروں کی تعداد ۲۳ ہے اور بجلی کی کل پیداوار ۵.۲ میگاواٹ ہے۔ سب سے بڑا بجلی گھر گلگت میں واقع ہے جس کی پیداوار ۲۰۰۵ کلوواٹ ہے۔

شمالی علاقہ جات کے مختلف حصوں میں مزید چھوٹے چھوٹے پن بجلی گھروں کی سکیمیں زیر تعمیر ہیں جن کی مجموعی تعداد ۲۰ ہے۔ ان میں گلگت کے قریب ۲۰ میگاواٹ کا ایک پن بجلی گھر بھی شامل ہے۔

مستقبل کے بڑے منصوبے

کشمیر یونیورسٹی سرینگر کے شعبہ جغرافیہ کے سربراہ پروفیسر ماجد حسین کے تخمینوں کے مطابق ریاست کے تین بڑے دریاؤں سندھ، جہلم اور چناب میں بھارت کے زیر کنٹرول علاقے میں ۱۳۰۰۰ میگاواٹ (ایک کروڑ ۳۰ لاکھ کلوواٹ) بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

(جیوگرافی آف جموں کشمیر اسٹیٹ، ماجد حسین ص ۱۹۶)

آزاد کشمیر میں پن بجلی (Hydro Power) منصوبہ جات

آزاد کشمیر میں قدرتی آبی وسائل سے استفادہ کرنے کے لیے حکومت آزاد کشمیر نے 1989ء میں ہائیڈرو الیکٹرک بورڈ قائم کیا تھا، جس نے 1990ء میں مظفر آباد میں اپنے کام کا آغاز کیا اور مناسب منصوبہ بندی کے بعد 1992ء میں عملی طور پر کام کی ابتدا کی۔

بورڈ کی نگرانی میں اب تک تکمیل پانے والے، نیز زیرِ تعمیر اور زیرِ تجویز منصوبہ جات (PROJECTS) کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ کٹھائی ہائیڈل پروجیکٹ

کٹھائی کے مقام پر 1.6 میگا واٹ برقی قوت کے منصوبہ پر تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ اس منصوبہ کے لیے بورڈ نے مشینری اور تکنیکی تعاون عوامی جمہوریہ شمالی کوریا سے حاصل کیا۔ یہ منصوبہ مارچ 1996ء میں مکمل ہو گیا اور اب یہ بجلی گھر تحصیل ہٹیاں کے تقریباً ایک سو دیہات کو بجلی فراہم کر رہا ہے۔

۲۔ جاگراں ہائیڈل پروجیکٹ

دسمبر 1992ء میں وادیٔ نیلم میں جاگراں کے مقام پر 30.4 میگا واٹ کے ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹ کی تعمیر کے لیے فرانس اور سویڈن کی فرموں کے کنسورشیم سے معاہدہ کیا گیا۔ اس منصوبہ کی کل لاگت دو ارب ساٹھ کروڑ تیس لاکھ روپے ہے۔ حکومت آزاد کشمیر کے لیے اپنے محدود وسائل سے اس پروجیکٹ کے لیے حسب ضرورت فنڈز مہیا کرنا مشکل تھا، اس لیے اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے پروگرام میں 18 ماہ کی تاخیر ہو چکی ہے۔

آئندہ مالی سال کے دوران فنڈز کی فراہمی میں مشکلات نہ ہوئیں تو فروری 1999ء میں اس منصوبہ کے تمام یونٹ کام کرنا شروع کر دیں گے۔ یہ منصوبہ ضلع مظفر آباد کی بجلی کی

تمام ضروریات پوری کرے گا اور اس سے 35 کروڑ روپے سالانہ زائد آمدن بھی حاصل ہو سکے گی۔

۳۔ قاضی ناگ پن بجلی گھر

وادی لیپا کے عوام کے لیے پن بجلی فراہم کرنے کی غرض سے ہائیڈل بورڈ نے جولائی 1993ء میں شمالی کوریا کی ایک فرم کے ساتھ معاہدہ کیا اور دسمبر 1995ء میں کورین ماہرین کی نگرانی میں تعمیراتی کام کا آغاز ہو گیا۔ فنڈز کی کمی کی وجہ سے یہ منصوبہ بھی وقت پر مکمل نہ ہو سکا۔ اب امید کی جا رہی ہے کہ جون 1998ء تک یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ اس کی تکمیل سے وادی لیپا کی بجلی کی تمام ضروریات پوری ہو سکیں گی۔

۴۔ کنڈل شاہی ہائیڈروالیکٹرک پروجیکٹ

کنڈل شاہی پن بجلی منصوبہ کے قابل عمل ہونے کی FEASIBILITY رپورٹ 1984ء میں واپڈا نے تیار کی تھی۔ مئی 1986ء میں اس کی تعمیر کا ٹھیکہ امریکہ کی ایک کمپنی ''میسرز ایپاسکو'' کے نام منظور ہوا۔ 14 / جولائی 1987ء کو وزیر اعظم سکندر حیات خان نے اس کا افتتاح کیا، لیکن پھر بعض مشکلات کی وجہ سے 1992ء میں کمپنی کام بند کر کے چلی گئی۔

اس کے بعد یہ منصوبہ ہائیڈروالیکٹرک بورڈ کے سپرد کیا گیا جس نے نیسپاک (NES-PAK) کی مشاورتی خدمات کے ساتھ اکتوبر 1994ء میں سول ورکس کے کام کا آغاز کر دیا۔

اس پروجیکٹ کی تعمیر کا کام جولائی 1997ء میں تکمیل پا چکا ہے۔ اس کی لاگت کا تخمینہ 8 کروڑ 36 لاکھ روپے ہے۔ اس کی پیداواری صلاحیت 2 میگاواٹ یعنی 2000 کلوواٹ ہے۔ یہ منصوبہ وادی نیلم کے تمام علاقے کی بجلی کی ضروریات پوری کرے گا۔

مستقبل کے منصوبے

آزاد کشمیر میں بجلی کی کل ضروریات کا اندازہ 180 میگاواٹ (ایک لاکھ اسی ہزار کلو واٹ) لگایا گیا ہے، جبکہ آنے والے برسوں میں ہائیڈل پاور کی پیداوار کے لیے جو منصوبہ بندی کی گئی ہے اس کے مطابق آزاد کشمیر میں 5000 میگاواٹ بجلی کی پیداواری صلاحیت (POTENTIAL) موجود ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1۔	نیلم فیز اول	1200	میگاواٹ
2۔	کوہالہ	500	میگاواٹ
3۔	دودھنیال	300	میگاواٹ
4۔	لوات، جگدر، دواریاں	50	میگاواٹ
5۔	شاردا	10	میگاواٹ
6۔	جاگراں (1) (زیر تعمیر)	30	میگاواٹ
7۔	بٹ دڑہ	10	میگاواٹ
8۔	ریالی (زیر تعمیر)	2	میگاواٹ
9۔	کنڈل شاہی (تعمیر ہو چکا ہے)	2	میگاواٹ
10۔	جاگراں (2)	30	میگاواٹ
11۔	دریائے پونچھ کے چھوٹے منصوبے بمقام بھیرہ، ڈکھاڑی، سرساوہ، دھنوان سرہوٹہ، پوٹھی، کوٹلی بان	9.25	میگاواٹ
12۔	راجھ حانی	26	میگاواٹ
13۔	گل پور	116	میگاواٹ
14۔	پڑال	[illegible]	میگاواٹ

15۔ کوٹلی
97 میگاواٹ

16۔ سکیزہ
65 میگاواٹ

17۔ دریائے جہلم کے چھوٹے منصوبے بمقام
شاریاں، ہوتریڑی، ریڑہ، چھم آبشار، براٹ 10.50 میگاواٹ

18۔ رنگڑ نالہ
12 میگاواٹ

19۔ ہاڑی گیل
54 میگاواٹ

20۔ کروٹ
462 میگاواٹ

21۔ آزاد پتن
460 میگاواٹ

22۔ نالہ ماہل
511 میگاواٹ

23۔ چکوٹھی، ہیری
171 میگاواٹ

24۔ نیو بونگ
45 میگاواٹ

25۔ جڑی کس
1 میگاواٹ

26۔ بتاڑ نالہ
5 میگاواٹ

27۔ عباسیاں
245 میگاواٹ

28۔ دریائے نیلم کے معاون نالے
40 میگاواٹ
گست ناڑ، شونٹھر، جاناوئی، بتاؤبٹ

29۔ لیپا (زیر تعمیر ہے)
1.6 میگاواٹ

ان میں سے بیشتر منصوبے پرائیویٹ ہائیڈل بورڈ کی زیر نگرانی پرائیویٹ سیکٹر میں مکمل کیے جائیں گے۔ چنانچہ کوہالہ ہائیڈل پروجیکٹ ایک غیر ملکی کمپنی سینار جکس (SYNERGICS) کو الاٹ کیا گیا ہے۔ اس پروجیکٹ سے 500 میگاواٹ بجلی کی پیداوار حاصل ہونے کی توقع ہے۔ اس پر ایک ارب ڈالر کی لاگت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

پبلک سیکٹر میں کنڈل شاہی کا دو میگاواٹ کا منصوبہ مکمل ہو چکا ہے۔ جاگراں کا منصوبہ زیر تکمیل ہے۔ اس منصوبے سے 32 میگاواٹ بجلی پیدا کی جائے گی اور یہ 1999ء میں تکمیل پذیر ہو گا۔

۱۵ بڑے ڈیم

پاکستان کے سابق وفاقی وزیر برائے محکمہ آب و برق جام محمد یوسف نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو قومی اسمبلی میں بیان دیتے ہوئے انکشاف کیا کہ پاکستان میں بجلی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے حکومت پاکستان نے مختلف دریاؤں پر بھاشا اور کالاباغ ڈیم کے علاوہ تیس نئے ڈیم بنانے کا پروگرام بنایا ہے۔ وزیر موصوف نے ان منصوبوں کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کے مطابق ۱۵ ڈیم پاکستان کے اندر تعمیر کیے جائیں گے جبکہ بقیہ ۱۵ ڈیم ریاست جموں کشمیر کی حدود کے اندر تعمیر ہوں گے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	نام ڈیم	دریا	مقام
1۔	بونجی ڈیم	سندھ	بونجی گلگت
2۔	رکھیوٹ ڈیم	سندھ	گلگت
3۔	یولور بلبو ڈیم	سندھ	سکردو
4۔	کوحالہ ڈیم	جہلم	آزاد کشمیر
5۔	واروٹ ڈیم	جہلم	آزاد کشمیر
6۔	سکردو ڈیم	سندھ	سکردو
7۔	یوگو ڈیم	شیوک	سکردو
8۔	تنگس ڈیم	سندھ	سکردو
9۔	کاگی ڈیم	گلگت	گلگت
10۔	نیلم ڈیم	نیلم	آزاد کشمیر

11۔ مہاسیاں ڈیم	جہلم	آزاد کشمیر
12۔ ماحل ڈیم	جہلم	آزاد کشمیر
13۔ آزاد پتن ڈیم	جہلم	آزاد کشمیر
14۔ شیر قلعہ ڈیم	گلگت	گلگت
15۔ ست پارہ ڈیم	سندھ	سکردو

(نوٹ: بھاشا ڈیم کا مجوزہ محل وقوع بھی گلگت کا جنوبی علاقہ چیلاس ہے)۔

(دی نیشن، ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

جنگلات اور اُن کی پیداوار

ریاست اونچے پہاڑوں میں گھری ہوئی ہے، جن پر کافی بارش ہونے کی وجہ سے گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ لداخ اور انتہائی شمالی علاقہ جات بھی اگرچہ پہاڑوں میں ہی واقع ہیں، تاہم ان پہاڑوں پر زیادہ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے وہاں جنگل نہیں پائے جاتے ہیں۔ جنگلات اس ریاست کا عظیم سرمایہ ہے۔ قومی آمدنی کا ایک بڑا حصہ جنگلات کی مختلف نوع کی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے۔ ریاست میں مختلف طبعی حالات اور آب وہوا کی بناء پر مختلف قسم کے جنگلات ملتے ہیں۔

میدانی جنگلات

میدانی علاقوں میں، جن کی بلندی سطح سمندر سے ایک ہزار فٹ کے لگ بھگ ہے اور بارش تقریباً ۵۰ سینٹی میٹر ہوتی ہے، چھوٹے قد کے کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ ان جنگلات میں کیکر، پھلاہی، شیشم، بیری، جامن، پیپل، آم، نیم اور شہتوت کے درخت پیدا ہوتے ہیں۔

وادیٔ کشمیر کے میدانی علاقے میں پھلدار درختوں میں سیب، ناشپاتی، آڑو، آلوچہ، آلو بخارا، انار، اخروٹ، بادام، شہتوت، چیری اور خوبانی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ غیر پھلدار درختوں میں چنار، سفیدہ (Poplar) (دو قسم کا: کشمیری اور کابلی)۔ بید (Willow) اسے کشمیری میں وِر کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں سفید، [illegible]

ویر)، بریج (Nettle Tree) (اسے زیادہ تر قبرستان میں اگایا جاتا ہے)، صندل اور بانہ
ڈون (Chest Nutt) پایا جاتا ہے۔ بید کی پتلی ٹہنیوں سے خوبصورت ٹوکریاں اور دوسرا
سامان بنایا جاتا ہے۔

تلہٹی کے جنگلات

پہاڑوں کی تلہٹی میں، جہاں بارش ۱۳۰ انچ سے زائد ہوتی ہے، شیشم، تاڑ، پھلاہی،
کیکر اور کہیں کہیں چیڑ اور صنوبر کے درخت پائے جاتے ہیں۔

پہاڑی جنگلات...... سبز سونا

ریاست جموں کشمیر کے پہاڑی جنگلات اس ملک کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ ماہرین
نے ان جنگلات کو ریاست کا سبز سونا قرار دیا ہے۔ ۱۹۸۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق
بھارت کے زیر کنٹرول ریاست میں ۲۸۲۹۹ مربع کلو میٹر علاقہ پر جنگلات پھیلے ہوئے
ہیں۔ ان میں صوبہ کشمیر کے جنگلات کا رقبہ ۲۰۱۷۵ مربع کلو میٹر اور صوبہ جموں کا ۸۱۲۳ مربع
کلو میٹر ہے۔ آزاد کشمیر میں جنگلات کا رقبہ آزاد کشمیر کے کل رقبہ کا ۳۹.۲ فیصد ہے۔ ۱۸۷۱ء
میں چارلز گرڈسٹون (Charles Gridestone) نے کشمیر کے جنگلات میں درختوں کی
۷۷ اقسام دریافت کی تھیں۔

سطح سمندر سے چار ہزار فٹ کی بلندی سے چھ یا ساڑھے چھ ہزار فٹ کی بلندی تک
پڑتل، چیل، صنوبر، شمشاد، بدلو، کائل، اور شاہ بلوط کے درخت پائے جاتے ہیں۔ سات
ہزار فٹ سے اوپر دیودار، کائل اور بھوج پتر (Birch) کے درخت پائے جاتے ہیں۔

علاقہ وار تفصیل کچھ یوں ہے کہ کشتواڑ اور پاڈر وغیرہ کے علاقے میں وادی چناب
کائل، دیودار، اور بھوج پتر سے بھری ہوئی ہے۔ رام بن اور بھدرواہ کے علاقے میں بھی
اعلیٰ قسم کے دیودار، کائل، بن کھوڑ اور اخروٹ کے درخت پائے جاتے ہیں۔ سلسلہ پیر پنجال
کے راجوری، بدھل اور گلاب گڑھ وغیرہ کے علاقے میں سم، بن کھوڑ، بری، اخروٹ، دیودار

کھارسو، ہرا چھٹر، دریں، ہرائیں، سفیدہ، بیسا، بن دریک، بن توت، ہردل، چھکوری، لوہن، تنی اور کلیاڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر درختوں سے فرنیچر، عمارتی سامان، کھیلوں کا سامان، آرائشی چیزیں اور ہاتھ کی چھڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔ آزاد کشمیر میں پونچھ کے جنگلات میں زیادہ تر چیل اور پڑتل کے درخت پائے جاتے ہیں جبکہ وادی نیلم کے بالائی علاقوں میں کائل، بھوج پتر اور اعلیٰ قسم کا دیودار کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ کشمیر کے شمالی علاقہ جات میں جنگلات کا رقبہ بہت کم ہے۔ تاہم ضلع دیامر، دارئیل، تانگیر اور چلاس میں شاہ بلوط، چلغوزہ، کائل، دیودار، پڑتل اور بھوج پتر پایا جاتا ہے۔

کشمیر کے جنگلات میں لکڑی کے علاوہ کثیر تعداد میں جڑی بوٹیاں بھی پیدا ہوتی ہیں جن کا تفصیلی ذکر ایک الگ باب میں کیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں ان جنگلات سے لاکھوں من گندہ بیروزہ حاصل کیا جاتا ہے جو کہ عمارتی روغن کی صنعت میں کام آتا ہے۔

جڑی بوٹیاں

جڑی بوٹیاں قدرت کی طرف سے انسان کے لیے ایک بیش بہا تحفے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہزاروں سال سے جوں جوں بنی نوع انسان کا شعور ترقی کرتا گیا، قدرت کے عطا کردہ ان خزانوں سے اس کی علمیت میں اضافہ ہوتا گیا اور ان سے مختلف بیماریوں کے علاج کے لیے کام لیا جانے لگا۔ تحقیق اور تجرباتی عمل کے ساتھ اس میں روز بروز پیش رفت ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ انسان نے نباتات و معدنیات کی وسیع دنیا کو اپنے لیے مسخر کر لیا۔

مشرق کے آیورویدک طریق علاج اور طب یونانی کا دارومدار جنگلات، پہاڑوں اور میدانوں میں پیدا ہونے والی ہزاروں نوع کی جڑی بوٹیوں پر رہا ہے۔ جدید سائنسی دور میں جڑی بوٹیوں پر تجربات کر کے ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کے مرکبات وسیع پیمانہ پر تیار کرنے کا سلسلہ شروع ہو کر ساری دنیا میں پھیل چکا ہے۔

خطہ جموں کشمیر جڑی بوٹیوں کی پیداوار کے سلسلہ میں بہت خوش قسمت ہے۔ یہاں ہمالیہ اور دیگر کوہستانی سلسلوں، جنگلوں اور میدانوں میں قدم قدم پر بیش قیمت جڑی بوٹیوں کے خزانے بکھرے پڑے ہیں جو صدیوں سے دیسی طریق علاج میں کامیابی سے زیر استعمال رہے ہیں۔

خواجہ یوسف صراف اپنی مشہور "تاریخ کشمیر ز فائٹ فار فریڈم" میں لکھتے ہیں

"کشمیر میں طبی جڑی بوٹیوں کی اتنی متنوع اقسام، اتنی کثرت سے موجود ہیں

کہ شاید ساری دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ رنجیت سنگھ کے درباری طبیب Dr. Honing Berger نے اپنی کتاب "مشرق میں ۳۵ سال" (Thirty Five Years in the East) میں ان جڑی بوٹیوں کی ایک طویل فہرست دی ہے۔"

(محمد یوسف صراف، ص ۱۹)

کشمیر میں قدیم ہندو دور میں پہلی صدی عیسوی میں علم طب کا ایک مشہور عالم گزرا ہے جس کا نام چارک تھا۔ اس نے علم طب پر ایک کتاب لکھی تھی، جس کا نام "چارک سنہیتا" (Charak Sanhita) تھا۔ کتاب کے آٹھ ابواب ہیں جن میں بیماریوں کی تشخیص، احتیاطی تدابیر، پرہیز، علاج، خوراک اور علم الاعضا (Anatomy) کے بارے میں تفاصیل درج ہیں۔ اس میں معالجوں اور طالب علموں کے بارے میں ہدایات بھی درج ہیں۔ علم طب کا ایک اور ماہر نرہری (Narhari) بھی اس دور میں گزرا ہے۔

(ہسٹری آف سرگل، پیٹرز، ص ۳۴)

کشمیر میں بدھ مت کے مہایان فرقہ کا بانی ناگ ارجن ایک مشہور کیمیادان تھا اور ادویات کے بارے میں وسیع علم رکھتا تھا۔ اس نے ادویات کے مرکبات تیار کرنے کے کامیاب تجربے کیے اور ایک ایسی گولی ایجاد کی جو ذہن اور جسم دونوں کی توانائی میں اضافہ کرتی تھی اور جس سے انسانی عمر میں کئی سال کا اضافہ ہو سکتا تھا۔ ناگ ارجن علم کیمیا پر اتنا ایمان رکھتا تھا کہ وہ کہتا تھا: "جب تک کیمسٹری کی سائنس موجود ہے کوئی انسان درد یا بیماری کا شکار نہیں ہو سکتا۔"

بعد کے مختلف ادوار میں طب کے میدان میں علماء، ماہرین اور محققین پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس علم میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ سلطان زین العابدین بڈشاہ کے درباری طبیب حکیم شری بٹ کے بارے میں اکبری عہد کی تاریخ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ "وہ

اپنے فن میں منتخب روزگار تھا۔" اسے بادشاہ نے افسر الاطباء کا خطاب دیا تھا۔ حکیم شری بٹ نے بادشاہ کی ایک لاعلاج بیماری کا کامیاب علاج کیا تو بادشاہ نے اسے انعام دینا چاہا۔ شری بٹ نے ذاتی انعام کی بجائے ہندوؤں کے لیے جزیہ کی معافی کی درخواست کی، جو بادشاہ نے منظور کر لی۔ بادشاہ نے شری بٹ کو اپنے دربار میں وزیر صحت کی حیثیت سے شامل کر لیا۔

اگلے صفحات میں جموں کشمیر کے طول و عرض میں پائی جانے والی جڑی بوٹیوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سرزمین کشمیر میں اتنی کثیر تعداد میں جڑی بوٹیوں کی موجودگی مستقبل میں یہاں دواسازی (Pharmaceutical) کی صنعت کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔

۱۔ ابہل

فارسی نام تخم ربل یا اورس، انگریزی نام جونی پر (Juniper)، سلسلہ ہمالیہ کے شمال مغربی علاقے میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ مقوی معدہ ہے۔ ریاح اور پیشاب کے عوارض میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ اجمود

فارسی و عربی نام کرفس، سنسکرت نام اجمودا، انگریزی نام سیلری سیڈ (Celery Seed) ہے۔ ریاست کے کم بلند پہاڑی سلسلوں اور کم سرد علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اجوائن کی طرح اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ درد کمر میں مفید ہے۔ ریاح، پیشاب اور قبض کی بیماریوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ اجوائن

فارسی نام نان خواہ، عربی نام کمون ملوکی، انگریزی نام کنگز کیومن (Kings Cumin) ہے۔ ریاست کے مختلف حصوں میں کم سرد علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً ،

جگر اور گردہ کی بیماریوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۴۔ آلو بخارا

فارسی و عربی نام اجاص، انگریزی نام پلم (Plum)، پوری ریاست کے میدانی اور پہاڑی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ پیاس بجھاتا ہے۔ یرقان میں مفید ہے۔

۵۔ آک

عربی نام عشر، فارسی نام درخت زہرناک، انگریزی نام سویلو ورٹ (Swallow Wort)، ریاست کے گرم و خشک مقامات پر بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اس کے پھول، پتے، شاخیں اور جڑیں سب ادویات میں استعمال ہوتے ہیں۔

۶۔ اڑوسہ

فارسی نام خواجا، عربی نام حشیشۃ السعال، انگریزی نام Adhtoda، جموں کے علاقے میں پتھریلی زمین میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ پھول اور جڑیں دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں۔ بلغم کو رفع کرنے میں بہت مفید ہے۔

۷۔ افسنتین

فارسی نام مردہ، عربی نام طرق، کشمیری نام موھ وین، انگریزی نام آرٹی میزیا (Artimesia)۔ وادیٔ کشمیر، گلگت، بلتستان اور لداخ میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ مقوی خون ہے۔ بلغمی امراض میں مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کے لیے مجرب ہے۔

۸۔ املتاس

فارسی نام خیار چنبر، عربی نام خیار شمبر، ہندی نام باندر لکڑی، انگریزی نام پرجنگ کیشیا (Purging Cassia) یا پڈنگ پائپ ٹری (Pudding Pipe Tree)، سلسلہ ہمالیہ کے تمام علاقوں میں تین ہزار فٹ کی بلندی پر کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ قبض کے لیے اس کے گودے کا جوشاندہ استعمال کیا جاتا ہے۔

۹۔ اندر جو

فارسی میں زبان گنجشک، عربی میں لسان العصافیر اور انگریزی میں سپیرو ٹنگ (Sparrow Tongue) کہلاتا ہے۔ جموں کے علاقے میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ ریاح اور پیشاب کی بیماریوں نیز اعصابی قوت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ طاقت کی معجون میں اندر جو شیریں استعمال ہوتا ہے۔

۱۰۔ ایرسہ

فارسی میں بیخ سوسن اور انگریزی میں آئرس روٹ (Iris Root) کہلاتا ہے۔ سوسن کی گرہ دار جڑ ہے۔ یرقان میں مفید ہے۔ بلغمی امراض میں استعمال ہوتی ہے۔ وادیٔ کشمیر میں نم آلود جگہوں پر کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔ پھگواڑی

فارسی میں انجیر دشتی، عربی میں تین اور انگریزی میں فگ (Fig) کہلاتا ہے۔ مقوی بدن ہے۔ بلغم خارج کرتا ہے۔ گردے کی پتھری کے لیے مفید ہے۔ اس کا پودا ریاست کے کم بلندی کے پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

۱۲۔ انار۔ میٹھا اور کھٹا

فارسی میں انار، عربی میں رمان، کشمیری میں دین اور انگریزی میں پوم گرینیٹ (Pome Granate) کہلاتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں سب جگہ پایا جاتا ہے۔ مقوی قلب و جگر ہے۔ اس کا پھل (دانے) اور چھلکا دونوں دواؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۳۔ انگور

ہندی اور فارسی میں انگور، عربی میں عنب، سنسکرت میں دراکشا، کشمیری میں دچھ اور انگریزی میں Grape یا Wine یا Currant کہتے ہیں۔ انگور سے کشمش اور منقیٰ بنایا جاتا ہے۔ کشمیر کی تمام وادیوں اور پہاڑی علاقوں میں سرد مقامات پر پیدا ہوتا ہے۔ زود ہضم

ہے۔خون پیدا کرتا ہے۔

۱۴۔السی

فارسی میں تخم کتان، عربی میں کتان، کشمیری میں الیش، انگریزی میں لین سیڈ (Linseed)یاFalax کہلاتی ہے۔جموں کشمیر کے تمام علاقوں میں پیدا ہوتی ہے۔

۱۵۔ارنڈ

فارسی میں بیدانجیر، عربی میں خروع اور انگریزی میں کیسٹر (Castor) کہلاتا ہے۔ گرم میدانی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔اس سے کیسٹر آئل تیار ہوتا ہے جو قبض کی دوا ہے۔

۱۶۔اسطوخودوس

عربی میں آنس الارواح، انگریزی میں فرنچ لونڈر (French Lavender) کہلاتا ہے۔ پہاڑوں کی ترائی میں اور وادی کے میدانوں میں پیدا ہوتا ہے۔مختلف بیماریوں میں کارآمد ہے۔

۱۷۔اٹنگ جڑی

چھوٹے سے پودے کی جڑ ہے۔رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔سات سے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر اگتی ہے۔زخم اور ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جوڑنے کے لیے تریاق کا کام کرتی ہے۔زخمی شخص کو جڑیں پیس کر اس کا حلوہ کھلایا جاتا ہے۔

۱۸۔بالچھڑ

عربی نام سنبل الطیب، فارسی نام آیک ولالہ اور انگریزی نام ہے سنگھ (Hayacinth) ہے۔کوہ ہمالیہ کے سلسلہ میں ہر جگہ پائی جاتی ہے۔مقوی اعصاب ہے۔ تشنج کے لیے مفید ہے۔

۱۹۔بابڑنگ

فارسی نام برنگ کابلی، عربی نام برنج کابلی، انگریزی Babering۔دادی کشمیر کے

پہاڑی علاقوں میں بکثرت دستیاب ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کے علاج میں مفید ہے۔

۲۰۔ بھنگ

فارسی میں بنگ، فلک تاز، نشاط افزا اور عرش نما وغیرہ نام دیے گئے ہیں۔ عربی میں اسے قنب، ورق الخیال اور حشیش وغیرہ کہتے ہیں اور انگریزی میں انڈین ہمپ (Indian Hump) کہلاتی ہے۔ سارے جموں کشمیر میں پیدا ہوتی ہے۔

۲۱۔ بہی۔ بہی دانہ

بہی ایک قسم کا سیب ہے جس کے بیج کو بہی دانہ کہتے ہیں۔ فارسی میں بہدانے، عربی میں سفرجل اور انگریزی میں پائرس سیڈونیا (Pyrus Sydonia) کہلاتا ہے۔ اس کے بیج کو Quince Seed کہتے ہیں۔ یہ سیب وادی کشمیر، کشتواڑ، بھدرواہ، آزاد کشمیر اور بلتستان میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے پھل کا مربہ بنتا ہے اور بیج مختلف ادویات میں استعمال ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ قلب کے لیے بہت مفید ہے۔

۲۲۔ بادام

عربی میں لوز (میٹھے بادام کو لوز الحلو اور کڑوے بادام کو لوز المرہ کہتے ہیں)، ہندی میں بدام، کشمیری میں بادام اور انگریزی میں Almond کہلاتا ہے۔ مقوی دماغ ہے۔ خشک کھانسی کو دور کرتا ہے۔ جموں کشمیر کے تمام ٹھنڈے پہاڑی اور میدانی علاقوں میں میٹھے اور تلخ دونوں قسم کے بادام پیدا ہوتے ہیں۔

۲۳۔ بانچی

سنسکرت نام کرشن پھلا ہے۔ انگریزی میں Esculent Flacourtia ہے۔ (بانچی) ایک بوٹی کے بیج ہیں۔ ریاست کے گرم اور خشک علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ مقوی معدہ اور مصفی خون ہے۔ برص کے لیے مفید ہے۔

۲۴۔ بیروزہ

سنسکرت میں سری واس اور انگریزی میں روزن (Rosin) کہلاتا ہے۔ کشمیر کے تمام جنگلات میں چیڑ کے درختوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے تارپین کا تیل اور وارنش تیار کی جاتی ہے۔ سیلان اور جریان کی ادویات میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۵۔ بچھناک

فارسی میں بیش شلفمی، کلاہ راہب اور تاج الملوک وغیرہ کہلاتا ہے۔ عربی میں خانق النمر، سنسکرت میں گرل اور جیونا گھات، ہندی میں میٹھا بش، میٹھا تیلیہ، انگریزی میں Monks Hood اور Accnite Root کہلاتا ہے۔ ہزارہ اور کشمیر میں اونچے پہاڑوں پر اس کی بہت پیداوار ہے۔ جوڑوں کے درد اور ورم کے لیے مفید ہے۔ بلغمی امراض میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۶۔ بداری کند

سنسکرت نام اکشوگندھا اور لاطینی نام پوریریا ٹیوبروزا (Puraria Tuberosa) ہے۔ بیلدار بوٹی کی جڑ ہے۔ جموں میں وشنو دیوی کے علاقہ میں پائی جاتی ہے۔ مقوی اعضا ہے۔ عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ کی کمی دور کرنے کے لیے مفید ہے۔ لاغر بچوں کی کمزوری کا علاج ہے۔

۲۷۔ برگ تبت

برگ کشمیری بھی کہلاتا ہے۔ تیزپات کی مانند ہوتا ہے۔ کشمیر اور تبت میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ مرگی، سکتہ اور پرانے نزلہ و زکام کے لیے بہت مفید ہے۔

۲۸۔ برنجاسف

فارسی میں بوئے ماران، عربی میں قافور، ہندی میں گندمار کہلاتی ہے۔ کوہ ہمالیہ میں کشمیر سے کہاؤں تک کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ ورتاپ اور قبض کی بیماریوں اور ورم کے

لیے مفید ہے۔

۲۹۔ برو (پٹار)

ایک خوشبودار گھاس ہے۔ گل مرگ اور پہل گام کا علاقہ اس کے لیے مخصوص ہے۔ خوشبو کے لیے جلائی جاتی ہے۔ اس کے پتوں سے تیل نکالا جاتا ہے جو صابن سازی کے کام آتا ہے۔

۳۰۔ بنفشہ

فارسی میں کاکوش یا بنفشہ، عربی میں البنفسج، سنسکرت میں پسپ اینہہ، ہندی میں بنفشہ اور انگریزی میں وائلٹ (Viloet) کہلاتا ہے۔ ریاست کے تمام پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ بخار، نزلہ زکام، کھانسی میں مفید ہے۔

۳۱۔ بادیان۔ سونف

کشمیری اور فارسی میں بادیان، عربی میں رازیانج، سنسکرت میں مدھورِکا یا من پشپا، انگریزی میں فنل (Fennel)۔ ریاست کے کم سرد علاقوں میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ مقوی معدہ، مقوی دماغ ہے۔ انظام ہضم کے لیے مفید ہے۔ مصالحوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۳۲۔ بھوج پتر

سنسکرت نام بھورج، کشمیری نام برزہ، انگریزی نام Birch۔ کشمیر کے جنگلوں میں عام پایا جاتا ہے۔ اس کی چھال قدیم زمانے میں کاغذ کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ چھال کی دھونی چیچک کے مرض میں مریض کو دی جاتی ہے اور اس کا محلول کان کے درد کے لیے مفید ہے۔

۳۳۔ بھیڑہ

ایک پھل دار درخت ہے۔ فارسی میں بلیلہ، عربی میں بلیج، سنسکرت میں کرش پھل

انگریزی میں بیلاریکا (Bellerica) کہلاتا ہے۔ مقوی معدہ ہے۔ ریاست جموں کشمیر میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔

۳۴۔ برہمی بوٹی

سنسکرت میں منڈوک پرنی، ہندی میں گھوڑ بچی بھی کہلاتی ہے۔ انگریزی میں اسے Asiatic Panywort کہتے ہیں۔ جموں اور کانگڑہ اس کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ مقوی اعضا اور مقوی حافظہ ہے۔ ضعف دماغ و ضعف بینائی کے لیے مفید ہے۔

۳۵۔ بید مشک

فارسی میں اسے بید مشک کے علاوہ گربہ بید بھی کہتے ہیں۔ عربی میں خلاف بلخی اور انگریزی میں مسک ولو (Musk Willoe) کہلاتا ہے۔ ایک خوشبودار درخت ہے۔ کشمیر کے کم سرد علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ مقوی قلب ہے۔ حرارت کو کم کرنے کے لیے مفید ہے۔

۳۶۔ بیر

بیر ہندی نام ہے۔ فارسی میں اسے کنار، عربی میں درخت کو سدرہ اور پھل کو نبق، سنسکرت میں بدری اور گز پھلا، کشمیری میں برییہ اور انگریزی میں Jujuba اور Berry کہلاتا ہے۔ گرم و خشک اور کم بلند پہاڑی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ بلڈ پریشر کے لیے مفید ہے۔ اعصاب کو طاقت دیتا ہے۔

۳۷۔ بادرنجبویہ

فارسی میں اسے بادرنگ بویہ، ہندی میں بلی لوٹن، عربی میں مطرح القطب، حشیشہ اتریحان اور انگریزی میں Mountain Balm کہتے ہیں۔ ایک خوشبودار بوٹی ہے۔ بلی اس پر بہت عاشق ہے۔ وادی کے سرد تر علاقوں میں پیدا ہوتی ہے۔ سردرد کے لیے مفید ہے۔ مقوی دماغ ہے۔

۳۸۔ پاؤل یا پاڈھل

سنسکرت میں کاشٹھ پاٹلا اور انگریزی میں ٹرمپٹ فلاور (Trumpet Flower) کہلاتا ہے۔ کوہ ہمالیہ کے تمام مرطوب علاقوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ مصفی خون ہے۔ اعصابی طاقت کے لیے مفید ہے۔

۳۹۔ پاپڑہ

ہندی میں پاپڑہ یا پاپڑی، سنسکرت میں پربٹ یا چھپاک، انگریزی میں انڈین پوڈوفائی لم (Indian Podophyllum) اور عربی میں حشیشہ اصفر اہ ہندی کہلاتا ہے۔ جموں کشمیر میں جہاں جہاں گندم، چاول اور چنے کی کاشت ہوتی ہے، وافر مقدار میں ملتا ہے۔ مقوی معدہ اور مصفی خون ہے۔

۴۰۔ پتھر چٹ

انگریزی میں Bryophylum کہلاتا ہے۔ باغوں اور گملوں میں لگایا جانے والا پودا ہے۔ ریاست کے کم سرد علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ پیشاب آور ہے۔ گردے کی پتھری کو توڑ کر خارج کرتا ہے۔

۴۱۔ پپیتا

انگریزی میں Papaya کہلاتا ہے۔ ریاست کے گرم علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ بطور پھل استعمال ہوتا ہے۔ قبض کشا ہے۔ اس کے چھلکے گوشت گلانے کے کام آتے ہیں۔

۴۲۔ پرسیاؤشان

ہندی میں ہنسراج، عربی میں شعرالجبال، کشمیری میں کیو تھر اور انگریزی میں Mai Den Hair Fern کہلاتا ہے۔ نمی والے علاقوں میں تالابوں، چشموں اور نہروں کے کنارے پیدا ہوتا ہے۔ حیض اور پیشاب کی بیماریوں کے علاوہ کھانسی کے لیے بہت مفید ہے۔

۴۳۔ پودینہ

عربی میں فودنج یا فوتنج یا حبق، فارسی میں پودنہ، پودنگ، سنسکرت میں سوگندھی پتر، کشمیری میں پودنہ اور انگریزی میں منٹ (Mint) کہلاتا ہے۔ خوشبودار پودا ہے۔ جموں کشمیر میں ہر جگہ کاشت کیا جاتا ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں جن میں رومی پودینہ، جاپانی پودینہ، جنگلی پودینہ، نہری پودینہ وغیرہ شامل ہیں۔ پیٹ کے درد اور بھوک کی کمی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۴۔ پُھکر مول

سنسکرت میں پوشکر مول اور پدم پتر مول کہلاتی ہے۔ ایک بوٹی کی ریشہ دار جڑ ہے جو کٹھ کی مانند ہوتی ہے۔ وادیٔ کشمیر میں پیدا ہوتی ہے۔ بلغمی امراض اور ریاح کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

۴۵۔ تالیس پتر

عربی میں طالیس فر، فارسی میں سرو ترکستانی، سنسکرت میں تالیس پترم اور نیلا مبر، انگریزی میں ہمالین سلور فر (Himalayan Silver Fir) کہلاتا ہے۔ کوہ ہمالیہ کے بلند سلسلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے پتے دماغی اور اعصابی امراض، فالج اور لقوہ کی ادویات میں استعمال ہوتے ہیں۔

۴۶۔ تارپین

عربی میں زیت التربن تینا، فارسی میں روغن تارپین، انگریزی میں ٹرپن ٹائن (Turpentine) کہلاتا ہے۔ کشمیر کے جنگلات میں چیل کے درختوں سے حاصل کیے جانے والے گندہ بروزہ سے نکالا جاتا ہے۔

۴۷۔ تھکی بوٹی

گھل بوٹی بھی کہلاتی ہے۔ ساری ریاست میں باغوں اور مرطوب مقامات پر پائی

جاتی ہے۔ مقوی معدہ ہے۔ یرقان میں بہت مفید ہے۔ اس کے پتے ہاتھ میں مل کر بچھو کے کاٹے پر لگانے سے آرام آ جاتا ہے۔

۴۸۔ تج

عربی میں قرفہ، سنسکرت میں دار چینی اور انگریزی میں Cinnamon Bark کہلاتا ہے۔ درخت کی چھال ہے جو کوہ ہمالیہ کے سلسلے میں ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔ ہر قسم کی پیچش کے لیے اکسیر ہے۔

۴۹۔ تلسی

عربی میں ریحان، فارسی میں نیازبو، کشمیری میں ہتر، گوجری میں باپری اور انگریزی میں Beezle کہلاتا ہے۔ اس کے پتے بہت خوشبودار ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک متبرک پودا ہے۔ اس کا بیج تخم ریحان، تخم ملنگا یا بیروبیول کہلاتا ہے۔ ادویہ اور مشروب میں کام آتا ہے۔ جریان و احتلام میں مفید ہے۔

۵۰۔ تگر (مشک بالا)

انگریزی میں Yellow Santal کہلاتا ہے۔ ایک بوٹی کی خوشبودار جڑیں ہیں۔ وادیٔ کشمیر میں اس کی پیداوار بہت ہوتی ہے۔ مقوی معدہ و جگر و گردہ ہے۔

۵۱۔ جمال گوٹہ

عربی میں حب السلاطین، فارسی میں تخم انجیر خطائی، انگریزی میں کروٹن سیڈز (Croton Seeds)، سنسکرت میں جے پال یا دنتی بیج کہلاتا ہے۔ اس کے درخت کو دنتی کہتے ہیں۔ جموں کے میدانی علاقے میں پایا جاتا ہے۔ اس کا بیج بہت زہریلا ہوتا ہے اور جلاب آور ہے۔ انگریزی میں اسے Purgative Nut بھی کہتے ہیں۔

۵۲۔ جدوار

عربی میں جدوار الاحمر اور فارسی میں ماہ پروین کہلاتا ہے۔ تبت سے ملحق کشمیر کے

علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔

۵۳۔ جائے پھل اور جاوتری

فارسی میں جوز بویہ، عربی میں جوز الطیب یا جا کفل، سنسکرت میں جائی پھل، کشمیری میں زافل اور انگریزی میں Nutmeg کہلاتا ہے۔ ایک درخت کا خوشبودار پھل ہے۔ تشنج اور جوڑوں کے درد کے لیے بہت مفید ہے۔ اس کا چھلکا جاوتری کہلاتا ہے۔

۵۴۔ جھاؤ

فارسی میں گز، عربی میں طرفا، سنسکرت میں جھاؤک، انگریزی میں ٹمرسک ٹری (Tamarisk Tree) کہلاتا ہے۔ دریاؤں اور ندی نالوں کے کناروں پر پایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ چھوٹے گول پھل لگتے ہیں جو ادویات میں کام آتے ہیں۔

۵۵۔ چرچٹہ

فارسی میں خار واژگوں، ہندی میں چرچرا، سنسکرت میں میورک، انگریزی میں کروز بیک پلانٹ (Corws Beak Plant) کہلاتا ہے۔ ریاست کے گرم و خشک علاقوں اور بنجر زمین میں پیدا ہوتا ہے۔ مسکن خون ہے۔ بلغم کے لیے مفید ہے۔

۵۶۔ چلغوزہ

عربی میں چلغوزہ یا حب الصنوبر کہلاتا ہے اور انگریزی میں اسے فلبرٹ نٹ (Filbert Nut) کہتے ہیں۔ ہمالیہ کے دامن میں سرد مقامات پر صنوبر کے درخت سے یہ پھل حاصل کیا جاتا ہے۔ دل اور پھیپھڑے کو قوت دیتا ہے۔ مقوی اعصاب ہے اور بھوک بڑھاتا ہے۔ اس درخت کی لکڑی دیار کی لکڑی سے ملتی جلتی ہے جو تعمیرات میں استعمال ہوتی ہے۔

۵۷۔ چمپا

سنسکرت میں چمپک، عربی میں فاغرہ کہلاتا ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں جن میں

سفید چمپا، ناگ چمپا، سلطان چمپا، نیل چمپا اور بھوئی چمپا شامل ہیں۔ مشہور بیل دار پودا ہے جس میں خوبصورت خوشبودار پھول لگتے ہیں۔ ہمالیہ کے معتدل اور کم سرد علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پھولوں سے عطر کشید کیا جاتا ہے۔ تازہ پھولوں کو سونگھنا مقوی قلب ہے۔

۵۸۔ چنبیلی

سنسکرت میں سورشا، سروپا، کشمیری میں جمی پوش، عربی میں یاسمین اور انگریزی میں Jasmine کہلاتا ہے۔ نہایت خوشبودار پھول ہے۔ ریاست کے میدانی اور کم سرد علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے پھولوں سے عطر کشید کیا جاتا ہے اور اس کی جڑیں طاقت کی دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں۔

۵۹۔ چوہاکنی

فارسی میں گوش موش یا مرزن گوش، عربی میں آذان الفار، سنسکرت میں موشا کرنی کہلاتی ہے۔ ایک بوٹی ہے جس کے پتے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں۔ پتوں کی شکل چوہے کے کانوں جیسی ہوتی ہے۔ کوہ ہمالیہ کے دامن میں مرطوب جگہوں پر ساون میں اگتی ہے۔ آشوب چشم میں اس کے پتوں کا پانی بہت مفید ہے۔ اسے بطور ساگ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۶۰۔ چھڑیلہ

عربی میں اشنہ، فارسی میں دوالک، سنسکرت میں گری پشپک اور انگریزی میں لائی کن (Lichen) کہلاتا ہے۔ ایک خودرو بیل ہے۔ کشمیر میں پہاڑی علاقوں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ دل، جگر، معدہ اور رحم کے لیے مقوی ہے۔

۶۱۔ چندن

عربی اور فارسی میں صندل، کشمیری میں ژندن اور انگریزی میں Sandal کہلاتا ہے۔ چندن کئی قسم کا ہوتا ہے۔ چندن سفید، چندن زرد اور چندن سرخ ہمالیہ کے دامن میں

پیدا ہوتا ہے۔ چندن کی لکڑی سانپ کے کاٹے کا تریاق ہے۔ اس کا سفوف جنون، اختلاق، ہائی بلڈ پریشر اور بے خوابی کے لیے اکسیر ہے۔

۶۲۔ چوب چینی

عربی میں خشب الصینی، فارسی میں بیخ چینی، کشمیری میں چوب چین، انگریزی میں China Root کہلاتی ہے۔ گلابی رنگ کی جڑ ہوتی ہے۔ کئی دواؤں میں استعمال ہوتی ہے۔

۶۳۔ حسن یوسف

عربی میں حاشیش اور ہندی میں کرلی یاکھی کہلاتی ہے۔ گرم مرطوب علاقوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کے بیج خشخاش کے مانند ہوتے ہیں۔ کھجلی اور چیچک کے داغ مٹانے کے لیے اکسیر ہے۔ رخسار صاف کرتی ہے۔ اس کا سفوف بواسیر کے لیے مجرب ہے۔

۶۴۔ خطمی

عربی میں خبازی شجری، فارسی میں ریشہ خطمی اور گل خیرو، کشمیری میں سزہ پوش اور انگریزی میں Marsh Mellow کہلاتا ہے۔ سدا بہار روئیں دار پودا ہے۔ کشمیر اور ہزارہ میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ نزلہ زکام میں بہت مفید ہے۔ شربت بزوری کا ایک لازمی جز ہے۔

۶۵۔ خبازی

فارسی میں نان کلاغ، ہندی میں پاپڑہ، انگریزی میں Gommon Mellow کہلاتی ہے۔ کشمیر اور متصلہ علاقوں میں بہت پائی جاتی ہے۔ اس کے بیج معدے اور مثانے کے امراض کے لیے مفید ہیں۔ شربت بزوری میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

۶۶۔ خشخاش

فارسی میں کوکنار، ہندی میں پوست، سنسکرت میں کسی بیج، انگریزی میں Poppy

کہلاتا ہے۔ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ اس کا پھول سرخ ہوتا ہے اور دانے سفید یا بھورے Seed رنگ کے ہوتے ہیں۔ پوست کے پودے میں جو ڈوڈ لگتا ہے اسے چاقو سے زخم لگا کر اس سے افیون حاصل کی جاتی ہے جس سے آج کے دور میں ہیروئن تیار کی جارہی ہے۔ تاہم اس پودے سے بڑے پیمانے پر دنیا بھر میں زندگی بچانے والی ادویات تیار کی جاتی ہیں۔ خشخاش کے دانے یونانی اور آیورویدک علاج میں بہت استعمال ہوتے ہیں۔

۶۷۔ دار ہلد

فارسی میں دار چوب، سنسکرت میں داروی، انگریزی میں Indian Barberry کہلاتا ہے۔ کشمیر میں آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر کثرت سے ملتا ہے۔ مصفی خون ہے۔ بخار کے لیے مفید ہے۔ ورم تحلیل کرتا ہے۔

۶۸۔ دھتورہ

عربی میں جوز ماثل، فارسی میں تاتورہ، کشمیری میں دھتر، انگریزی میں داتورا (Datura) یا Thorn Apple کہلاتا ہے۔ جموں کشمیر میں ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ مختلف ادویات میں کام آتا ہے۔

۶۹۔ دھنیا

فارسی کشنیز، عربی میں جلجلان، کشمیری میں دانہ دل، گوجری میں دھنیل اور انگریزی میں Coriander کہلاتا ہے۔ جموں کشمیر میں تقریباً سب جگہ اس کی کاشت ہوتی ہے۔ اس کے پتے اور بیج دونوں استعمال میں آتے ہیں۔ مقوی دل ودماغ ہے۔ چٹنی اور مصالحہ جات میں استعمال ہوتا ہے۔ اطریفل کشنیزی اسی سے تیار ہوتی ہے۔

۷۰۔ ڈھاک

پلاش اور ہنجھر بھی کہلاتا ہے۔ کوہ ہمالیہ کے دامن کے علاقوں میں چار ہزار فٹ کی بلندی تک پایا جاتا ہے۔ اس کے پھول، پتے، جڑ، چھلکا اور گوند سب استعمال میں آتے ہیں